

فُتُوحُ الْغَيْبِ

معارف و حقائق الہیہ کی الہامی دستاویز

مصنف

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ

مترجم

سید محمد فاروق قادری ایم اے



تصوّف فاؤنڈیشن

لاہوری ○ تحقیق و تصنیف و تالیف و ترجمہ ○ مطبوعات
۲۲۹، این سمن آباد - لاہور - پاکستان

شوروم : المعارف ○ گنج بخش روڈ ○ لاہور

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ
وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ قُلْ (الفرقان ٢: ٦٢)

تزکیہ نفس اور کتاب و حکمت کی تعلیم

بعثت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقاصد عظیمہ تھے۔
ان ہی مقاصد کے لیے تصوف فاؤنڈیشن وقف ہے۔

الْحِكْمَةُ وَالْكِتَابُ يُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ

تصوف فاؤنڈیشن
۱۴۱۹ھ

بانی: ابو نجیب حاجی محمد ارشد قریشی

کلاسیک کتب تصوف : سلسلہ اُردو تراجم

جملہ حقوق بحق تصوف فاؤنڈیشن محفوظ ہیں © ۱۹۹۸ء

ناشر : ابو نجیب حاجی محمد ارشد قریشی
بانی تصوف فاؤنڈیشن - لاہور

طابع : زاہد بشیر پرنٹرز - لاہور

سال اشاعت : ۱۴۱۹ھ — ۱۹۹۸ء

قیمت : ۷۵ روپے

تعداد : پانچ سو

واحد تقسیم کار : المعارف گنج بخش روڈ - لاہور پاکستان

۶-۵۰۰-۵۰۶-۹۶۹-آئی ایس بی این

تصوف فاؤنڈیشن ابو نجیب حاجی محمد ارشد قریشی اور ان کی اہلیہ نے اپنے مرحوم والدین اور نعت جگر
کو ایصال ثواب کے لئے بطور صدقہ جاریہ اور یادگارِ محرم الحرام ۱۴۱۹ھ کو قائم کیا جو کتاب سنت اور
سلف صالحین و بزرگان دین کی تعلیمات کے مطابق تبلیغ دین اور تحقیق و اشاعت کتب تصوف کے لیے وقف ہے۔

May Allah Subhanahu Wa Ta'ala Bless the Parents and Parents in-law of

Mohtram Abu Najeeb Haji Muhammad Arshad

for bringing out such a marvel translation of beautiful writings

from

Qutbul Aqtaab, Syyedus Saadaat, Sheikhul_Mashaikh, Ghouse Samadaani,

Mahboob Subhaani, Sulatanul_Aulia, Abu Muhammad, Al-Syed Sheikh

Mohayyuddin Abdul Qadir Al-Gillani, Radhi_Allahu Anhu

گیارہ اسماء پاک حضرت غوث الاعظم

| | | |
|--------|-------------|-------------------|
| سید | مُحِی الدین | أَمْرُ اللّٰهِ |
| شیخ | مُحِی الدین | فَضْلُ اللّٰهِ |
| اولیاء | مُحِی الدین | أَمَانُ اللّٰهِ |
| مسکین | مُحِی الدین | نُورُ اللّٰهِ |
| غوث | مُحِی الدین | قُطْبُ اللّٰهِ |
| سلطان | مُحِی الدین | سَیْفُ اللّٰهِ |
| خواجه | مُحِی الدین | فَرْمَانُ اللّٰهِ |
| مخدوم | مُحِی الدین | بُرْهَانُ اللّٰهِ |
| درویش | مُحِی الدین | آیۃُ اللّٰهِ |
| بادشاہ | مُحِی الدین | غَوْثُ اللّٰهِ |
| فہتیر | مُحِی الدین | مَشَافِدُ اللّٰهِ |

ترتیب مقالات

| صفحہ | عنوان | مقالہ | صفحہ | عنوان | مقالہ |
|------|--|-------|---|-------|-------|
| ۴۸ | ۱۸۔ ممانعتِ شکایت | ۵ | مقدمہ از مترجم | | |
| ۵۱ | ۱۹۔ ایفائے عہد | ۱۴ | ۱۔ صفاتِ مومن | | |
| ۵۳ | ۲۰۔ شکوک و شبہات | ۱۴ | ۲۔ راہِ نجات | | |
| ۵۵ | ۲۱۔ مکالمہ ابلیس | ۱۸ | ۳۔ آغاز و انجامِ مومن | | |
| ۵۶ | ۲۲۔ آزمائشِ مومن | ۱۹ | ۴۔ فنائے خواہشات کا ثمرہ | | |
| ۵۷ | ۲۳۔ مقسوم پر رضامندی | ۲۱ | ۵۔ حقیقتِ دنیا | | |
| ۵۹ | ۲۴۔ ور مولیٰ سے پیوستگی | ۲۲ | ۶۔ مخلوق سے بے تعلقی | | |
| ۶۰ | ۲۵۔ منازلِ ایمان | ۲۵ | ۷۔ احوالِ معرفت | | |
| ۶۲ | ۲۶۔ عظمت و جبروت | ۲۸ | ۸۔ قربِ الہی اور اس کے آداب | | |
| ۶۶ | ۲۷۔ حقیقتِ خیر و شر | ۳۰ | ۹۔ کشف و مشاہدہ | | |
| ۷۱ | ۲۸۔ احوالِ ساکب | ۳۱ | ۱۰۔ نفس اور اس کی کیفیات | | |
| ۷۲ | ۲۹۔ تنگدستی اور کفر | ۳۶ | ۱۱۔ معاشی تنگی میں مسلمانوں کا طرزِ عمل | | |
| ۷۳ | ۳۰۔ مقامِ صبر | ۳۷ | ۱۲۔ مال و دولت | | |
| ۷۵ | ۳۱۔ معیارِ محبت و عداوت | ۳۷ | ۱۳۔ تسلیم و رضا | | |
| ۷۶ | ۳۲۔ محبتِ الہی کا مقام | ۴۱ | ۱۴۔ مقبولانِ بارگاہ | | |
| ۷۸ | ۳۳۔ انسانی مدارج | ۴۲ | ۱۵۔ خوف و رجا | | |
| ۸۰ | ۳۴۔ افعالِ خداوندی پر اعتراض کی ممانعت | ۴۳ | ۱۶۔ توکل اور رزقِ مہلک | | |
| ۸۳ | ۳۵۔ پرہیزگاری کا مقام | ۴۶ | ۱۷۔ واسطہٴ مرشد | | |

| | | |
|-----|--|--|
| ۱۲۱ | ۵۹۸۵۔ مصائب پر صبر اور نعمت پر شکر | ۳۶۔ دنیا اور آخرت |
| ۱۲۲ | ۶۰۹۰۔ ابتداء و انتہاء | ۳۷۔ حمد اور اس کے نقصان |
| ۱۲۶ | ۶۱۹۲۔ مراتب ورع و تقویٰ | ۳۸۔ صدق و نصیحت |
| ۱۲۸ | ۶۲۹۲۔ محبت اور اس کے آداب | ۳۹۔ شتقاق و وفاق و نفاق |
| ۱۲۹ | ۶۳۹۲۔ معرفت کی ایک قسم | ۴۰۔ گروہ اصفیاء میں شامل ہونے کے آداب |
| ۱۳۰ | ۶۴۹۳۔ زندگی جسے موت نہیں | ۴۱۔ فنا اور اس کی کیفیات |
| ۱۳۰ | ۶۵۹۶۔ قبولیت و عا میں تاخیر کی حکمتیں | ۴۲۔ حالاتِ نفس |
| ۱۳۲ | ۶۶۹۸۔ کثرتِ دعا باعثِ رحمت ہے | ۴۳۔ غیر اللہ سے سوال کی ممانعت |
| ۱۳۳ | ۶۷۹۸۔ جہاد بالنفس | ۴۴۔ عرفا کی بعض دعاؤں کی عدم قبولیت کے اسباب |
| ۱۳۶ | ۶۸۹۹۔ کل یوم ہونی شان | ۴۵۔ نعمت و آزمائش |
| ۱۳۸ | ۶۹۱۰۳۔ بارگاہِ خداوندی سے سوال کے آداب | ۴۶۔ ذکر خدا کی فضیلت |
| ۱۴۰ | ۷۰۱۰۵۔ عبادات توفیقِ خداوندی کا نتیجہ ہیں | ۴۷۔ تقرب الی اللہ |
| ۱۴۱ | ۷۱۱۰۵۔ محب و محبوب | ۴۸۔ مقاماتِ فرائض و سنن |
| ۱۴۲ | ۷۲۱۰۶۔ بازار میں داخل ہونے کے آداب | ۴۹۔ غیظ اور بیداری |
| ۱۴۳ | ۷۳۱۰۷۔ اولیاء اللہ نباضِ فطرت ہیں | ۵۰۔ قرب اور بعدِ خداوندی |
| ۱۴۵ | ۷۴۱۰۸۔ کائنات کی ہر شے توحیدِ خداوندی پر دلیل ہے | ۵۱۔ مقامِ زہد |
| ۱۴۶ | ۷۵۱۱۱۔ حقیقت فقر و تصوف | ۵۲۔ نزدیکیں راہِ بیش بود حیرانی |
| ۱۴۷ | ۷۶۱۱۳۔ وصیتِ غوثیہ | ۵۳۔ رضا و فنا |
| ۱۴۹ | ۷۷۱۱۴۔ تعلق باللہ اور تعلق بالخلق | ۵۴۔ وصول الی اللہ کا طریق |
| ۱۵۰ | ۷۸۱۱۶۔ طریقت کے اصول عشرہ | ۵۵۔ ترک لذات |
| ۱۵۳ | ۷۹۱۱۸۔ آخری حکمت آمیز نصیحتیں | ۵۶۔ مراتبِ فنا |
| ۱۵۴ | ۸۰۱۲۰۔ وصالِ مبارک | ۵۷۔ قبض و بسط |
| | | ۵۸۔ تمام اطراف سے صرف نظر |



پیش لفظ

یوں تو شخصیات کو پرکھنے کے دنیا میں کئی پیمانے ہیں مگر شہرت عام اور مقبولیت امام ایک ایسا پیمانہ ہے جس کے ذریعے گردشِ ایام اور انقلاباتِ عالم کو سامنے رکھتے ہوئے ہم کسی بھی شخصیت کو باسانی جانچ سکتے ہیں۔ علماء و مشائخ، ارباد و شعراء، سلاطین و ملوک اور اربابِ فنون میں سے کئی لوگ آسمانِ شہرت کا ستارہ بن کر چمکے اور دنیا پر چھا گئے لیکن وقت گزرنے کے ساتھ آہستہ آہستہ ان کی وہ شہرت گھٹتی چلی گئی، البتہ ان میں سے بعض ایسی نامور ہستیاں اور قد آور شخصیتیں ہو گزری ہیں کہ اپنے علم و عمل اور گرانقدر خدمات کی بنا پر لوگوں کے دلوں میں وقت کے ساتھ ساتھ ان کی محبت و عقیدت بڑھتی جاتی ہے، اس نکتہٴ نگاہ سے اگر دیکھا جائے تو صوفیاء و مشائخ کے تمام سلاسل میں سب سے پہلے جس عظیم ہستی پر نگاہ پڑتی ہے وہ قطب الاقطاب شیخ شیعون العالم محبوب سبحانی غوثِ صمدانی سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ گرہی ہے کہ جن کی عظمت، اور عوام و خواص کے دلوں میں محبت و عقیدت، نو سو سالہ طویل عرصے کے حوادث اور انقلابات کے باوجود قائم و دائم ہے، بلاشبہ یہی وہ عظیم لوگ ہیں جن کی محبت و عظمتوں کے جھنڈے انسانی قلوب میں گڑے ہوئے ہیں اور جن کی رفعتوں کے افسانے آفتاب و ماہِ تاب کی بانوں میں

حضر خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

اسم گرامی عبدالقادر، کنیت ابو محمد، اور لقب محی الدین قرار پایا، ربانِ خلق نے ابتدائی حالات

جو اپنی واقعیت اور حقیقت کی بنا پر ایک طرح کا نام ہو گئے، آپ ۴۰۰ھ اور ایک روایت میں ۴۱۱ھ میں طبرستان کے نواحی قصبہ جیلان میں پیدا ہوئے اسی کو گیل اور گیلان بھی کہتے ہیں، بعض محققین کے مطابق جیلان یا گیلان سارے علاقے کا نام تھے جس میں کئی قصبے شامل ہیں ان کے نزدیک آپ کی پیدائش قصبہٴ نیف میں ہوئی۔

۱۔ ہیجۃ الاسرار مولفہ الشیخ نور الدین ابراہیم علی بن یوسف اثناعشری ملبورہ مصر : ۸۸

۲۔ اخبار الاخیار شیخ عبدالحق محدث دہلوی ملبورہ ممبائی دہلی : ۹

۳۔ ہیجۃ الاسرار : ۸۸، ۸۹

سببی سیادت دونوں طرف سے حاصل تھی والد گرامی کی طرف سے سلسلہ نسب سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے اور والدہ ماجدہ کی طرف سے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ تک گویا آپ کا سلسلہ نسب سلسلہ الذہب سے نسب خانی یوں ہے محی الدین ابو محمد عبد القادر بن ابی صالح جنگی دوست موسیٰ بن ابی عبد اللہ بن یحییٰ الزاہد بن محمد بن داؤد بن موسیٰ بن عبد اللہ بن موسیٰ ایمن بن عبد اللہ المحض بن الحسن المثنیٰ بن الحسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم منقول ہے کہ رمضان المبارک میں دن کے وقت دودھ نہیں پیتے تھے۔ چنانچہ یہ بات عام مشہور ہو گئی کہ سادات کے گھرانے میں ایک ایسا بچہ پیدا ہوا ہے جو رمضان میں دن کے وقت دودھ نہیں پیتا۔ ابتدا ہی سے پیشانی مبارک سے رشد و ہدایت کے آثار ہریداتھے، سب سے پہلے قرآن مجید حفظ کیا اور پھر دوسرے اسلامی علوم کی تحصیل میں مشغول ہو گئے۔ اٹھارہ برس کی مختصر عمر میں وطن مالوف کو خیر باد کہہ کر وقت کے مشہور علمی مرکز بغداد کا رخ کیا، والدہ ماجدہ رخصت ہوتے وقت چالیس دینار کی تحفہ کی تھیں تھماٹے ہوئے نصیحت کی کہ راستی و صدق کسی مال میں نہ چھوڑنا، راستہ میں قافلہ پر ڈاکوؤں نے حملہ کیا ہر شخص مال چھپانے جان بچانے کی فکر میں ہوا مگر اس سعادت مند فرزند اور اللہ کے برگزیدہ بندے نے صاف صاف اپنی مالیت بیان کر دی ڈاکو راستبازی اور دیانت کی اس کرامت پر دمگ رہ گئے اور تائب ہو کر داخل بیعت ہوئے بغداد پہنچ کر اپنے دور کے نامور اور ماہر اساتذہ سے آپ نے علوم و فنون کی تکمیل فرمائی بعض روایات کے مطابق مشہور اسلامی یونیورسٹی نظامیہ میں بھی زیر تعلیم رہے۔ فطری صلاحیت اور علمی ماحول نے سونے پر سہاگے کا کام کیا اور مختصر عرصے ہی عرصے میں آپ ایک جید عالم دین اور نامور بزرگ کے طور پر معروف ہو گئے۔

بغداد ہی میں مسند درس و تدریس اور افتاء پر متمکن ہوئے صبح و شام دونوں آپ کا علمی مقام وقت تفسیر، حدیث، مذہب، اخلاقیات، اصول اور نحو کا درس آپ کا معمول تھا، جلد ہی آپ کے علمی تبحر اور فتویٰ نویسی کی دھاک بیٹھ گئی۔ آپ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہما کے مسلک پر فتوے دیتے تھے۔ بعض حضرات کے خیال میں ابتداءً آپ شافعی المسلک تھے

۱۔ آپ جنگجو اور مجاہد تھے اس لیے جنگی دوست کے لقب سے مشہور ہوئے آپ کا اسم گرامی موسیٰ ہے، بعض حضرات نے یہ دو مختلف نام سمجھے ہیں جو غلط ہے۔ ۲۔ طبقات اکبری شیخ عبدالوہاب الشعرانی ج ۱: ۱۰۸ مطبوعہ مصر

۳۔ اخبار الاخیار شیخ عبدالحق محدث دہلوی مطبوعہ مقبائی: ۱۶ ۴۔ تصوف اسلامی علامہ لاجوردی باری مطبوعہ الدہ: ۸۰

جبکہ آخری عمر میں جنابلی مکتب فکر کی طرف میلان زیادہ ہو گیا تھا۔ چنانچہ آپ کی ذات گرامی مرجع الکمل اور امام العلماء کی حیثیت اختیار کر گئی، اطراف و اکناف کے علاوہ عالم اسلام کے دور دراز مقامات سے تشنگانِ علوم کچھ چلے آنے لگے، عراق کے علماء تمام مشکل مسائل میں آپ ہی کی طرف رجوع کرتے چنانچہ بیسویں ایسے مسائل جن کے حل میں علمائے وقت پریشان تھے آپ کی بارگاہ سے حل ہوئے، ایک دفعہ ایک شخص نے قسم اٹھائی کہ ”اگر میں تنہا ایسی عبادت نہ کروں جو میرے بغیر اس وقت رکوع زمین پر کوئی نہ کر رہا ہو تو میری بیوی کو طلاق ہو“۔ علماء کے سامنے یہ مسئلہ پیش ہوا تو وہ حیران و پریشان ہوئے بالآخر حضرت غوثِ اعظم کی خدمت میں یہ سوال پیش کیا گیا آپ نے فرمایا: ”وہ شخص مجھ کو مکر جائے اور مطاف خالی کر اگر طواف کرے“ یہ جواب سُن کر سارے علماء سرنگوں ہو گئے اور پکار اُٹھے سبحان من انعم علیہ۔ ایک دفعہ مجلس مبارک میں ایک قاری نے قرآن مجید کی ایک آیت تلاوت کی۔ آپ نے اس آیت کی تفسیر شروع کی چنانچہ آپ نے گیارہ ایسی مختلف تفسیریں بیان فرمائیں جو حاضرین سمجھتے تھے اس کے بعد آپ نے وہ تفسیر شروع کی جسے سامعین سمجھنے کی طاقت نہ رکھتے تھے۔ اس آیت کی چالیس مختلف تفسیریں اس انداز سے بیان فرمائیں کہ ہر تفسیر بدل اور ہر ایک کی اس طرح تشریح کی کہ سامعین عیش و عشرت کر اُٹھے اس کے بعد فرمایا اب ہم قرآن سے حال سے طرف آتے ہیں یہ سنتے ہی مجمع میں آم و بکاکاؤ شور مٹا کہ کسی کو تن بدن کا ہوش نہ رہا۔

آپ کا اپنا بیان ہے کہ ”ایک دفعہ میں صحرائے عراق میں عبادت میں مشغول تھا میں نے دیکھا کہ آسمان سے زمین تک نور پھیل گیا ہے یکایک اس میں سے آواز آئی: ”عبدالقادر! میں تیرا پروردگار ہوں میں نے ساری حرام چیزیں تیرے لیے حلال کر دی ہیں۔ میں نے لاحول و لا قوۃ پڑھ کر کہا، ”دور ہو اے لعین! اشنے میں وہ روشنی تاریکی سے بدل گئی اور آواز آئی: ”تو اپنے علم کی وجہ سے مجھ سے بچ گیا ہے ورنہ میں اس طرح ستر کاٹوں کہ گمراہ کر چکا ہوں۔“

اہلِ مذکورہ کے مطابق آپ کی نسبت ارادت براہِ راست سرورِ عالم **مندرجہ ذیل ہدایت** صلی اللہ علیہ وسلم سے تھی اور انوارِ فیوض کا نزول بھی براہِ راست

لے تاریخ مشاہیر اسلام قاضی سلیمان منصور پوری : ۸۱

لے ہجرت الاسرار : ۱۲

لے اخبار الاخبار : ۱۱

خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہوتا تھا تاہم ظاہری طور پر آپ نے قاضی ابوسعید مبارک مخزومیؒ سے نسبت قائم کی اور فرقہ خلافت حاصل کیا، ان کے علاوہ شیخ حمادؒ، شیخ ابویوسفؒ اور یعقوب بھائیؒ کی صحبت میں بھی رہے شیخ حماد شیخ صحبت تھے آپ کا ظاہری سلسلہ ارشاد اس طرح ہے آپ نے خرقہ مبارک قاضی ابوسعید مبارک مخزومیؒ سے انھوں نے شیخ ابوالحسن علی بن محمد القرشی سے انھوں نے ابوالفرح طرطوسیؒ سے انھوں نے ابوالفضل عبدالواحد التیمیؒ سے انھوں نے ابوبکر الشبلیؒ سے انھوں نے ابوالقاسم خلیفہ بغدادی سے انھوں نے ستری سقطیؒ سے انھوں نے معروف کرخیؒ سے انھوں نے داؤد طائیؒ سے انھوں نے حبیب عجمیؒ سے انھوں نے حسن بصریؒ سے انھوں نے امیر المومنین علی مرتضیٰؒ سے انھوں نے مرشد کل آقا و مولیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا۔ حضرت غوث اعظم سے پوچھا گیا کہ وہ کون سی چیز ہے جسے آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہ الوہیت سے حاصل کیا، اور آگے مشائخ آپ سے حاصل کرتے رہے؟ فرمایا: علم اور ادب۔ ابوالفتح ہروی کا بیان ہے کہ میں نے پورے چالیس سال حضرت غوث اعظم کی خدمت میں گزارے آپ یہ سارا وقت عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا فرماتے رہے۔ آپ کا اپنا بیان ہے کہ میں نے پچیس برس کا طویل عرصہ عراق کے ویرانوں اور بیابانوں میں گزرا، نہ لوگ مجھے جانتے تھے اور نہ میں لوگوں کو! معمول تھا کہ عشاء کی نماز کے بعد پورا قرآن مجید ختم فرماتے، انہی مجاہدات اور ریاضتوں کے بعد آپ اس مقام پر فائز ہو گئے جو اس راہ کا آخری مقام یعنی ”درجہ مجتبیٰ“ ہے چنانچہ آپ ارشاد و تلقین، رشد و ہدایت اور وعظ و نصیحت کے منبر پر جلوہ فگن ہوئے آپ کے وعظ سلوک و معرفت شریعت و طریقت اور فیوض و انوار الوہیت کا مظہر و سرچشمہ ہوتے۔ تھوڑے ہی عرصے میں ہزاروں کی تعداد میں لوگ ان نورانی مجلسوں میں شریک ہونے لگے اور حاضرین کی تعداد ستر ستر ہزار تک ہوا کرتی تھی، جن میں مشائخ عصر، علمائے دین، مفتیان کرام اور رجال الغیب بھی شامل ہوتے جب آپ کسی پر رونق افروز ہوتے تو آپ کی ہیبت کا یہ عالم ہوتا کہ حاضرین میں سے کوئی شخص ادھر ادھر لپکتا نہ لعاب دہن پھینکتا بلکہ تمام لوگ محو ہوتے، آپ کی اس پاکیزہ محفل میں بیک وقت چار چار سو قلم دوات آپ کی تقریر لکھ رہے ہوتے تھے اور کئی دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ کئی پروانے حقائق و معرفت کے لئے تشریف اسلام، اہل مکہ المخزومی یہ بغداد کے محلے مخزم کی طرف نسبت ہے جہاں زید بن مخرم کی اولاد میں سے کچھ لوگ بچے تھے

ان رموز کی تاب نہ لاتے ہوئے دورانِ وعظ جامِ شہادت نوش کر گئے۔ آپ کے ہر وعظ میں جہاں سینکڑوں کی تعداد میں چور، ڈاکو اور دوسرے بدفماش لوگ تائب ہوتے وہاں ہزاروں غیر مسلم یہودی، نصرانی اور مجوسی کلمہ طیبہ پڑھ کر حلقہ بگوشِ اسلام ہوتے، آپ کی تقاریر کا بنیادی فلسفہ کتاب و سنت کی پیروی، تعلق باللہ، توکل، مخلوق سے بے نیازی، ذکرِ خدا اور محبوبانِ بارگاہِ بالخصوص مرشدِ کل آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی سے نسبت کی استواری ہے چنانچہ فرماتے ہیں:

”بارگاہِ الوہیت کی طرف کتاب و سنت کے پروں سے پرواز کرو اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دو! آپ کی ذاتِ گرامی کو اپنا وزیر اور معلم بناؤ! وہی عالمِ ارواح کے حاکم، مریدوں کے مربی، مراد والوں کی مراد، نیکو کاروں کے امیر اور احوال و مقامات کے تقسیم کنندہ ہیں کیونکہ اللہ نے یہ چیزیں ان کے حوالے کر کے انھیں سب کا امیر بنا دیا ہے“

یوں تو تقریباً سب مشائخ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کرامات اور خرقِ عادات کے لحاظ سے آپ کا کوئی ثانی نہیں، امام عبد اللہ یافعی کا بیان ہے کہ آپ کی کرامات کی تعداد حد و شمار سے باہر ہے لیکن آپ کی مجلس وعظ تو بالخصوص کرامات کے ظہور کا مرکز اور ایک بہت بڑا ذریعہ تھی، چنانچہ آپ کی مجلس وعظ میں تمام انبیائے کرام، ادیبائے عظام کی آمد بکثرت و تعلیم کے لیے خود سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری بھی متعدد بار ہوئی۔ روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ وعظ فرما رہے تھے کہ چانک کرسی سے غلامیں تشریف لے گئے اور فرمانے لگے ٹھہریئے اے اسرائیلی! محمدی کی بات سنتے جاؤ! واپسی پر پوچھا گیا تو فرمایا کہ حضور علیہ السلام تیزی سے ہماری مجلس سے گزر رہے تھے ہم نے بڑھ کر انھیں روکا کہ ہماری باتیں سن کر جاؤ۔

آپ کے روحانی مرتبے کے سلسلے میں یہ بات بجا ہے خود بڑی اہم ہے کہ آپ کے معاصرین روحانی مرتبہ اور بعد میں آنے والے ہر سلسلے کے مشائخ و صوفیائے آپ کے حضور اپنے اپنے مقام پر گہمائے عقیدت پیش کیے ہیں اور آپ کے ساتھ انساب اپنے لیے باعثِ افتخار سمجھا ہے، آپ نصیحت کے اُس مقام پر فائز تھے جہاں انسان فنا فی اللہ ہو کر لامحدود ہو جاتا ہے اور دنیا اپنی وسعتوں سمیت

ایکے سامنے ذرہ حقیر اور محکوم ہو کر رہ جاتی ہے، چنانچہ آپ کا ارشاد ہے کہ ”جو شخص میرے مدرسے کے دروازے سے گزرنے کا اس پر روزِ محشر عذاب میں تخفیف ہوگی، اسی طرح فرماتے ہیں کہ سورج، سال، ماہ اور دن اپنے آغاز میں مجھے سلام کرتے ہیں اور اپنے اندر ہونے والے تمام واقعات کی مجھے اطلاع دیتے ہیں، میں تمام نیک اور بد لوگوں سے باخبر ہوں، میری آنکھیں لوح محفوظ پر لگی ہوئی ہیں۔“ شیخ ابوالقاسم کا بیان ہے کہ آپ نے فرمایا ”جو شخص مجھے تکلیف میں پکارے میں اس کی تکلیف دُور کرتا ہوں، جو رنج و مصیبت میں مجھے فریاد کرے اور میرے نام کی دُعا کی دے میں اس کی مدد کرتا ہوں اور جو شخص بارگاہِ الہی میں میرے واسطے سے اپنی حاجت طلب کرے اس کی وہ حاجت پوری ہو جاتی ہے۔“ منقول ہے کہ جب آپ شہر سے گزرتے تو ہزاروں لوگ دست بستہ اپنی حاجتیں لیے منتظر کھڑے ہوتے، یہی وہ عظیم مرتبہ ہے جس کی بنا پر آپ نے ایک دفعہ دورانِ وعظ فرمایا قدمی ہذا علی مرتبہ کحل دلی اللہ اس وقت محفلِ مبارک میں عراق کے پچاس عظیم المرتبت ولی موجود تھے ان میں چند ایک کے نام یہ ہیں: شیخ علی بن الہیتی، شیخ بقا بن بطو، ابوسعید القیلومی، ابوالنجیب السہروردی، الشہداء عمر السہروردی، ابوالبقا البقال، ابو حفص الکیمانی، ابو محمد البیعقوبی، ابو محمد الحریری۔

شیخ ماجد الکردی کا بیان ہے کہ اس فرمان پر رُوئے زمین کا کوئی ایسا ولی نہیں تھا جس نے اپنی گردن نہ جھکا لی ہو! تحدیثِ نعمت کے طور پر اپنے مقام کی طرف خود اپنے مشہور قصیدہ غوثیہ میں یوں اشارہ کرتے ہیں: ۷

| | |
|--------------------------------|-------------------------------|
| واطلعنی علی سِرِّ قَدِیم | وقلّدنّی و اعطانی سوالی |
| وولاتنی علی الاقطابِ جمعاً | فحکمی نافذاً فی کلّ حال |
| انا البازی اشہب کلّ شیخ | ومن ذانی الرجال اعطی مثالی |
| طبعونی فی السّماء والارض وقتاً | وشاوس السّعادة قد بدالی |
| نظرت الی بلاد اللّٰہ جمعاً | فخر دلّی علی حکم اتصال |
| وکل ولیّ لہ قدّم و اتّی | علیّ قدّم النّبی بدس الکمالیؐ |

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے اخبارِ الاخیار میں آپ کا نام نامی یوں لیا ہے، قطب الوقت،

لہ تلامذہ الجواہر: ۱۵، الشیخ محمد بن یحییٰ اتنادنی الخبلی مطبوعہ مصر ۲۶، ایضاً: ۲۶، ۳۶، ایضاً: اخبار و لاخبا: ۱۰، قصیدہ غوثیہ مطبوعہ نوری کتب خانہ: ۳۵، ۳۶،

سلطان الوجود، امام الصدیقین، حجتہ العارفین، روح المعرفہ، قلب الحقیقہ، خلیفۃ اللہ فی ارضہ و وارث کتابہ و نائب رسولہ، الوجود البحت، والنور الصرف، سلطان الطریق، والمتصرف فی الوجود علی التحقيق رضی اللہ عنہ۔

آپ کے روحانی مقام اور فضائل و کمالات کی طرف جب نگاہ اٹھتی ہے تو مجبوراً یہی فیصلہ کرنا پڑتا ہے کہ

لسان النطق عنه اخرس

جو لوگ بلا سوچے سمجھے تصوف کو عجیبی پورا قرار دیتے ہیں، انہیں چاہئے
آپ کا طریق تصوف کہ حضرت غوث اعظم کی تصنیفات بالخصوص فتوح الغیب کا مطالعہ کریں اور اندازہ لگائیں کہ اسلامی تصوف اور عجیبی تصوف میں کتنا فرق ہے، آپ کا طریق ان امور پر مشتمل تھا تفویض و تسلیم، قلب و روح کی موافقت، ظاہر و باطن کا اتحاد، صفات بشری سے چھٹکارا، نفع و نقصان اور قرب و بعد سے بے نیازی، تمام حالات میں ثبوت مع اللہ، تخرید توحید اور توحید تفرید، جس کے ساتھ مقام عبودیت میں حضور ہو، اور عبودیت کمال ربوبیت سے مستفید ہو، ہر لمحے کتاب و سنت کی پابندی، اتباع شریعت اور اسرار حقیقت کا مشاہدہ۔ آپ کی پاکیزہ زندگی سنت و سیرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی جاگتی تصویر تھی فتوح الغیب کی ایک ایک سطر میں اتباع سنت، پیروی شریعت، صبر، اخلاص، زہد، توکل اور تقدیر پر رضا مندی کی دعوت ہے، آپ کی تصنیفات میں فلسفیانہ موٹو سگافیوں کے برعکس حقائق کو فطری زبان میں بیان کیا گیا ہے، ان میں دلوں کے لیے اپیل اور دماغوں کے لیے کشش ہے، آپ کی تصانیف میں دلائل نہیں بلکہ نتائج کا بیان ہے، آپ نے سماع کے قسم کی کوئی چیز نہیں سنی بلکہ ذکر خداوندی اور اتباع سنت سے وہی کام لیا جو دوسرے مشائخ سماع وغیرہ سے لیتے ہیں۔

باقیات کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو بڑی برکت دی، آپ کی
باقیات صالحات معنوی اور روحانی اولاد کا سلسلہ جتنا وسیع ہے صلبی اور نسبی اولاد بھی اسی طرح پورے عالم اسلام میں پھیلی ہوئی ہے، سلسلہ عالیہ قادریہ جو تمام سلاسل سے بڑا اور

فوقیت رکھتا ہے کے پروکار اسلامی دنیا کے ہر گوشے میں پھیلے ہوئے ہیں قادر یہ سلسلہ کی خافت ہیں چچے چچے پر موجود ہیں اسلام کی تبلیغ اور نشر و اشاعت کے سلسلے میں اس سلسلے کے مشایخ و صوفیاء نے اپنے مقتداء و بانی سلسلہ کے نقش قدم پر گراں قدر خدمات انجام دی ہیں، اور رہتی دنیا تک ان کے یہ کارنامے سنہری حروف سے لکھے جائیں گے، چونکہ حضور غوث اعظمؒ کے فقر و تصوف کی بنیاد اتباع سنت پر شدت کے ساتھ پابندی پر ہے یہی وجہ ہے کہ قادر یہ سلسلے کی خافتا ہوں میں آج بھی نسبتاً زیادہ دینی اور اسلامی ماحول پایا جاتا ہے، آپ نے چار شاہدیاں کیں جن سے اللہ تعالیٰ نے کثرت سے اولاد عطا فرمائی، آپ کے جن صاحبزادوں کے نام یہیں مل سکے وہ یہ ہیں: (۱) سید عبدالوہاب (۲) شیخ عیسیٰ (۳) شیخ ابوبکر (۴) سید عبدالجبار (۵) سید عبدالرزاق (۶) سید ابراہیم (۷) سید محمد (۸) سید یحییٰ (۹) سید عبداللہ (۱۰) سید موسیٰؒ یہ سارے کے سارے عالم باعمل متقی پرہیزگار اور اپنے والد گرامی کے نقش قدم پر کار بند رہے۔ ان کی پاکیزہ زندگیوں کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید یہ محاورہ انہی نفوس قدسیہ کے لیے وضع ہوا: الولد سرّاً لابیہ، آگے ان کی نسل چلی جس نے ساری دنیا میں آپ کے فیوض و انوار پہنچائے۔

حقیقت یہ ہے کہ آثار اور باقیات کے سلسلے میں یہ بات فی الواقع بہت اہم ہے کہ ہر دور میں لاکھوں انسان اس کے فرمودات و فیوضات کو سینہ بسینہ محفوظ کر کے آگے منتقل کرتے رہیں، تاہم تعانیف کے میدان میں بھی آپؐ کی پیروی نہیں رہے، آپ نے مندرجہ ذیل تعانیف چھوڑیں:

- | | |
|-----------------------|-----------------------|
| (۱) غنیۃ الطالبین | (۲) فتوح الغیب |
| (۳) الفتح الربانی | (۴) جلاء الخاطر |
| (۵) الیواقیت والحکم | (۶) الفیوضات الربانیہ |
| (۷) حزب بشائر الخیرات | (۸) المواہب الرحمنیہؒ |

آپ انتہائی کریم النفس اور وسیع الاخلاق تھے۔ کمزور لوگوں کے ساتھ اخلاق و عادات نشست و برخاست پسند فرماتے، فقراء کی تواضع کرتے، چھوٹوں پر شفقت اور بڑوں کا احترام کرتے، ہمیشہ سلام میں پہل کرتے، لوگوں کی غلطیوں اور لغزشوں سے

لے قلام الجواہر: ۴۲، ۴۳۔ صفحہ تصوف اسلام مولانا عبد الماجد دریابادی، ۸۰۔ بحوالہ مارگولیتھ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام

درگزر فرماتے، جو بھی آپ کے سامنے جھوٹ بولتا یا غلط بات کرتا اس کی پردہ پوشی فرماتے، ہمیشہ خوش رہتے، آپ کی مہمان نوازی ضرب المثل تھی، ہزاروں لوگ دونوں وقت دسترخوان پر کھانا کھاتے لیکن خود اپنے گاؤں کی خالص حلال و طیب آمدنی میں سے خورد و نوش کا انتظام فرماتے، خلفاء وقت اور امراء کے ان جانے کی ہرگز عادت نہ تھی، بدکار، فاسق، امراء اور ظالم لوگوں کی تعظیم کے لیے کبھی نہ اٹھتے، اگر خلیفہ کی آمد ہوتی تو مکان کے اندر تشریف لے جاتے اور خلیفہ کی آمد کے بعد نکلتے تاکہ اس کی تعظیم کے لیے اٹھنا نہ پڑے، اگر خلیفہ یا کسی گورنر کے نام نامہ مبارک کی ضرورت پیش آتی تو یوں تحریر فرماتے کہ "عبدالقادر کا تجھ سے ارشاد ہے اور اس کا ارشاد تجھ پر نافذ ہے"، خلفاء اور حکام والا نامہ کو چوم کر سر آنکھوں پر جگہ دیتے۔ ایک دفعہ جامع مسجد میں آپ کو چھینک آئی تشمیت میں ساری مسجد یرحمک اللہ کی آواز سے گونج اٹھی، خلیفہ مستنجد باللہ جو اس وقت مسجد کے محراب میں موجود تھا پریشان ہو گیا اور پوچھنے لگا، یہ کیسی آواز ہے؟ اسے بتایا گیا کہ شیخ عبدالقادر جیلانی کی چھینک کے جواب میں لوگ یرحمک اللہ سے تشمیت کر رہے ہیں۔

بادشاہوں سے ہر قبول نہیں فرماتے تھے، اس کے علاوہ اگر کوئی تحفہ یا نذرانہ آتا تو اسے قبول کر کے فوراً تقسیم فرما دیتے ایک دفعہ خلیفہ وقت مستنجد باللہ نے حاضر ہو کر اشرافیوں کے دس توڑے پیش کیے، حسب معمول انکار فرمایا، ادھر سے اصرار بڑھا آپ نے ایک توڑا اپنے داہنے ہاتھ اور دوسرا بائیں ہاتھ سے اٹھا کر دونوں کو گرڈا تو اشرافیوں سے خون بننے لگا، خلیفہ سے ارشاد فرمایا کہ اللہ سے شرم نہیں آتی انسانوں کا خون کھاتے ہو اور اسے جمع کر کے میرے پاس لاتے ہو، راوی کا بیان ہے کہ یہ دیکھ کر خلیفہ بیہوش ہو گیا، منقول ہے کہ ایک دفعہ حج کے لیے روانہ ہوئے بغداد سے تھوڑے فاصلے پر ہی منزل کی، علاقے بھر کے علماء اور رؤسا جمع ہو گئے۔ ہر ایک کی خواہش تھی کہ آپ میرے ہاں قیام فرمائیں لیکن آپ نے فرمایا کہ ایسا گھرانہ دیکھو جس سے زیادہ مفلس اور غریب اور کوئی نہ ہو، چنانچہ ایک ایسی بوڑھی مسکین عورت جس کا ضعیف العمر خاوند اور ایک بچی کے علاوہ کوئی نہ تھا کی گتیا میں اترے، نذرانوں اور ہدایا کی فتوحات شروع ہوئیں، صبح تک نقد اور جنس کے ڈھیر لگ گئے اور سینکڑوں جانور اکٹھے ہو گئے آپ نے وہ سارا مال و متاع ان

شفیع العمر میاں بیوی کو عطا کر دیا اور چل دیئے! چونکہ آپ دلوں کے کھٹکوں اور بحیدروں پر فوراً مطلع ہو جاتے تھے، اس لیے مجلس مبارک ہیبت و وقار کا مرقع ہوتی، محفل میں کسی کو سوال کرنے یا کچھ مانگنے کی نوبت بہت کم آتی اُدھر دل میں خیال آیا، اُدھر اس پر عمل ہو گیا، وصال مبارک کا مفصل تذکرہ فتوح الغیب کے آخر میں آپ کے صاحبزادے سید عبدالوہاب کی زبانی بیان ہوا ہے اس لیے اس کے دُہرانے کی ضرورت نہیں، کسی اہل دل نے آپ کی پیدائش مبارک، عمر اور وصال کو اس شعر میں کس خوبی سے سمویا ہے۔

سین کامل و عاشق تولد
وناش داں کہ امشوق^۳ الہی^۴

فتوح الغیب اور اس کے تراجم برصغیر کو سب سے پہلے فتوح الغیب سے روشناس کرایا، کیونکہ حضرت محدث دہلوی سے پہلے اس طرف لوگ اس نورانی صحیفے سے بے خبر تھے آپ نے اس کا ایک نسخہ مکہ مکرمہ میں شیخ عبدالوہاب المتقی قادری کے پاس دیکھا واپسی پر ہندوستان میں ایک دوسرا نسخہ بھی مل گیا چنانچہ آپ نے ارادہ کیا کہ فتوح الغیب کی فارسی شرح اور ترجمہ لکھوں، خود اُن کی زبانی سنئے:

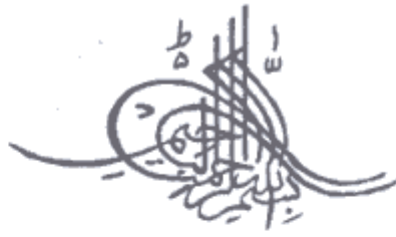
”جب وطن واپس آیا تو اس کتاب کے مطالعہ سے مشرف ہوا اور مدتوں اس کا ورد اور وظیفہ رکھا اس کے الفاظ و معانی اور اشارات کی فہم میری قوت اور حوصلے سے بالاتر تھی اور انساب کتاب کی ہیبت اور ادب مانع تھا کہ میں کچھ غور و فکر کروں ناگاہ رئیس الابدال شاہ ابوالمعانیؒ کی جناب سے مجھے پیغام پہنچا کہ فتوح الغیب کا ترجمہ کرو! خوف و ہیبت کی وجہ سے میں اپنے اندر اس کی ہمت نہ پاتا تھا، حتیٰ کہ میں لاہور آپ کی خدمت میں بغرض زیارت حاضر ہوا، تو دوبارہ ترجمے کے لیے حکم ہوا، میں نے عذر کیا کہ یہ میری طاقت سے زیادہ ہے سہ بارہ حکم ہوا، ہمت بندھی، ڈر جاتا رہا تا ئید غیبی شامل حال ہوئی اور

میں نے ترجمے کا آغاز کیا۔

ظاہر بات ہے کہ جہاں شیخ عبدالحق محدث دہلوی ایسے بزرگ ترساں اور ہیبت زدہ ہیں تو راقم السطور ایسے لوگ کس شمار و قطار میں ہیں کہ وہ ایسے جلیل القدر سلطان المشائخ کی ترجمانی کا فریضہ انجام دے سکیں! میں فتوح الغیب پر تبصرہ کرنے کی حیثیت میں نہیں ہوں جو اس کے متعلق کچھ باننا چاہے وہ اسے پڑھے اور بار بار پڑھے، یہ وہ عظیم کتاب ہے جو انسان کو سینکڑوں کتابوں سے بے نیاز کر کے معارف و حقائق سے مالا مال کر سکتی ہے۔ میرے پاس فتوح الغیب کے چار مختلف نسخے رہے ہیں اور میں نے ایک سال کا پورا عرصہ اس کتاب کے ترجمے میں صرف کیا ہے مختلف نسخوں کے باہمی مقابلے، غور و فکر اور انتہائی احتیاط کے ساتھ یہ فریضہ انجام دیا ہے ایسی کتابوں کے تراجم میں جو دقتیں پیش آتی ہیں اہل علم ان سے بخوبی واقف ہیں ترجمے میں متن کو مقدم رکھ کر اردو زبان و محاورے کی کافی رعایت برتی گئی ہے اس کے باوجود اگر کہیں میں حضرت غوثیت مآب کی ترجمانی کا فریضہ صحیح انجام نہیں دے سکا یا الغرض کھا گیا ہوں تو یہ میری اپنی کوتاہی اور بے علمی ہے و ما توفیقی الا باللہ العظیم۔

سید محمد فاروق القادری ایم۔ اے۔
خانقاہ غوثیہ شاہ آباد شریف گڑھی اختیار خاں
۲۰۔ شعبان ۱۳۹۴ھ

۱۔ مقدمہ فتوح الغیب مطبوعہ لاہور تہذیبیہ مطبوعہ مکتبہ مصطفیٰ الباقی المصلی واولادہ مصر ۱۹۶۰ء
۲۔ مطبوعہ عبدالحمید احمد حنفی شارح المشد الحنفی مصر ۱۳۵۶ھ ۴۔ فتوح الغیب مترجم مع متن
ترجمہ سید سکندر شاہ ۱۹۲۹ء ۴۔ فتوح الغیب مع شرح مشیخ عبدالحق محدث دہلوی مطبع مجتہد علی



(۱) صفاتِ مومن

ہر مومن کے لیے تمام حالات میں تین چیزوں پر کاربند رہنا ضروری ہے۔ پہلے احکاماتِ خداوندی کی تعمیل کرے، دوسرے تمام ناپسندیدہ امور سے اجتناب کرے اور تیسرے جو کچھ بارگاہِ رب العزت سے مقدر ہے اس پر راضی رہے، ایک مومن کی ادنیٰ کیفیت یہ ہے کہ وہ کسی بھی حال میں مذکورہ تینوں امور کو اپنے ہاتھ سے نہ جانے دے، اپنے قلب کو پوری طرح اس طرف متوجہ رکھے، اپنے نفس سے انہی باتوں کی گفتگو کرے، اور تمام حالات میں اپنے اعضاء و جوارح کو انہی امور کی بجا آوری میں مشغول رکھے۔

(۲) راہِ نجات

سنتِ نبویؐ کی پیروی کرو، بدعات میں نہ پڑو۔ خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو۔ ان کے فرمودات سے باہر قدم نہ رکھو۔ اللہ تعالیٰ کو ایک جانو، اس کے ساتھ شریک مت ٹھہراؤ، اس کی پاکیزگی پر ایمان رکھو اس پر تہمتیں نہ دھرو، اس کی تصدیق کرو اور شک کو راہ نہ دو۔ صبر اختیار کرو۔ اول برواشتہ مت بنو۔ ثابِت قدم رہو، پیچھے نہ ہٹو۔ اسی سے سوال کرو اور خمیدہ خاطر ہونے کی بجائے انتظار کرو۔ رحمتِ خداوندی کے امیدوار رہو، ناامید مت بنو۔ عبادت میں اگٹھے رہو منتشر نہ ہو جاؤ، باہمی محبت و خلوص روا رکھو، اور ایک دوسرے کے لیے دل میں غصہ پیدا نہ ہونے دو۔ اپنے دامن کو گناہوں سے داغدار ہونے سے بچاؤ اور اپنے رب کی اطاعت سے خود کو آراستہ کرو، اس کے در فیض سے دوری اختیار نہ کرو، اور

نہ ہی اس کی طرف متوجہ ہونے سے جی چڑاؤ۔ بارگاہِ خداوندی میں توبہ کرنے اور اپنے گناہوں کی
 معافی چاہنے میں رات ہو یا دن ہرگز تاخیر نہ کرو، اور نہ ہی اس سلسلے میں ملول ہو، شاید رحمتِ
 خداوندی کا سایہ تمہیں اپنی پناہ میں لے لے، اور جہنم کے بھڑکتے شعلوں سے نجات پا کر خوش و خرم
 جنت کی مسرتوں سے شاد کام ہو جاؤ، اور تمہیں وصالِ خدا حاصل ہو جائے اور اس جائے امن و
 سکون میں تجھے طرح طرح کی نعمتوں سے نوازا دیا جائے اور تمہیں یہ انعامات سدا حاصل رہیں وہاں
 تمہیں بہترین سواریاں، خوب صورت خوریں، عطریات اور خوش آوازی جیسی نعمتیں میسر ہوں گی
 اور تمہیں جنت میں انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ہمراہ مقامِ علیین سے مشرف کیا جائیگا

(۳) آغاز و انجامِ مومن

جب بندہ کسی مصیبت میں مبتلا ہو جاتا ہے تو اس سے چٹکارا پانے کے لیے پہلے وہ
 اپنی سی سچی کرتا ہے، اگر اس طرح نجات نہیں پاتا تو دوسروں مثلاً بادشاہوں، حکام اور
 دنیا داروں سے مدد طلب کرتا ہے اور اگر بیمار ہو تو دکھ درد سے بچنے کی خاطر معالجوں سے رجوع
 کرتا ہے۔ اگر یہ بھی اس کو نجات نہ دلا سکیں تو وہ اپنے رب ذوالجلال کے حضور میں گڑ گڑا کر
 دعا کرتا ہے۔ الغرض جب تک وہ خود اپنی مشکل سے نجات پاسکتا ہے، اس وقت تک دوسرے
 لوگوں سے مدد طلب نہیں کرتا اور جب تک مخلوق سے اس کی مقصد برآری ہوتی رہے وہ اپنے
 خالق کی طرف توجہ نہیں کرتا، جب خالق بھی اس کو نجات نہ دے تب وہ اس کے درپردائم
 پڑا ہوا آہ و زاری کرتا رہتا ہے اور سدا اسی سے امیدِ رحمت باندھے ہوئے خوف و رجاء کی
 کیفیت سے دوچار رہتا ہے۔ جب اس پر بھی خدا نے بزرگ و برتر اس کی دعا کو قبولیت نہیں
 بخشا تو وہ تمام ظاہری اسباب سے ناظر توڑ بیٹھتا ہے۔ ایسے میں اس پر قضا و قدر کا عمل جاری
 ہو جاتا ہے جو اسے تمام اسباب و علالتی سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ اس کے بعد وہ خود مٹ جاتا ہے
 اور رُوح باقی رہ جاتی ہے وہ جو کچھ دیکھتا کرتا ہے، اسے فاعل حقیقی ہی کا عمل سمجھتا ہے اور اس
 طرح وہ توحیدِ کامل کے مقام پر فائز ہو جاتا ہے، الغرض وہ یہ یقین کر لیتا ہے کہ فاعل حقیقی صرف
 ذاتِ خداوندی ہے اور ہر حرکت و سکون اسی کی مشیت کے تابع ہے خیر و شر، سود و زیان

اور جو دوسرا اسی کے ہاتھ میں ہے۔ اسی طرح بست و کشاد، موت و حیات، عزت و ذلت اور غریت و ثروت اسی کے قبضہ قدرت میں ہے ایسی صورت میں بندہ خود کو دستِ قضا و قدر میں اس طرح مجملہ اختیارات بشری سے عاری پاتا ہے جیسے دایہ کے ہاتھوں میں طفلِ شیرخوار۔ غزال کے ہاتھوں میں میت اور چوگان سوار کے سامنے گیند، بالکل اسی طرح بندہ اپنے طور پر کوئی حرکت نہیں کر سکتا اور نہ ہی کسی دوسری چیز کو حرکت میں لاسکتا ہے، بلکہ اُسے تو خود ایک حالت سے دوسری حالت، ایک صفت سے دوسری صفت اور ایک وضع سے دوسری وضع میں تبدیل کیا جاتا ہے وہ تو اپنے مالکِ حقیقی کے حکم کا تابع اور اپنے آپ سے بے خبر ہوتا ہے اور اُس کی حالت یہ ہو جاتی ہے کہ اپنے رب کے حکم اور ذات کے سوا نہ کچھ اور دیکھتا ہے نہ سمجھتا ہے، وہ دیکھتا ہے تو اسی کی نگاہِ قدرت سے اور جو کچھ بھی سننا یا جانتا ہے وہ اسی کا کلام اور علم ہوتا ہے وہ اس کی نعمت سے سرفراز، اس کی قربت سے سعادت مند، اس کی نزدیکی سے آراستہ و مشرف اُس کے وعدے پر شاداں، اس سے مطمئن، اس کی گفتگو سے مانوس اور غیر کی باتوں سے بیزار ہوتا ہے، وہ اس کے ذکر کا طالب، اس کی پناہ کا چاہنے والا، اس سے استحکام پانے والا، اس پر توکل کرنے والا، اس کے نورِ معرفت سے ہدایت یافتہ، اس کے جامِ نور میں ملبوس، اس کے عجیب و غریب علوم کا جاننے والا اور اس کی قدرت کے اسرار و رموز سے باخبر ہوتا ہے۔ بندہ ذاتِ حق ہی سے سننا اور یاد رکھتا ہے، یہاں تک کہ اپنے رب کی ان عطا کردہ نعمتوں پر اس کی حمد و ثنا کرتا ہے اور شکر بجالاتے ہوئے دعائیں مشغول رہتا ہے۔

(۴) فمائے خواہشات کا ثمرہ

جب تو مخلوق کے تمام احوال سے اس طرح کٹ جائے کہ گویا تو ان کے لیے مر گیا ہے تو تجھے ذاتِ حق کی جانب سے یہ انعام کیا جائے گا کہ خدا نے تجھے اپنی رحمت کی آغوش میں لے لیا، اور تجھے تمام نفسانی خواہشات سے بے نیاز کر دیا ہے، جب تو خواہشاتِ نفس سے اپنا رابطہ منقطع کر لے تو تجھے پردہِ غیب سے یہ الہام ہو گا کہ تیرے رب نے اپنی رحمت سے نوازتے ہوئے تجھے تیرے ارادے اور آرزو سے بھی مبرا کر دیا ہے۔ جب تو اپنے ارادے اور

آرزو سے بھی ناظم توڑ بیٹھے تو تجھے اپنے رب سے یہ مشورہ سنایا جائے گا کہ اس نے تجھے اپنی رحمت سے مشرف کر کے حیاتِ جاودا بخش دی ہے، الغرض جس وقت (تو) اپنے ارادے و آرزو سے خود کو بالا کر دے تو تجھے ایک ایسی زندگی بخش دی جائے گی کہ جس کے بعد کوئی موت نہیں، تجھے ایسی تو نگری عطا کی جائے گی جس کے بعد کوئی افلاس نہیں ہوگا، تجھے بخشش و عطا کی ایسی دولت سے مالا مال کیا جائے جو ہمیشہ باقی رہے گی، تجھے ایسی مسرتوں سے ہمکنار کیا جائے گا کہ ان کے بعد غم و الم کا نشان تک باقی نہیں رہے گا، تجھے ایسے ناز و نعمت سے مالا مال کیا جائے گا کہ اس کے بعد کوئی محنت و سستی نہ ہوگی، تجھے علم کی وہ لازوال دولت بخش دی جائے گی کہ اس کے بعد ساری جہالتیں کا فور ہو جائیں گی اور تجھے اس طرح مامون و مصئون کر دیا جائے گا کہ اس کے بعد خوف کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہے گی۔ تجھے نیک بخت بنایا جائے گا بد بخت نہیں، تجھے عزت بخشی جائے گی ذلت نہیں، تجھے بارگاہِ رب العزت میں قرب حاصل ہوگا دوری نہیں، تجھے رفعت عطا ہوگی پستی نہیں، تیری تعظیم کی جائے گی تحقیر نہیں اور تجھے پاکیزہ بنایا جائے گا آلودہ نہیں، اس کے بعد لوگوں کی وہ تمام مراویں اور آرزوئیں جو وہ تجھ سے چاہیں گے پوری ہوں گی اور لوگ جو کچھ بھی تیری مدح و ثناء میں کہیں گے وہ درست ہوگا۔ پس تو (ایسا) اکسیر بن جائے گا (کہ مسِ نام کو بھی کندن بنا دے گا) پھر تو اس مقام کو پالے گا کہ کوئی تیرے رتبے کو نہیں پہنچ پائے گا، اور تو ایسا نیک بخت اور صاحبِ عظمت ہوگا کہ کوئی تیری مثل نہ ہوگا، اور ایسا یگانہ روزگار ہوگا کہ کوئی تیرا ہمسر نہ ہوگا، اور ایسا بے نظیر و بے مثال ہوگا کہ کوئی تجھ جیسا نہیں ہوگا۔ تو یگانوں کا یگانہ، تن تنہا، مستور سے بھی مستور اور رازوں کا راز ہو جائے گا، ایسی صورت میں تو ہر رسول، نبی اور صدیق کا وارث بن جائے گا، تجھے ولایت میں درجہ کمال حاصل ہوگا۔ ابدال تجھ سے کسب فیض کریں گے، تجھ سے لوگوں کی مشکلات حل ہوں گی۔ تیری ہی دعا سے بارانِ رحمت کا نزول ہوگا۔ تیری برکت سے کھیتیوں کو نمو حاصل ہوگا، تیری ہی امداد سے ہر خاص و عام، اہل سرحد، رعایا و حکام، قائدین قوم، افراد ملت الغرض تمام مخلوقات کی آفات و بلیات رفع ہوں گی۔ ایسے میں تو شہروں اور ان کے باشندوں کا امیر و منظم ہوگا، پس لوگ تجھ سے فیض حاصل کرنے کے لیے تیری طرف حق، درجہ و درجہ آئیں گے۔ اے

ہاتھ حکم خداوندی سے تیرے آگے عطیے اور نذرانے پیش کرنے اور خدمت بجالانے کے لیے دراز ہونگے اور اُن کی زبانیں ہر جگہ تیری مدح و ثنا بطریق احسن کرتی پھریں گی۔ تیرے کمال (ولایت کاملہ) میں اہل ایمان کو کوئی اختلاف نہیں ہوگا۔ اسے آبادیوں اور ویرانیوں کے باشندوں میں سے بہترین شخص یہ (تمام نعمتیں) خدا کا فضل ہیں اور اس کی ذات بڑے فضل والی ہے۔

(۵) حقیقت دنیا

جب تو دنیا کو اس کے تمام تر ساز و سامانِ آرائش، دل کُجا دینے والے مکرو فریب، زیر و رام لانے والے اسباب، ہتم قاتل لذات ظاہری، گدازی و نرمی، پوشیدہ مضر قوتوں، اپنے طلبکاروں کو فوری ہلاکت میں ڈالنے اور عہد شکنی کے معمول کے ساتھ دنیا داروں کے ہاتھوں میں دیکھے تو ان پہنچے آپکوں شخص کی طرح جان کہ جو قضاے حاجت کی جگہ میں گندگی و غلاظت کے ڈھیر پر اس حالت میں بیٹھا ہوا ہے کہ اس کی شرمگاہ برہنہ اور اس کے چاروں طرف بدبو اور تعفن پھیلا ہوا ہے، ایسے میں تو جب اسے دیکھتا ہے تو آنکھوں کو اس کی برہنہ شرمگاہ دیکھنے سے بند کر لیتا ہے اور تعفن سے بچنے کے لیے ناک پر ہاتھ رکھ لیتا ہے۔ جب تو دنیا داروں کے پاس مال و متاعِ دنیا دیکھے تو اسی طرح اس کی زینت و آرائش سے نگاہیں اٹھالے اور اس کے شہوات و لذات کی بدبو سے اپنا ناک بند کر لے تاکہ تجھے اُس سے اور اس کی آفات سے نہایت حاصل ہو، تجھے دنیا میں جس قدر حصہ مقدر ہے مل جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا وَلَا تَمْدَنْ عَيْنُكَ إِلَى مَا مَتَّعْنَاهُ أَزْوَاجًا مِنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لَنُغْنِيَنَّهُمْ فِيهِ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَابْقَىٰ ۖ اے سننے والے! اپنی آنکھیں اس مال و متاع پر مت ٹکاو جو ہم نے کفار کو اس دنیا میں برتنے اور آسائش کے لیے دی ہیں، ہم نے انہیں یہ مال و متاع اس لیے عطا کیا ہے تاکہ اس کے سبب انہیں فتنے میں ڈالیں اور تیرے رب کا رزق سب سے اچھا اور دیر پا ہے۔

(۶) مخلوق سے بے تعلقی

خود کو خلق سے اس طرح منقطع کر لے کر کائنات میں جو کچھ ہو تو اُسے تقدیر و مشیتِ ایزدی سمجھے، اپنی خواہشات کو امرِ خداوندی و علی اللہ فتوٰ کلاواں کنتم مومنین کے ذریعے ترک کر دے اور اپنے ارادوں کو افعال و تدبیرِ خداوندی میں فنا کر دے تو تیرے اندر علمِ خدا کا محل بن جانے کی صلاحیت پیدا ہو جائے گی۔ خلقِ خدا سے فنا ہو جانے کی علامت، ان سے تیرا کٹ جانا، ان کے ہاں آنے جانے سے اجتناب کرنا اور ان کی چیزوں کے حصول سے خود کو مایوس کر دینا ہے، تیرے خواہشات سے فنا ہونے کا مطلب حصولِ نفع اور دفعِ ضرر کے سلسلے میں سبب اور کسب کو چھوڑ دینا ہے، اس کے بعد تیری حالت ایسی ہو جانی چاہیے کہ تو اپنے لیے کوئی حرکت، اپنے اوپر کسی قسم کا بھروسہ، خود سے ضرر کو دور کر دینے کی کوشش، اور اپنے نفس کی کوئی خدمت کرے بلکہ ان تمام امور کو اپنے رب کے حوالے کر دے کیونکہ وہی پہلے بھی ان کا ذمہ دار تھا اور اب بھی رہے گا جیسے کہ یہ تمام امور اس وقت بھی اسی کے ذمے تھے جب کہ تو رحمِ مادر میں پوشیدہ اور گوارے میں پڑا وودھ پتیا بچہ تھا، اپنے ارادے کو فعلِ خداوندی میں فنا کر دینے کا مفہوم یہ ہے کہ تو نہ کسی مراد کا ارادہ کرے اور نہ تیری کوئی غرض ہو، اسی طرح نہ تیری کوئی حاجت باقی رہے اور نہ کوئی آرزو، کیونکہ ایسے میں تو ارادہِ خدا کے ساتھ متعلق رہتے ہو اس کی چاہت کے سوا کچھ بھی نہیں چاہے گا بلکہ اللہ تعالیٰ کا فعلِ تجھ میں اس طرح جاری ہو جائیگا کہ تو ارادہ و فعلِ خدا کے سامنے ساکت و جامد، مطمئن، فراخ سینہ، روشن چہرہ، اپنے باطن میں شاد و آباد، خدا سے تعلق میں تمام چیزوں سے بے پروا ہو جائے گا۔ پھر تیرا مقام یہ ہو گا کہ دستِ قدرتِ تجھے جنیش میں لائے گا۔ زبانِ ازل تجھے آواز دے گی۔ پروردگارِ عالم تجھے اپنا علم سکھلا کر نورِ معرفت کا خلعتِ نورانی پہنا دے گا، اور وہ تجھے اپنے دلکش زیورِ آسمانی سے آراستہ کر کے سلفِ صالحین اور عارفین متقدمین کے مقامات پر فائز کر دے گا۔

پھر ترافض ایسا شکست خوردہ ہو جائے گا کہ اس میں کوئی ارادہ یا خواہش ٹھہرنے سکے گی، جیسے کسی ٹوٹے ہوئے برتن میں نہ توصاف پانی ٹھہرتا ہے نہ گدلا۔ جب تو تمام علائق بشری سے دُور ہو جائے تو تیرا باطن خدا کے سوا کسی اور چیز کو نہیں چاہے گا، اُس وقت تجھے تجھ کو بین و کرات کے مقام پر فائز کر دیا جائے گا جو ظاہری طور پر تو تجھ سے صادر ہوں گی مگر درحقیقت اس کا تعلق فعل اور ارادہ خداوندی سے ہوگا، پھر تجھے ان شکستہ دلوں کے گروہ میں شامل کر دیا جائیگا کہ جن کی تمام تر خواہشات بشریہ شکستہ اور تمام طبعی میلانات زائل ہو چکے تھے، پھر ان میں نئے سرے سے ارادہ ربی اور خواہشات زندگی پیدا کر دی گئیں جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حَتَّبِ اُمِّیَّ مِنْ دُنْیَا کَحَتَّبِ الطَّیْلِیْبِ وَالنِّسَاءِ وَجَعَلَتْ قَرۡنَہٗ عَلَیَّ فِی الصَّلٰوۃِ (تمہاری دنیا میں سے میرے لیے تین چیزوں کو پسندیدہ بنایا گیا ہے، خوشبو، عورتیں اور نماز کہ جسے میری آنکھوں کی ٹھنڈک بنایا گیا ہے)

حدیث مذکورہ بالا میں جو امور بیان کیے گئے ہیں ان کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس وقت منسوب کیا گیا جبکہ وہ ان سے اس حیثیت سے آگے نکل گئے تھے کہ یہ خواہشات اُن کا بشری مطالبہ نہ تھیں، اس امر کی طرف ہم پیچھے بھی اشارہ کر آئے ہیں۔ فرمان خداوندی ہے میں ان لوگوں کے پاس ہوں جن کے دل میری محبت میں شکستہ ہو چکے ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ تیرے قریب اس وقت تک نہیں ہوگا جب تک کہ تو اپنا سارا وجود، ارادے اور خواہشات کو اس کی گرفت و یاد میں فنا نہ کر دے، جب تو تمام کا تمام اس کی راقہ تلاش میں اپنے وجود سے ہاتھ دھو بیٹھے تو تیرے اندر کوئی چیز باقی نہیں رہے گی، اور اپنے رب کے سوا تیرے اندر کسی چیز کی طرف متوجہ ہونے کی صلاحیت باقی نہیں رہے گی تو تجھے اللہ تعالیٰ نئی زندگی عطا فرمائیگا۔ وہ تیرے اندر اپنے ارادے کو راسخ کر دے گا اور تو جو کچھ بھی چاہے گا اس کا باعث یہی ارادہ خداوندی ہوگا، پھر جب خدا کے عطا کردہ اس نئے ارادے میں تیرے نفس کی ادنیٰ آمیزش بھی ہو گئی تو وہ اسے توڑ ڈالے گا اور تو پھر سے شکستہ دل ہو کر رہ جائے گا۔ تیرے قلب کی یرغبت کی ابتداء جاری رہے گی۔ تیرا رب تیرے ارادے کی تجدید کرتا رہے گا اور اسے زائل بھی کرتا رہے گا حتیٰ کہ تقدیر کے لمحات تکمیل پالیں گے، اور تجھے دیدار الہی کے فیض سے

مشرق کیا جانے گا، جو کچھ اُوپر بیان کیا گیا یہی انا عند المنکسرة قلوبہم لِاجْلِی کا مفہوم ہے اور ہمارے قول عند وجودک فیہا سے مراد تیرا ارادہ نو سے مطمئن ہونا اور اس سے استحکام حاصل کرنا ہے۔ حدیث قدسی ہے لَا یزال عبدی المؤمن یتقرب الی بالنوافل حتی احبہ فاذا احببته کنت سمعہ الذی یسمع بہ ولبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ الذی یمطش بہا ورجلہ الذی یمشی بہ اور ایک دوسری روایت کے مطابق وَبِی یسمع وَبِی یبصر وَبِی یمطش وَبِی یعقل (میرا بندہ نوافل کے ذریعے مسلسل میرا قُرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اُسے اپنا دوست بنا لیتا ہوں اور جب وہ میری دوستی کے دائرے میں داخل ہو جائے تو میں اس کی سماعت بن جاتا ہوں جس سے وہ سُنتا ہے اور اس کی آنکھ جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ جس سے وہ پکڑتا ہے، اس کے پاؤں جن سے وہ چلتا ہے، اور ایک روایت میں یوں ہے وہ میرے ہی ذریعے سُنتا دیکھتا، پکڑتا اور سوچتا ہے) اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ حالت فنا کے سوا اور کچھ بھی نہیں، جب تو خود اپنی ذات اور مخلوق جو کہ خیر و شر کا مرجع ہیں، سے بے نیاز ہو کر ان کے خیر و شر سے بے خوف ہو جائے تو اس وقت صرف اللہ ہی اللہ باقی رہ جائے گا جیسا کہ پیدا کرنے سے پہلے تھا، خیر و شر دونوں خدا کے دست قدرت میں ہیں وہی تجھے شر سے محفوظ کر کے اپنی بے پایاں خیر سے مشرف فرمائے گا جس کے نتیجے میں تو اس کی طرف سے ہر خیر کا محل، ہر نعمت، سرور، مسرت، نور، ضیاء اور امن و سکون کا سرچشمہ بن جائے گا، گویا فنا ہی وہ آرزو، خواہش اور منزل ہے کہ سیر اولیاء کی تان اسی پر آکر ٹوٹتی ہے اور یہی وہ ثابت قدمی اور استقامت کی دولت ہے، جس کی طلب میں ماضی کے تمام اولیائے کرام اور ابدال علیہم السلام محو رہے ہیں۔ انہوں نے اپنے ارادوں کو خدا کے ارادے میں بدل لیا یہاں تک کہ ساری زندگی ارادہ حق جل جلالہ ہی کے تابع رہے اور اسی لیے وہ ابدال کے نام سے موسوم ہوئے۔ یہ وہ نفوسِ قدسیہ ہیں، جو رب ذوالجلال کے ارادے میں اپنے ارادے کی شرکت گناہ سمجھتے ہیں اور اگر سہو و نسیان یا غلبہ حال کے باعث کبھی وہ ایسا کر بھی لیں تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے فوراً انہیں اس لغزش پر متنبہ فرما دیتا ہے اور انہیں ہوشیار

کر دیتا ہے، چنانچہ وہ اپنی اس لغزش سے رجوع کر لیتے ہیں، کیونکہ فرشتوں کے سوا ارادہ سے کوئی معصوم نہیں، فرشتے ارادے سے پاک اور انبیاء علیہم السلام خواہش نفس سے معصوم ہوتے ہیں اور باقی تمام مکلف مخلوقات جنات اور انسان خواہش و ارادہ سے معصوم نہیں ہوتے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اولیائے کرام خواہش نفس اور ابدال ارادے سے محفوظ ہوتے ہیں، معصوم نہیں، اس لیے کہ ان حضرات کا کسی وقت بھی خواہش نفس اور ارادے کی طرف مائل ہونے کا جواز موجود ہے یہ علیحدہ بات ہے کہ ایسی صورت میں خداوند تعالیٰ ان کو بیداری میں اپنی رحمت کاملہ سے مطلع فرما کر روک دیتا ہے۔

(۷) احوال معرفت

اپنے نفس کے دائرے سے باہر نکل کر اس سے کنارہ کش ہو جا، اپنی ہستی سے علیحدگی اختیار کر لے، اور اپنے تمام معاملات کو خدا کے سپرد کر کے اپنے دل کے دروازے پر اس کا دربان بن جا۔ وہ جس چیز کی اجازت دے اُسے دل میں آنے دے اور جس سے روک دے اسے اندر آنے سے باز رکھ اور خواہشات کو دل سے نکال یا بر کرنے کے بعد دوبارہ داخل ہونے سے روک دے، خواہشات کا دل سے خارج کر دینا ہر حالت میں ان کی مخالفت اور عدم پیروی سے عبارت ہے جبکہ ان کے داخل کر لینے سے مراد خواہشات نفسانی کی اتباع ہے اس لیے تجھے چاہیے کہ خدا تعالیٰ کے ارادے سے ہی ہر چیز کا ارادہ کرے اور جو کچھ تو اس کے ارادے کے بغیر چاہے گا وہ تو فقط آرزو ہوگی اور آرزو میں رہنا جنت الحقا میں رہنے کے مترادف ہے اور یر تیری موت و ہلاکت اس کی نظروں سے گرنے اور تیرے لیے اس سے حجاب کا باعث ہے ہمیشہ حکم خداوندی بجا لاتا رہ اور امور ممنوعہ سے بچتا رہ! اور جو کچھ اس نے تیرے لیے مقدر کر رکھا ہے اسے اسی کے سپرد کر دے، اس کی مخلوق میں سے کسی کو اس کا شریک مت ٹھہرا، تیرا ارادہ، تیری خواہش اور تیری امنگیں سب اسی کی پیدا کردہ ہیں، اس لیے تجھے چاہیے کہ کوئی ارادہ، خواہش یا امنگ ظاہر نہ کرے تاکہ اس سے تو شرک کا مرتکب نہ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے،

(۷) احوال معرفت

اپنے نفس کے دائرے سے باہر نکل کر اس سے کنارہ کش ہو جا، اپنی ہستی سے علیحدگی اختیار کر لے، اور اپنے تمام معاملات کو خدا کے سپرد کر کے اپنے دل کے دروازے پر اس کا دربان بن جا۔ وہ جس چیز کی اجازت دے اُسے دل میں آنے دے اور جس سے روک دے اسے اندر آنے سے باز رکھ اور خواہشات کو دل سے نکال باہر کرنے کے بعد دوبارہ داخل ہونے سے روک دے، خواہشات کا دل سے خارج کر دینا ہر حالت میں ان کی مخالفت اور عدم پیروی سے عبارت ہے جبکہ ان کے داخل کر لینے سے مراد خواہشاتِ نفسانی کی اتباع ہے اس لیے تجھے چاہیے کہ خدا تعالیٰ کے ارادے سے ہی ہر چیز کا ارادہ کرے اور جو کچھ تو اس کے ارادے کے بغیر چاہے گا وہ تو فقط آرزو ہوگی اور آرزو میں رہنا جنتِ المحققا میں رہنے کے مترادف ہے اور یہ تیری موت و ہلاکت، اس کی نظروں سے گرنے اور تیرے لیے اس سے حجاب کا باعث ہے ہمیشہ حکمِ خداوندی بجا لاتا رہ اور امورِ ممنوعہ سے بچتا رہ! اور جو کچھ اس نے تیرے لیے مقدر کر رکھا ہے اسے اسی کے سپرد کر دے، اس کی مخلوق میں سے کسی کو اس کا شریک مت ٹھہرا، تیرا ارادہ، تیری خواہش اور تیری امنگیں سب اسی کی پیدا کردہ ہیں، اس لیے تجھے چاہیے کہ کوئی ارادہ، خواہش یا امنگ ظاہر نہ کرے تاکہ اس سے تو شرک کا مرتکب نہ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے،

فمن كان يرجو لقاء ربه فليعمل عملاً صالحاً ولا يشرك بعبادة ربه أحداً۔
 (جسے اپنے رب سے ملنے کی امید ہو اسے چاہیے کہ نیک کام کرے اور اپنے رب کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کرے) شرک فقط صنم پرستی ہی کا نام نہیں بلکہ خواہشات نفس کی اتباع اور خدائے عز و جل کے سوا دنیا و آخرت کی کسی چیز کو بھی چاہنا شرک کے دائرے میں آجاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ جو کچھ بھی ہے وہ اس کا غیر ہے، لہذا جب تو اس کے سوا غیر کی طرف مائل ہوگا، تو بلاشبہ تو نے غیر کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرایا، اس لیے اس کے ماسوا سے احتیاب کر، اور آرام و آسائش میں نہ پڑا خدا سے ڈرتا رہا بے خوف نہ بن، اطلب و جستجو میں رہ، غفلت نہ کر! یہ چیز تجھے اطمینان بخشنے گی، اپنے نفس کی طرف کسی حال اور مقام کی نسبت نہ کر! اور نہ ہی ان میں سے کسی کا دعویٰ کر، اگر تجھے حال کی دولت سے مالا مال کر دیا جائے یا کوئی مقام عطا کر دیا جائے تو اسے کسی دوسرے پر برگز ظاہر نہ کرنا، کیونکہ حالات بدلنے کے سلسلے میں ہر روز اللہ تعالیٰ کی نئی شان ہے اور اللہ تعالیٰ بندے اور اس کے قلب کے درمیان جلوہ گر ہے تو کوئی پتہ نہیں کہ کب وہ تجھے اس مقام یا سال سے معزول کر دے جس کے بارے میں تو نے دوسروں کو بتا رکھا ہو، اور کیا معلوم کہ وہ تجھے اس مقام یا سال سے تبدیل کر دے جس کی پائیداری کا تو نے تصور کر رکھا ہے اور اس طرح تجھے ان لوگوں کے سامنے شرمندگی اٹھانی پڑے جنہیں تو نے اس بارے میں باخبر کر رکھا تھا لہذا تو اس کے بارے میں کسی سے کچھ مت کہہ اور اسے اپنے تک ہی محدود و محفوظ رکھ، اگر خدا کا عطا کردہ مقام یا حال ہمیشہ کے لیے تجھے حاصل ہو تو اسے اس کی بخشش و عطا سمجھ اور خدا کے حضور توفیق، شکر اور اس میں مزید اضافہ کرنے کی دعا کر، اگر یہ نعمت مستقل طور پر حاصل نہ ہو تو بھی اس میں اللہ کی جانب سے علم، معرفت، نور، بیداری اور ادب کا اضافہ مطلوب ہوگا فرمانِ خداوندی ہے: ما ننسخ من آية او ننسها نأت بخير منها او مثلها الله تعالى يعلم ان الله على كل شيء قدير۔ (جب کوئی آیت ہم منسوخ فرمائیں یا بھلا دیں تو اس سے بہتر یا اس جیسی لے آئیں گے، کیا تجھے خبر نہیں کہ اللہ سب کچھ کر سکتا ہے، تو خدا نے لم یزل

اس کی قدرت میں عاجز نہ جان ! اور نہ ہی اس کی تدبیر و تقدیر پر ہمت چینی کر ، اس کے وعدے پر شک نہ کر ، اور تیرے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اُسوہ حسنہ ہی نمونہ کردار ہونا چاہئے ، کئی آیات اور قرآنی سورتیں جن پر عمل کیا جاتا رہا محرابوں میں تلاوت کی جاتی رہیں اور مصاحف میں لکھی ہوئی تھیں کو مٹو کر کے ان کی جگہ دوسری آیات نازل کر کے اُس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اُن کی طرف متوجہ کیا گیا ، یہ تو ظاہری شریعت کی بات تھی اور جہاں تک خدا تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان علم باطن اور باطنی حالی کا تعلق ہے تو اس کے بارے میں خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے دل پر ایک حجاب سا ڈال دیا جاتا ہے تو میں ایک دن میں ستر مرتبہ استغفار کرتا ہوں ، اور ایک روایت میں یوں ہے کہ سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں آپ ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل کیے جاتے تھے ، یہاں تک کہ دوسری حالت پھر ایک اور حالت سے بدل جاتی تھی ، آپ کو غیب کی وادیوں اور قرب کی منزلوں کی طرف لے جایا جاتا اور بدل بدل کر آپ کو نورانی خلعتیں پہنائی جاتی تھیں ، اس دوران آپ کو پہلی حالت دوسری سے فروتر اور تاریک نظر آتی اور پہلی حالت میں حدودِ ادب میں آپ کو کمی کا احساس ہوتا تھا ، ایسے میں آپ کو توبہ و استغفار کی تلقین کی جاتی کیونکہ استغفار بندے کے حالات میں سے بہترین حالت اور اس کے معاملات کے لحاظ سے احسن ہے ، اس لیے کہ توبہ میں بندے کی طرف سے اعترافِ گناہ اور اعترافِ قصور ہوتا ہے ۔ توبہ و استغفار بندے کی وہ صفات ہیں جو اسے ابو البشر آدم علیہ السلام سے ورثے میں ملی ہیں ، جب اُن کے حال کی پاکیزگی اور صفائی پر عہد و میثاق مجہول جانے کی تاریکی چھا گئی اور انھوں نے جنت میں ہمیشہ رہنے ، قربِ خداوندی ، اور اپنے پاس فرشتوں کے مؤثر و باہر حاضر ہونے کی خواہش کی تو اس وقت ان کی خواہش نفس اور ارادہ ذات حق تعالیٰ کے ساتھ شریک ہو گیا ، جس کے باعث ان کے اس ارادے کو زائل کر دیا گیا ، اُن کی وہ پہلی حالت باقی نہ رہی اور منزلِ قرب سے معزول کر دیے گئے اور اُن کی وہ قدر و منزلت نہ رہی ، ان کے انوارِ ظلمت سے بدل گئے اور صفائے باطن پر کد چھا گیا پھر انھیں اس سہو و نسیان پر متنبہ کر کے ان سے اس گناہ اور نسیان کا اعتراف کرایا گیا ، اور انھیں اس قصور و نقصان کے اقرار کی تلقین کی گئی ، اس پر آدم علیہ السلام نے فرمایا :

سَبَّأْنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَ اِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنْ كُونُ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (اے ہمارے رب ہم نے اپنا آپ بڑا کیا تو اگر تو ہمیں نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ کرے تو ہم ضرور نقصان پانے والوں میں سے ہوں گے)

اس کے بعد انھیں نور ہدایت سے مشرف کیا گیا، انھیں توبہ کے ان معارف و نکات سے آگاہ کیا گیا جو پہلے ان سے مخفی تھے، اور توبہ ہی سے ان پر منکشف ہوئے پھر انھیں توبہ کی توفیق بخشی گئی تاکہ وہ توبہ کر لیں، جس کی برکت سے ان کا ارادہ ارادہ حق سے بدل گیا۔ پہلی حالت بدل کر اس کی جگہ انھیں اس سے بہتر حالت عطا کی گئی، ولایتِ کبریٰ کی نعمت سے نوازا گیا اور ان کی دنیوی اور اخروی زندگی کو دولت سکون سے مالا مال کر دیا گیا، دنیا اُن کے اور ان کی اولاد کے لیے رہنے کا ٹھکانہ اور عالمِ آخرت اُن کے لیے دائمی جائے قرار بنا دیا گیا، الغرض تیرے لیے اپنے قصور کے اعتراف، انکسار اور تمام حالات میں استغفار کے سلسلے میں حبیبِ مصطفیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے پدرِ بزرگوار حضرت آدم صلی اللہ علیہ السلام کی ذاتِ قدسیہ کا اسوہ اختیار کرنا ضروری ہے۔

(۸) قُربِ الہی اور اس کے آداب

جب تجھے کسی حالت پر رکھا جائے تو اس سے اعلیٰ کی آرزو نہ کر۔ اس سے ادنیٰ کی خواہش کا ارادہ کر، جب تو کسی بادشاہ کے دروازے پر ہو تو اس میں اپنی مرضی سے مت داخل ہو یہاں تک کہ تجھے اس میں غیر اختیاری طور پر جبراً داخل کیا جائے، یہاں جبر سے میری مراد اصرار اور تاکیدِ حکم ہے، اور تو شاہی محل میں داخل ہونے کے لیے فقط اجازت پر ہی اتنا فائدہ کر کیونکہ ممکن ہے کہ یہ بادشاہ کی طرف سے کوئی دھوکہ یا فریب ہو، بلکہ تو اس وقت تک صبر کر جب تک کہ تجھے داخل ہونے کے لیے مجبور نہ کیا جائے۔ اگر تجھے جبراً داخل کیا جائے گا یہ بادشاہ کے اختیار سے ہو گا نہ کہ تیری خواہش سے، ایسے میں بادشاہ تجھے اپنے فعل کی بنا پر

ہرگز زیرِ عتاب نہیں لائے گا۔ یہ واضح رہے کہ تجھ پر کوئی بھی مصیبت یا سزا تیری اپنی شوئی خواہش، حرص، بے صبری، بے ادبی، اور جس مقام پر تو فائز ہے اس پر ناخوشی کے سبب ہی آتی ہے، جب تجھے مجبور کر کے قصرِ شاہی میں لے آیا جائے تو سر نیچا کیے، آنکھیں جھکائے، مودبانہ اپنے فرائض اور خدمات اس طرح سرانجام دے کہ اس سے کسی بلند رتبے کی خواہش کا اظہار نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرماتا ہے:

وَلَا تَمْدَقْ عَيْنِيكَ إِلَى مَا مَتَّعْنَاهُ مِنْ شَيْءٍ ذَهَبًا مِنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ وَذَرِّقْ رِبْكَ خَيْرًا وَابْقَىٰ ۖ (اے سننے والے اپنی آنکھیں اس مال و متاع پر مت نہکا جو ہم نے کفار کو اس دنیا میں برتنے اور آرام و آسائش کے لیے دی ہیں، ہم نے انہیں یہ مال و متاع اس لیے عطا کیا ہے تاکہ اس کے سبب انہیں فتنے میں ڈال دیں اور تیرے رب کا رزق سبک اچھا اور ویرپا ہے۔)

اس آیت میں ورزق دیکھ خیر و ابقی سے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حفاظتِ حال اور عطا کردہ نعمت پر راضی رہنے کی تلقین کی ہے، یعنی خدا تعالیٰ اپنے نبی سے یہ فرماتا ہے کہ ”ہم نے تجھے خیر، نبوت، علم، قناعت، صبر، دین کی پیشوائی اور جہاد کی جو دولت عطا کی ہے وہ اس سے کہیں بہتر ہے جو ہم نے دوسروں کو عطا کی ہے“ ساری بھلائی حفاظتِ حال، اُس پر رضامندی، اور اس کے غیر کی طرف التفات نہ کرنے میں پوشیدہ ہے کیونکہ اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ یا تو تیری قسمت ہیں ہو گا یا کسی اور کی قسمت ہیں یا وہ کسی کا حصہ نہیں بلکہ اُسے خدا نے فقط بندوں کی آزمائش کے لیے پیدا کیا ہے، اگر یہ تیرا بہرہ ہے تو تجھے مل کر رہے گا، چاہے تو چاہے یا نہ چاہے، لہذا تیرے لیے مناسب نہیں کہ تجھ سے اس کی طلب میں لالچ اور بے ادبی کا مظاہرہ ہو کیونکہ علم و دانش کے اعتبار سے یہ ناپسندیدہ امر ہے اگر وہ تیری قسمت ہی میں نہ ہو تو اس کے حصول کی تلک و دو کس قدر بے سود ہے جبکہ وہ تجھے ہرگز حاصل نہیں ہو سکتی، اگر یہ کسی کی قسمت ہیں نہیں بلکہ ایک فتنہ ہے جس کے ذریعے

آزمائش مقصود ہے تو ایسے میں ایک دانشمند انسان کیسے یہ گوارا کرے گا کہ اپنے لیے فتنہ مول لے، الغرض یہ بات ثابت ہو گئی کہ غیر اور سلامتی مکمل طور پر حفاظتِ حال ہی میں مضمر ہے، جب تجھے بالائے خفا اور وہاں سے چھت پر لایا جائے تو اپنے حال کی حفاظت کر، سر جھکائے رکھ اور باادب رویہ جیسا کہ ہم تجھے تلقین کر آئے ہیں بلکہ ان امور میں مزید اضافہ کر کیونکہ توبہ و شاہ سے نزدیک اور خطرے سے قریب ہے، ایسے مقام سے اعلیٰ یا ادنیٰ مقام کی طرف منتقل ہونے اسکے ثبات و بقا اور تغیر حال کی ہرگز متنازعہ اور اس مقام میں اس طرح رہ کہ تجھے اپنا اختیار حاصل نہ ہو، کیونکہ اس طرح کی متناکفرانِ نعمت ہے اور کفرانِ نعمت ناشکرے کے لیے دنیا و آخرت دونوں میں باعثِ ذلت و رسوائی ہے۔ مختصر یہ کہ جس طرح ہم نے بیان کیا ہمیشہ اسی پر عمل پیرا ہو۔ یہاں تک کہ تجھے ایک ایسے مقام پر پہنچا دیا جائے کہ اس کے بعد تجھے اس میں مستقل قیام حاصل ہو جس سے تجھے کبھی الگ نہیں کیا جائیگا۔ اس وقت تجھ پر یہ عیاں ہو جائے گا کہ یہ مقام جو علامات و آیات کے ساتھ ظاہر ہوا ہے وہ اصل بخششِ خداوندی ہے لہذا تو اسے ہر حال میں مضبوطی سے تھامے رکھ اور اس کی حفاظت کر کیونکہ احوالِ اولیاء کے لیے اور مقاماتِ ابدال کا حصہ ہوتے ہیں۔

(۹) کشف و مشاہدہ

کشف اور مشاہدہ افعال کے دورانِ اولیاء اور ابدال پر افعالِ خدا میں سے ایسے امور منکشف ہوتے ہیں جو عقلوں کو مغلوب اور عادات و رسوم کو پارہ پارہ کر ڈالتے ہیں۔ یہ امور دو طرح کے ہوتے ہیں، جلالی اور جمالی، پھر ان میں سے جلال اور عظمت، بے چین کر دینے والے خوف، متزلزل کر دینے والے ڈر، اور قلب و جسم پر انتہائی غلبہ رکھنے والے خوف کے آثار پیدا کر دیتے ہیں جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں روایت ہے کہ جب آپ نماز ادا فرماتے تو جلال اور عظمتِ حق کے مشاہدے کی وجہ سے شدتِ خوف کی بناء پر آپ کے سینے مبارک سے دھچکی کے جوش مارنے کی سی آواز نکلتی تھی، حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی ایسی ہی روایات بیان کی گئی ہیں۔ اور مشاہدہ جمال سے مراد ذاتِ کبریا کا وہ جلوہ پُر بہا رہے جو اپنے دامن میں دلوں کے لیے

نور و سرور، لطف و کرم، گفتگوئے دلپذیر، عنایاتِ عظیم، مراتبِ بلند اور حق تعالیٰ کے قُرب کی خوشخبری جیسے انعامات لیے ہوئے ہے اور یہ اس کی وہ رحمت ہے جس کی طرف آخر کار لوٹنا ہے اور ان (انعامات) کے بارے میں فضلِ رحمت سے تقدیرِ ازل کا قلم خشک ہو گیا ہے اور یہ خدائے پاک کی رحمت و فضل اور ان کو دنیا میں ایک خاص وقت تک باقی رکھنا ہے تاکہ فرطِ شوق کے باعث ان کی محبت حد سے گزرنے نہ پائے اور ان کے جگر نہ شقی ہو جائیں، اور اس سے وہ موت سے پہلے اللہ تعالیٰ کی بندگی اور عبادت کی ادائیگی کے سلسلے میں کمزور یا ہلاک نہ ہو جائیں، اور اللہ ان سے یہ (مہربانی و عنایت کا) سلوک اپنی خاص عنایت، رحمت اور نوازش سے فرماتا ہے تاکہ ان کے دل اس سے اصلاح اور نرمی حاصل کریں۔

چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ اپنے مودن حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کرتے تھے کہ اے بلال ہمیں بحیرِ اقامت کے ذریعے راحت پہنچا تاکہ ہم نماز میں داخل ہوں یعنی اوپر بیان کیے گئے احوال کا مشاہدہ کریں، اسی لیے آپ نے فرمایا کہ نماز میسر ہی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

(۱۰) نفس اور اس کی کیفیات

اس میں شک نہیں کہ ایک تو اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات ہے اور ایک تیرا ذاتی نفس ہے، نفس اللہ کا دشمن اور مخالفت ہے، باقی سب چیزیں اللہ تعالیٰ کی مطیع و فرمانبردار ہیں، اگرچہ نفس بھی حقیقت میں اللہ ہی کی مخلوق اور ملکیت ہے تاہم اس کو لذت و شہوت کی وجہ سے کئی دعوے ہیں جب تو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہوئے اپنے نفس کی کرشیوں کی مخالفت کرے گا تو تو اللہ کا جو کہ نفس کا دشمن ہو جائے گا جیسے خدا تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام سے فرمایا: اے داؤد! تیرا منہائے مقصود میں ہی ہوں، اس لیے اپنے منہائے مقصود کو مضبوطی سے تھام رکھ۔ عبودیت کا تقاضا یہ ہے کہ اپنے نفس کی خواہشات کا دشمن ہو جا، اس وقت اللہ تعالیٰ سے تیری دوستی اور عبودیت کا تعلق صحیح معنی میں استوار ہو جائے گا، تجھے انواع و اقسام کی پاکیزہ اور خوشگوار نعمتیں ملیں گی، اور تجھے قرب و اعزاز نصیب ہوگا، پھر تمام اشیاء تیری خدمت

بجلائیں گی، تیری عظمت اور دب دے کو تسلیم کریں گی، کیونکہ وہ سب کی سب اپنے پروردگار کی فرمانبردار اور مطیع ہیں، اس لیے کہ وہ ان کا خالق اور از سر نو پیدا کرنے والا ہے، اور یہ تمام اشیاء اس کے حضور عبودیت کا اقرار کرتی ہیں، فرمان ایزدی ہے وان من شیء الا یسبح بحمده؛ ولكن لا تفقهون تسبیحهم^۱ (اور کوئی چیز ایسی نہیں جو اسے سراہتی ہوئی اس کی پاکی نہ بولے ہاں تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے)۔۔ اسی طرح دوسری جگہ ارشاد ہے:

فقال لها وللارض ائتیا طوعاً او كرهاً قالتا اتینا طائعتین^۲ (تو اس (آسمان) سے اور زمین سے فرمایا کہ دونوں حاضر ہو خوشی سے چاہے ناخوشی سے۔ دونوں نے عرض کی ہم رغبت کے ساتھ حاضر ہوئے)

عبادتِ کاملہ مخالفتِ نفس ہی کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے،
فلا تتبع الهوى فیضلك عن سبیل اللہ^۳ (اور خواہش کے پیچھے نہ جانا کہ تجھے اللہ کی راہ سے ہکا دے گی)

اور داؤد علیہ السلام سے فرمایا:

”اپنی خواہش کو چھوڑ دیجئے کیونکہ یہ خواہش فساد کا باعث ہے۔“^۴

حضرت بایزید بسطامیؒ کے بارے میں ایک مشہور حکایت ہے کہ جب وہ خواب میں دیدارِ الہی سے مشرف ہوئے تو انہوں نے پوچھا، مولیٰ! تیری بارگاہِ ملک رسائی کا کیا طریقہ ہے؟ ارشاد ہوا، اپنے (خواہشات) نفس کو چھوڑا اور میری طرف آجا۔ بایزید بسطامی کا بیان ہے کہ

^۱ بنی اسرائیل: ۴۴۔ لاہور والے مطبوعہ نسخے میں اس آیت کے بعد یہ الفاظ زائد ہیں ای تذکرہ و تعبد وہ

وقال اللہ عز وجل -

^۲ حم السجده: ۱۱۔ لہ لاہور والے نسخے میں ”وهواك“ کا لفظ زائد ہے۔

کے ص: ۲۶

^۳ لہ لاہوری نسخے کی عبارت یوں ہے واهجر هواك فانها لامنازع ینا شرعنی فی ملک غیر الہوی۔

^۴ لہ لاہوری نسخے میں فقال نہیں ہے۔

اس کے بعد میں اپنے نفس (کی خواہشات) سے اس طرح باہر نکل آیا جیسے سانپ اپنی کنگلی اتار کر اس سے نکل آتا ہے، مختصر یہ کہ مکمل بھلائی اسی میں ہے کہ تمام حالات میں نفس سے دشمنی رکھی جائے۔ اگر تو پرہیزگار ہے تو نفس کا اس طرح مخالفت ہو جا کہ لوگوں کے حرام اور مشتبہ مال، احسان، بھروسہ، اعتماد، ان سے خوف، امید اور مزید متاع دنیا میں سے جو کچھ اُن کے پاس ہے اس سے پوری طرح بے نیاز ہو جائے، تو ان کی طرف سے بطور ہدیہ، نذرانہ، زکوٰۃ اور صدقہ وغیرہ کسی بھی چیز کے ملنے کی توقع نہ رکھ، تو لوگوں کے اسباب اور وجوہ سے اپنی خواہش و ارادہ مکمل طور پر منقطع کر لے۔ یہاں تک کہ اپنے کسی مالدار عزیز کے مال کی وراثت کے لیے اس کی موت کی خواہش نہ کر۔ خلق سے کوشش کے ساتھ علیحدہ ہو جا انھیں دروازے کی طرح سمجھ کہ جو کھٹا اور بند ہوتا ہے، یا انھیں ایک ایسے درخت کی مانند سمجھ جو کبھی پھل دیتا ہے اور کبھی نہیں، یہ سب کچھ فاعل (حقیقی) کے فعل اور مالک کائنات کی تدبیر سے ہوتا ہے جو کہ اللہ جل شانہ ہے (ان امور پر غور کر) تاکہ توب کو ایک جانے اس کے ساتھ ساتھ بندوں کے (اختیار) کسب کو فراموش نہ کرنا تاکہ تو عقائد جبریہ میں پڑنے سے بچ جائے، اسی طرح اس بات پر بھی یقین رکھ کہ بندوں کے تمام افعال اللہ تعالیٰ کے بغیر پورے نہیں ہوتے تاکہ تو اپنے رب کو مجبور کر بندوں کی پرستش میں نہ لگ جائے، اور تو ان کے فعل کو صرف انہی کا فعل نہ سمجھ ورنہ تو کافر ہو کر فرقہ قدریہ میں شامل ہو جائے گا، بلکہ یوں کہہ کہ وہ افعال پیدائش و آفرینش کے اعتبار سے خدا کے پیدا کردہ اور کسب کے لحاظ سے بندوں کے لیے ہیں جیسا کہ آخرت میں جزا کے طور پر ثواب و عذاب سے متعلق احادیث وارد ہوئی ہیں اور بندوں کے معاملہ میں خدا کا حکم بجالا، اور اس کے حکم کے مطابق اپنا حصہ ان سے جدا کر لے، اور پھر اس سے تجاوز نہ کر۔ اللہ تعالیٰ کا حکم قائم اور مخلوق اور تجھ پر حاکم ہے لہذا تو خود حاکم مت بن، مخلوق کے ساتھ تیرا رہنا مقدر ہے اور مقدر تاریکی ہے اس لئے ظلمت میں چراغ لے کر داخل ہو، اور وہ چراغ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ کتاب و سنت کے احکام سے ہرگز باہر نہ نکل۔ اگر تیرے دل میں اچانک کوئی خدشہ یا الہام پیدا ہو تو اسے کتاب

لے لاہوری نسخے میں من خطام الدنیا ہے جبکہ مصری نسخے میں من احکام الدنیا ہے ہم نے خطام الدنیا کو صحیح سمجھا ہے۔

سنت کی روشنی میں دیکھ ! اگر تو کتاب و سنت میں اس کی حرمت پائے جیسے داعیہ زنا، سو یا فاسق فاجر لوگوں سے میل ملاپ، یا اس کے علاوہ دیگر گناہ تو ایسے دوسو سوں کو دل سے دُور کر اور چھوڑ دے نہ انھیں قبول کر اور نہ ان پر عمل کر، اور یقین جان کہ یہ دوسو سے اور اندیشے شیطان کی جانب سے ہیں، اور اگر وہ خدشے یا الہام ایسے امور سے متعلق ہیں جو کتاب و سنت میں مباح ہیں مثلاً کھانے، پینے، لباس اور نکاح کی خواہشات تو انھیں بھی ترک کر دے قبول نہ کر کیونکہ یہ بھی تیرے نفس اور اس کی خواہشات کا الہام ہے اور تجھے تو نفس و خواہشات سے عداوت و مخالفت کا حکم دیا گیا ہے اور اگر تو اس خدشے یا الہام کی کتاب و سنت میں حلت پائے اور نہ حرمت بلکہ وہ ایک ایسی بات ہو جسے تو نہیں سمجھ سکتا جیسے تجھ سے کہا جائے کہ فلاں جگہ جاؤ اور فلاں نیک شخص سے ملاقات کرو یا لاکھ خدا تعالیٰ نے اپنے علم و معرفت کی نعت سے مالا مال کر کے تجھے بے نیازی کی جو دولت عطا کی ہے اس کے پیش نظر وہاں جانے اور کسی سے ملنے کی تمھیں کوئی حاجت نہیں، تو ایسے میں توقف کر اور وہاں جانے میں جلدی نہ کرو اور دل میں سوچ کر آیا یہ الہام ذات باری کی جانب سے ہے اس پر عمل کروں؟ بلکہ اس کے اختیار کرنے میں مزید انتظار کر، اور یہ الہام فعل خداوندی تب ہوگا جبکہ یہ الہام بار بار دہرایا جائے، اور تجھے جلدی جانے کا حکم دیا جائے، یا کوئی ایسی علامت ظاہر ہو جو اہل معرفت پر ظاہر ہوا کرتی ہے جسے صاحب فہم و فراست اولیاء، اور صفت اور اک سے متصف ابدال ہی سمجھ پاتے ہیں لہذا تجھے اس امر میں عجلت نہیں کرنی چاہیے، کیونکہ تجھے معلوم نہیں کہ اس کا انجام کیا ہوگا اور مرضی خدا کیا ہے؟ اور نہ ہی تجھے اس بات کا علم ہے کہ آزمائش کے طور پر اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے فتنہ، ہلاکت اور مکرو فریب موجود ہے، پس اس وقت تک صبر کر جب تک کہ خود اللہ تعالیٰ تیرے اندر (اس کام میں) متصرف نہ ہو جائے، اور جب تیرا عمل مٹ کر خالص فعل حق باقی رہ گیا اور اس صورت میں تجھے وہاں لے بھی جایا گیا تو اس صورت میں اگر وہاں کوئی فتنہ و ریشہ آگیا تو تجھے اس سے محفوظ و مصئون رکھا جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے فعل پر تجھے کبھی عذاب میں مبتلا نہیں کرے گا، کیونکہ عذاب دراصل کسی کام میں (ارادہ و مرضی مولیٰ کے بغیر) تیری دخل اندازی ہی کی وجہ سے آتا ہے، اور اگر تو حقیقی

حالت یعنی مقام ولایت پر فائز ہو تو اپنی خواہشات کی مخالفت کر اور تمام حالات میں حکم خداوندی کی پابندی کر۔ امر الہی کی پیروی کی دو صورتیں ہیں پہلی یہ کہ تو دنیا سے اس قدر (غذا) حاصل کرے جس سے نفس کا حق لو ا ہو جائے اور لذت کو ترک کر کے فرائض کی ادائیگی میں مشغول ہو جائے اور تمام ظاہر و باطن گناہ چھوڑ دے۔ دوسری صورت باطنی امر سے مامور ہونا ہے اور یہ وہ ہے جس کے ذریعے سے وہ اپنے بندے کو امر و نہی کی تلقین کرتا ہے اور یہ باطنی امر اس مباح میں پایا جاتا ہے جس کا شریعت میں کوئی حکم نہیں ہے کیونکہ نہ تو یہ قبیل نبی سے تعلق رکھتا ہے اور نہ اس کا رابطہ امر واجب سے ہے، بلکہ یہ وہ مہمل امر ہے کہ اس میں بندے کو اختیار دے دیا جاتا ہے کہ وہ اس میں اپنے اختیار سے جیسے بھی چاہے تصرف کرے، اس لیے اسے مباح کا نام دیا گیا ہے، اس میں بندہ اپنی طرف سے کوئی نئی بات نہ کرے بلکہ اس میں حکم کا انتظار کرے، جب حکم پائے تو اسے بجالائے۔ اس وقت اس کی تمام حرکات و سکنات اللہ کے امر سے ہی ہوں گی، جس کا حکم شریعت میں ہوگا اسے از روئے شرع، اور جس کا حکم شریعت میں نہیں ہوگا، اسے از روئے باطن بجالائے گا، اس کے بندہ پوری طرح اہل حقیقت کے زمرے میں شامل ہو جائے گا، اور جس میں امر باطن موجود نہ ہو تو وہ صرف فعل الہی (تقدیر محض) ہوگا جسے حالت تسلیم کہتے ہیں۔ اگر توحیٰ الحق جو کہ حالت محمود فنا ہے پر فائز ہو، اور یہ حالت اللہ کے لیے شکستہ دلوں، موحدوں، عارفوں، ارباب علم و دانش، سرداروں کے سردار، خلق کے کوتوال اور نگہبانوں، دوستانِ حق اور خاصانِ بارگاہ کو حاصل ہوتی ہے، تو ان حالات میں امر الہی کی پیروی یہی ہے کہ تو خود اپنا مخالفت ہو جا، قوت و طاقت سے بزار اور دنیا و آخرت کی تمام چیزوں کی طرف اپنے ارادے سے بری ہو جا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تو دنیا و سلطنت کی بجائے بادشاہ حقیقی کا سچا غلام بن جائیگا اور حق کا بندہ ہوگا اپنی خواہش کا نہیں، ایسے میں تو دایہ کے ہاتھوں میں طفل شیرخوار، غسل دینے والے کے سامنے میت اور طبیب کے سامنے بیہوش مریض کی طرح امر و نہی کے علاوہ دیگر تمام امور میں بیہوش اور بے اختیار ہو جائے گا۔

(۱۱) معاشی تنگی میں مسلمانوں کا طرز عمل

اگر تجھے معاشی تنگی کے دوران نکاح کی خواہش پیدا ہو، حالانکہ اُس وقت تو اس کا بوجھ اٹھانے کی سکت نہیں رکھتا تو تو اس معاملے کے حل کی اللہ تعالیٰ سے امید کرتے ہوئے انتظار کر کہ جس کی قدرت سے تیرے اندر یہ خواہش پیدا ہوئی شاید وہ یہ خواہش تیرے دل سے مٹا دے یا وہ اس خواہش کی تکمیل کا سامان اس طرح اپنی بخشش و عطا، نرمی و سہولت اور برکت سے کافی و شافی طور پر مہیا فرما دے گا کہ نہ تو دنیا میں اس کے بوجھ تلے آئے گا اور نہ یہ آخرت میں تیرے لیے مصیبت کا باعث بنے، پھر اپنی خواہشات پر صبر اور تقدیر پر راضی رہنے کے سبب اللہ تعالیٰ تیرا نام صابر اور شاکر رکھ دے گا، اور تجھے گناہ سے بچنے کی عصمت کی قوت میں زیادتی عطا فرمائے گا۔ صبر کے بعد جو نعمت کفایت اور سعادت کے طور پر اللہ تعالیٰ نے تجھے عطا کی ہے، اس وقت صبر شکر سے بدل جائے گا اور اللہ تعالیٰ نے شکر کرنے والوں پر اپنی نعمت کی زیادتی کا وعدہ تو کر ہی رکھا ہے، ارشاد باری ہے:

لَنْ شُكِرَ لَكَ لَوْلَا نِعْمَتُكَ وَلَنْ يَكْفُرَ تَعْمَانِ عَذَابِي لَشَدِيدٌ - (اگر احسان مانو گے تو میں تمہیں اور دُوں گا اور اگر ناشکری کرو تو میرا عذاب سخت ہے)

اور اگر وہ (خواہش) تیرا حصہ نہیں ہے تو اس سے بے نیازی یہی ہے کہ نفس چاہے یا نہ چاہے اُسے دل سے مٹا دیا جائے، صبر اختیار کر اور خواہشات کی مخالفت کر، اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی کر اور تقدیر خداوندی پر اس کے فضل و عطا کی امید کرتے ہوئے راضی ہو جا۔ اللہ کا فرمان ہے:

اَنَسَا يَوْمَ فِي الصَّابِرِينَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ - (صابروں ہی کو ان کا ثواب بھر پور اور بے حساب دیا جائے گا)

(۱۲) مال و دولت

اگر تجھے اللہ تعالیٰ مال و دولت عطا فرمائے اور تو (اس مال و دولت کی وجہ سے) اس کی عبادت سے منہ پھیر لے تو دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ تیرے لیے مجاہبات قائم کر دے گا، اور ممکن ہے اللہ تعالیٰ تجھ سے مال و دولت کی وہ نعمت بھی چھین لے اور تیری حالت بدل ڈالے اور منعم (حقیقی) سے منہ موڑ کر اس کی دی ہوئی نعمت کی طرف مشغول ہونے کی نرا کے طور پر وہ تجھے مسکین کر دے، اور اگر تو نے مال و دولت کو عبادت الہی کے فرائض کی بجائے آدمی میں حائل نہ ہونے دیا، تو وہ مال ہمیشہ کے لیے، تجھے بخش دیا جائے گا اور اس میں سے ذرہ بھر کمی نہ ہوگی۔ مال و دولت تیرے خادم اور تُو اپنے مولیٰ کا خادم ہوگا، چنانچہ تو دنیا میں ناز و نعمت کی زندگی گزارے گا اور آخرت میں بھی جنت الماویٰ میں اعزاز و اکرام کے ساتھ صدیقین، شہداء اور صالحین کی رفاقت میں ہوگا۔

(۱۳) تسلیم و رضا

نعمتوں کے حصول اور مصائب سے بچنے کی کوشش نہ کر، نعمتیں اگر تیرا مقدر ہیں تو وہ تجھے مل کر رہیں گی چاہے تو انہیں طلب کرے یا ناپسند کر لے۔ اسی طرح اگر مصیبت تیری قسمت میں ہے اور تیرے لیے اس کا فیصلہ ہو چکا ہے تو خواہ تو اسے ناپسند کرے یا دُعا کے ذریعے اسے ہٹانا چاہے یا صبر اور جلدی جلدی اللہ کو راضی کرنے کی کوشش کرے تو بھی وہ مصیبت تجھ پر آ کر پڑے گی بلکہ اپنے تمام امور خدا ہی کے سپرد کر دے تاکہ وہ خود تیرے اندر جلوہ گر ہو۔ اگر تجھے نعمتیں عطا ہوں تو شکر بجالاتا رہ اور اگر آزمائش آجائے تو صبر کریا بتکلف صبر پیدا کر، اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور قرب کی خاطر اس آزمائش کو نعمت سمجھ! یا خود اس میں معدوم اور فنا ہو جا، اور یہ معدومیت ان حالات کے اندازے کے مطابق جو جن سے تُو دوچار ہے اور جن سے تو اس خدا کے قُرب منازل کی طرف

لے مصری نسخے عبارت یوں ہے: فالنعماء الیک جبکہ دوسرے نسخے میں فالنعماء واصلۃ الیک ہے اہم نے اسی کے مطابق ترجمہ کیا ہے۔

مقتل کیا جا رہا ہے جس کی عبادت اور جس سے تعلق کا تجھے حکم دیا گیا ہے، تاکہ ”رفیق اعلیٰ“ ہم
 تیری رسائی ہو جائے اور اس وقت تجھے سلف صالحین، صدیقین اور شہداء کے مقام پر فائز کر دیا جائے
 اور تو اپنے سے پہلے بارگاہِ خداوندی کی طرف گزر جانے والے ان بزرگوں کے منازل اور مقامات
 کا مشاہدہ کرے، جنہوں نے قربِ خداوندی کی سعادت حاصل کی، اور اس کی بارگاہ سے نعمتیں،
 مستزین اور امن و امان کے انعامات حاصل کیے، مصائب کو اپنی طرف آنے دے، ان کا
 راستہ چھوڑ دے، اور دعاؤں کے ذریعے اُن کی راہ بند نہ کر۔ مصائب کے آنے پر کسی قسم کی جزا نفاذ
 نہ کر کیونکہ ان مصائب و آلام کی تکلیفیں دوزخ کی آگ سے زیادہ تکلیف دہ نہیں ہیں۔ زمین و آسمان
 میں رہنے والوں میں سب سے عظیم المرتبت ہستی اور مخلوق کے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا
 ارشاد گرامی ہے کہ دوزخ مومن سے کہے گی اے مومن! جلدی گزر جا، کہ تیرے نور کی چمک میرے
 شعلے کی بھرپور بجھ رہی ہے۔ کیا مومن کا وہ نور جو دوزخ کی آگ بجھا رہا ہے وہی نور نہیں ہے جس سے
 دنیا میں بھی مومن شاد و کام تھا، اور یہی نور مطیع و عاصی کے درمیان باعثِ امتیاز ہے۔ بس یہی
 نور تیرے مصائب و آفات کے شعلوں کو بجھانے گا۔ لہذا تجھے چاہیے (ایسا مقام پیدا کر) کہ
 رضائے الہی کے حصول اور صبر کی ٹھنڈک سے اپنے مصائب کی حدت اور گرمی بجھا دے، یہ
 آزمائش تجھے ہلاک کرنے کے لیے نہیں بلکہ تجھے آزمانے، تیرے ایمان کی استقامت کا جائزہ
 لینے، تیرے ایقان کی بنیادیں مضبوط کرنے، اور تجھے تجھ پر اللہ تعالیٰ کے اظہارِ فخر کی خوشخبری دینے
 آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَنبَلِّغَنَّكَ حَتَّىٰ نَعْلَمَ الْمُجَاهِدِينَ مِنكُمْ وَالصَّابِرِينَ وَلَنَبْلُوَنَّكَ بِأَعْيُنِنَا ۖ وَلَا تُلَاحِظْ بِأَعْيُنِنَا ۖ وَلَا تَقِفْ بِأَعْيُنِنَا

لے مصری نسخے میں عبارت یوں ہے وَلَا تَقِفْ وَلَا تَحْجِزْ ہے۔ لاہور والے نسخے میں وَلَا تَقِفْ بِأَعْيُنِنَا
 فی وجہہا ہے۔ ہم نے اسی کے مطابق ترجمہ کیا ہے۔

۲۷۱ نسخے کی عبارت تَوْثِيقُ قَاعِدَةِ يَقِينِكَ ہے جبکہ مصری نسخے میں تَوْثِيقُ عُرْوَةِ يَقِينِكَ ہے
 ہم نے موخر الذکر کے مطابق ترجمہ کیا ہے۔

ہم تجھے جانچیں گے یہاں تک کہ دیکھ لیں تمہارے جہاد کرنے والوں اور صابروں کو اور تمہاری خبریں آزمالیں۔

پھر جب اللہ کے ساتھ تیرا ایمان پختہ ہو گیا اور اس کی تقدیر پر پورے یقین کے ساتھ تورا ضی ہو گیا، اور یہ اس کی طرف سے ہی توفیقِ ارزانی اور فضل و احسان کے نتیجے میں ہوتا ہے، تو تو ہمیشہ کے لیے صابر اور اس کے احکام کے آگے تسلیمِ خم کر دے، اپنے لیے اور کسی دوسرے کے لیے کوئی ایسی بات پیدا نہ کر جو امر و نہی کے دائرے سے باہر نکلی ہوئی ہو اور جب اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کا کوئی معاملہ اُٹھانے تو اُسے غور سے سن اور بجالانے میں جلدی کر حکم سن کر آرام سے نہ بیٹھ بکد اس کی ادائیگی کے لیے فوراً کوشاں ہو جا۔ اس موقع پر فعلِ خداوندی اور تقدیر کا بہانہ نہ بنا بلکہ حکمِ خداوندی کی لجا بیگی کے سلسلے میں اپنی پوری کوشش اور طاقت خرچ کر، اپنی پوری کوشش کے باوجود بھی اگر امرِ الہی کی بجا آوری میں کمی یا کوتاہی رہ جائے تو عاجزی و زاری کے ساتھ خدا سے التماس کر! اور معافی مانگ، اور حکمِ خداوندی کی تعمیل میں کوتاہی اور عبادتِ الہی کے شرف سے محرومی کے اسباب پر غور کر، شاید کہ احکامِ الہی میں یہ کوتاہی تیرے بلند بانگ دعوؤں کی نحوست، دورانِ عبادت بے ادبی، تکبر، اپنی قوت و بڑائی کے فخر، اعمال پر خود بینی اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے نفس اور مخلوق کو شریک کرنے کے سبب ہو، اور اللہ نے تجھے اپنے دروازے سے دُور کر دیا ہو، اور اپنی عبادت و خدمت سے معزول کر دیا ہو، اور اس نے اپنی توفیق کی امداد تجھ سے روک لی ہو، اور تجھ سے اپنی عنایات و الطاف اٹھالی ہوں اور ناراضگی کے سبب تجھے تیری دنیا کی آزمائش، خواہشات اور آرزوؤں امیدوں میں مشغول کر دیا ہو، تمہیں علم نہیں کہ یہ ساری چیزیں تجھے اپنے مولیٰ سے غافل کر دینے والی اور جس نے تجھے پیدا کیا اور پرورش کی

۱۔ مصری نسخے میں عبارت اس طرح ہے فاذا ثبت مع الخلق ایمانك اور یہ باطل غلط ہے۔

۲۔ مصری نسخے میں یہاں وصدق عن التشوق لطاعتك ہے جبکہ دوسرے نسخے میں وصدق عن الشرف بطاعتك ہے اور یہی زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔

۳۔ مصری نسخے میں لعل ذلک لشوم دعائك ہے جو غلط ہے صحیح لشوم دعاویك ہے۔

اور پھر دنیوی مال و متاع کا مالک بنایا اور عنایات کیں اس کی نظر کرم سے محروم کر دینے والی ہیں۔ خیال کر: تاکہ یہ چیزیں (غیر اللہ) تجھے اپنے رب سے غافل نہ کر دیں، اللہ کے سوا ہر شے غیر اللہ ہے تو اللہ کے مقابلے میں غیر اللہ کو قبول نہ کر، اس لیے کہ اس نے تجھے اپنے لیے پیدا کیا ہے! غیر اللہ میں مشغولیت و محبت کی وجہ سے اللہ سے اعراض کر کے اپنے اوپر ظلم نہ کر، ورنہ اللہ تجھے ایسی آگ میں جھونک دے گا جن کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں، اس وقت تو شرمندہ ہو گا مگر یہ ندامت کوئی فائدہ نہیں دے گی، اس وقت تو معذرت پیش کرے گا لیکن تیل کوئی عذر قبول نہ ہو گا، فریاد کرے گا لیکن فریاد رسی نہیں ہو گی، اللہ تعالیٰ کی رضا طلب کرے گا مگر خدا راضی نہیں ہو گا، اپنی غلطیوں کی اصلاح اور کوتاہیوں کے ازالے کے لیے تو دنیا میں واپس ہونا چاہے گا لیکن ایسا نہیں ہو سکے گا۔ اپنے آپ پر رحم کھا اور شفقت کر، اور عقل و علم ایمان و معرفت کی صورت میں تجھے جو آلات عطا کیے گئے ہیں انہیں اطاعتِ الہی کے کام میں استعمال کر، انہی ہتھیاروں کی مدد سے تقدیر الہی کے اندھیروں میں (اپنے مصائب کے بارے میں) نورِ ہدایت طلب کر اور امر و نہی کی پابندی کر، اور ان کے ذریعے سے اپنے مولیٰ کا قرب حاصل کر، امر و نہی کے علاوہ تمام امور اسی ذات کے سپرد کر دے جس نے تجھے پیدا کیا اور وجود بخشا، اور جس نے تجھے مٹی سے پیدا کیا، پھر پرورش کی، پھر پانی کے قطرے سے ایک مکمل انسان کی صورت میں بنایا، اس کی نافرمانی نہ کر، اس کے حکم کے خلاف کوئی ارادہ نہ کر اور نہ اس کی نہی کے بغیر کسی چیز کو بُرا سمجھ۔ دنیا و آخرت میں احکامِ خداوندی پر اکتفا کر، اور دونوں مقامات میں اس کی منع کی ہوئی چیزوں کو بُرا جان، تیری ہر مراد اُسی مراد کے تابع اور ہر کردہ اس کردہ کے ساتھ وابستہ ہو، جب تو حکمِ الہی کا پابند ہو جائے گا تو تمام کائنات تیرے حکم کی تابع ہو گی، جب تو اس کی منع کردہ چیزوں کو بُرا سمجھے گا، تو جہاں کہیں بھی ہو گا تمام ناپسندیدہ اشیاء تجھ سے دُور ہو جائیں گی، اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض کتابوں میں فرمایا ہے کہ اے اولادِ آدم! میں اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، جس چیز کو کہہ دیتا ہوں کُن وہ ہو جاتی ہے لہذا تو میری اطاعت کر تاکہ تجھے بھی اپنی طرح بنادوں کہ تو جس چیز کے اچھونے کا حکم کرے وہ ہو جائے اور فرمایا کہ اے دنیا! جو میری طلب کرے تو اس کے پیچھے بھاگ اور جو تیرے پیچھے بھاگے اے ہمیشہ

پریشان رکھ! جس وقت خدا تعالیٰ کی نہی کی بات آجائے تو اس کے آگے تسلیم خم، بے بس زخمی دل، (اس کے علاوہ) تنگ سینہ، مُردہ جسم، خواہشات اور روایات سے پاک، بشری عوارضات سے مُبرا، شہوات سے آزاد، گرے ہوئے تاریک خالی مکان کا ساکن، اور معدوم و بے نشان ہو جا، اس وقت گویا تیرے کان (اس امر الہی کے علاوہ سننے سے) بہرے تیری آنکھیں پٹی بندھی ہوئی دکھائی یا مادرِ زاد اندھی ہو جائیں، اور تیرے ہونٹ (اس کے متعلق کچھ بولنے سے) زخمی یا سوجے ہوئے ہوں، اور تیری زبان کی کیفیت یہ ہو گویا گونگی یا توتلی ہے، اور تیرے دانتوں کی مثال ایسے ہو گویا تکلیف اور درد کی وجہ سے ان کے مسوڑھوں میں پیپ بھری ہے اور تیرے ہاتھ و پیر اور کسی چیز کو پکڑنے یا اٹھانے سے عاجزی کی صورت اختیار کیے ہوئے ہوں، تیرے دونوں پاؤں زخمی (امر الہی کی مخالفت میں چلنے سے) اور لرزیدہ و شل ہوں، تیری نفسانی خواہشات ختم ہو کر رہ جائیں اور یوں معلوم ہو کہ یہ قوت اس کے علاوہ کسی اور بات کی طرف لگی ہوئی ہے اور تیرے پیٹ کی کیفیت یہ ہو کہ گویا سیر ہے اسے کھانے کی کوئی خواہش ہی نہیں ہے، تیری عقل پر جنون اور جسم ایسے مُردے کی طرح ہو جائے جسے قبر کی طرف اٹھا کر لایا گیا ہو، تجھے احکام الہی کو غور سے سُن کر اُن کی ادائیگی کے لیے جلدی کوشش کرنی چاہیے، اسی طرح قضا و قدر کے سامنے فانی اور معدوم سمجھ کر منہیات اپنے آپ کو روکنا چاہیے، (اپنے مرض میں) دوا کے طور پر یہی شربت استعمال کر، اور (بیمار جسم کے لیے) یہی غذا رکھ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کے حکم سے نفسانی خواہشات اور گناہوں کی تمام بیماریوں سے تجھے شفا کے کاملہ نصیب ہوگی

(۱۴) مقبولانِ بارگاہ

اے خواہشات کے پُجاری! مقبولانِ بارگاہ کی ہمہ ساری کا دعویٰ نہ کر بلکہ اس لیے کہ تو اپنی خواہشات کی پیروی کرتا ہے اور وہ اپنے مولیٰ کے مطیع و فرمانبردار ہیں، تیرا مطیع نظر دینا ہے جبکہ ان کا انتہا و مقصود عُقْبٰی ہے، تیری نگاہ دنیا پر لگی ہوئی ہے جبکہ وہ آسمانِ زمین کے پروردگار کے دیدار کی تجلیات سے مشرف ہیں۔ تیرا دلی لگاؤ مخلوق کے ساتھ ہے جبکہ

ان کا روحانی رشتہ مالکِ عرش کے ساتھ وابستہ ہے تو دنیا (کے ساز و سامان) میں جس چیز کو دیکھتا ہے اس کا گرفتار ہو جاتا ہے لیکن اُن کی نگاہ متاعِ دنیا پر نہیں بلکہ ان کے خالق پر ہوتی ہے جسے ظاہری آنکھوں سے نہیں (بلکہ دینہ باطن سے) دیکھا جاسکتا ہے۔ وہ (گروہِ اصنیاء متاعِ دنیا سے) نجات حاصل کر کے فائز المرام ہو گئے لیکن تُو ابھی تک اپنی خواہشات میں گرفتار اور اسبابِ دنیا کا اسیر ہے، وہ مخلوقِ خواہشات اور ارادے و آرزوں سے نکل کر خدائے برتر کے قُرب کی سزا حاصل کر گئے اور اللہ نے انہیں منتہائے عبادت یعنی طاعت، حمد اور ثنا کے بلند مقامات پر فائز کر دیا، یہ اللہ کا فضل و کرم ہے جسے وہ چاہتا ہے عطا کرتا ہے، چنانچہ وہ طاعت اور حمد و ثنا پر ہمیشہ کے لیے کار بند ہو گئے اور وہ اس میں اللہ کی توفیق اور عنایت سے کسی تکلیف اور مشقت کے بغیر نہایت آسانی کے ساتھ مصروف رہے ایہاں تک کہ عبادت اور طاعت ان کی رُوح اور غذا بن گئی اور دنیا اُن کے لیے نعمت اور سرور بن گئی، گویا دنیا ان کے لیے بہشت ہے اس لیے کہ وہ متاعِ دنیا میں سے کسی بھی چیز کو دیکھتے وقت اس کے خالق اور پیدا کرنے والے کے فعل پر نظر رکھتے ہیں (بس یہی وہ مبارک لوگ ہیں کہ) ان سے زمین و آسمان کا ثبات اور انہی کے ذریعے زندوں اور مُردوں کا اکرام و سکون قائم ہے کیونکہ انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی زمین کے لیے ایک مرکز بنایا ہے، اور یہ ایسے پہاڑ کی طرح ہیں جو اپنی جگہ قائم ہے لہذا جنہیں ماں باپ اور آلِ اولاد بھی اپنے ارادے سے باز نہیں رکھ سکی، تو بھی ان کے راستے میں اگر مزاحمت نہ کر، وہ اپنے رب کی بہترین مخلوق ہیں، جنہیں اس نے پیدا کر کے (فیضان کے لیے) زمین میں پھیلا دیا ہے۔ حُب تک یہ زمین و آسمان قائم ہیں، اللہ کی طرف سے ان پر سلامتی و رحمت کا نزول ہو۔

(۱۵) خوف و رجاء

ایک دفعہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں مسجد کی مانند ایک جگہ میں ہوں اور اس میں کچھ

لے مصری نسخے میں عبارت اس طرح ہے وصاربت الدنيا اذ ناك في حقهم نعمة و حزينا اپنے سیاق کے لحاظ سے یہ غلط ہے، صحیح فی حقہم نعمة و حزیناً ہے۔

لوگ عام مخلوق سے الگ تھلک بیٹھے ہیں، میں نے کہا اگر یہاں فلاں بزرگ ہوتا تو وہ انہیں ہدایت کرتا اور ادب سکھاتا، اتنے میں وہ میرے ارد گرد جمع ہو گئے اور ان میں سے ایک کہنے لگا آپ کو کیا ہے، آپ ہمیں کیوں نہیں سمجھاتے؟ میں نے کہا اگر تمہارا خیال ہے تو بسم اللہ! پھر میں نے اپنی گفتگو اس طرح شروع کی ”اگر تم مخلوق سے اپنے تمام تعلقات منقطع کر کے حق کی طرف گئے ہو تو پھر اپنی زبان سے بھی لوگوں سے کچھ مانگو، اور جب تم نے کسی سے سوال نہ کرنے کا عزم کر لیا ہے تو دل سے بھی سوال نہ کرو، اس لیے کہ دل کا سوال زبان کے سوال کی طرح ہے اور اچھی طرح جان لو کہ تغیر و تبدل اور عزت و ذلت کے بارے میں ہر روز اللہ تعالیٰ کی نئی نشان ہوتی ہے، ایک جماعت کو مقام علیین کی رفعت عطا فرماتا ہے تو دوسری کا ٹھکانہ اسفل السافلین بناتا ہے، پھر علیین والوں کو اسفل السافلین میں گرانے کی دھمکی دیتا ہے، اس وقت ان کی آرزو اور امید یہ ہوتی ہے کہ انہیں اپنی حالت پر باقی رکھتے ہوئے علیین ہی میں رہنے دیا جائے، دوسری طرف اسفل السافلین والوں کو ہمیشہ اسی حالت میں رکھنے سے ڈرا کر انہیں اعلیٰ علیین کا امیدوار بناتا ہے۔ اس کے بعد میں خواب سے بیدار ہو گیا۔

(۱۶) توکل اور رزق حلال

تو لوگوں پر بھروسہ کرنے اور اسباب کسب و ہنر پر تکیہ کرنے کی وجہ سے ہی اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اور بلا واسطہ اس کی عنایت سے محروم ہوا ہے۔ مخلوق حلال روزی جو کہ اپنے کسب سے حاصل ہوتی ہے سے تیرے لیے حجاب اور رکاوٹ کا سبب ہے، اس لیے جب تک مخلوق سے تیرا یہ رشتہ قائم ہے یعنی تو ان کے دستِ بخشش و عطا پر اپنی نگاہیں لگائے ہوئے ہے اور اپنی ضرورتوں کے لیے اُن کے دروازوں کے طواف کر رہا ہے، تو تو اللہ کے ساتھ مخلوق کو شریک ٹھہرانے کے جرم کا ارتکاب کر رہا ہے، اس وقت اللہ تعالیٰ تجھے رزق حلال یعنی اپنے کسب سے روزی نہ کمانے کی وجہ سے سزا دے گا، اگر تو نے اپنے وسائل رزق کی مخلوق کے ساتھ وابستگی منقطع کر لی اور اس طرح مخلوق کو اس کا شریک بنانے سے تو بہ کر کے حلال روزی کے کسب میں مشغول ہو گیا اور حلال روزی ہی کو اپنی غذا بنایا، اور اس پر مطمئن ہو گیا لیکن ان ساری باتوں کے باوجود اسے

پروردگار کے فضل و عنایت کو بھول گیا، تب بھی تو مشرک ہے، مگر یہ شرک پہلے کے مقابلے میں بہت معمولی ہے چنانچہ اس وقت اللہ تعالیٰ تجھے اپنے خاص فضل اور عنایت سے حجاب میں رکھے گا، اور مراد دے گا، پھر جب تو نے اس سے بھی توبہ کر لی، اور شرک کو درمیان سے دور کر دیا، اور اپنی قوت، اسباب اور ہنر پر اعتماد کی بجائے تو نے سمجھ لیا کہ اللہ تعالیٰ ہی رازق، مستبب الاسباب، اور (مشکلات میں) آسانی پیدا کرنے والا ہے، اور رزق حلال کی توفیق اسی بلند و بالا ذات کی طرف سے ہی ارزانی ہوتی ہے، تمام بھلائیوں کی توفیق وہی عطا کرتا ہے اور رزق کے سارے خزانے اسی کے ہاتھ میں ہیں، کبھی تو وہ محنت اور کسب کے ذریعے اور کبھی بلا واسطہ و سبب محض اپنے خصوصی فضل سے عطا فرما دیتا ہے، پس اگر تو سب کچھ چھوڑ کر اللہ کی طرف لوٹا، اور اپنے آپ کو اس کے سپرد کر دیا، تو اس وقت اللہ تیرے اور اپنے فضل کے درمیان جہا بات اٹھالے گا۔ تیرے حسب حال نعمت میں زیادتی عطا فرمائے گا اور اپنی عنایت سے اس طرح ہر مشکل آسان کر دے گا جیسے ایک مہربان اور دوست طبیب مریض کے لیے تدابیر کرتا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی خاص امداد ہے جس کے ذریعے وہ تجھے غیر کی طرف مائل ہونے سے بچاتا ہے اور تجھے اپنے فضل و کرم سے سرور کرتا ہے، جب تیرے دل سے تمام ارادے، خواہشات اور مطالب مٹ جائیں گے تو اللہ کے ارادے کے سوا تیرے دل میں کچھ باقی نہیں رہے گا، اور جب وہ چاہے گا کہ تیرا وہ حصہ جو تیرے لیے مقدر ہو چکا ہے اور جس میں تیرے بغیر کسی دوسرے کا کوئی حصہ نہیں ہے تجھے عطا فرمائے تو وہ تیرے دل میں اس کی طلب اور خواہش پیدا کر دے گا، اور حاجت کے وقت تجھے تیرا وہ حصہ مرحمت فرما دے گا۔ اس کے بعد شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے گا، اور جلا دے گا کہ یہ نعمت اسی کی طرف سے ہے اور وہی اس کا بھیجنے والا اور عطا کرنے والا ہے۔ اس وقت تو اللہ کا شکر بجالائے گا اور اچھی طرح جان لے گا چنانچہ یہ چیزیں تجھے لوگوں سے بے تعلق اور دور رہنے اور تیرے دل کے ماسوی اللہ سے خالی

۱۔ مصری نسخے کی عبارت اس طرح ہے *ثم يوفيك ويعرفك انه منہ* اس میں شکر کا ذکر نہیں ہے، شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی شرح کا متن یوں ہے *ثم يوفيك بشكركم ويعرفك انه منہ*۔

رہنے کا موجب نہیں گی۔ اس کے بعد جب تیرا علم اور یقین بچتہ ہو جائے گا، تیرا سینہ کھل جائے گا، قلب منور ہو جائے گا بارگاہ ایزدی میں تیرا مقام بلند اور قرب زیادہ ہو جائے گا اور تیری یاقوتِ امانت اسرارِ الہی کی حفاظت کی وجہ سے بڑھ جائے گی، تو اس کے فضل و کرم اور عنایت سے تیری شرافت اور بزرگی کے باعث تیرا حصہ ملنے سے پہلے تجھے بتلادیا جائے گا کہ تیرا حصہ کب آئے گا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اُمَّةً يَهْدُونَ بِامْرَاِلِنَا صِدْقًا وَكَانُوا اٰيٰتًا يُوْقَنُوْنَ ۝۱۷

اور ہم نے ان میں سے کچھ امام بنائے کہ ہمارے حکم سے بتاتے جیکے انھوں نے صبر کیا اور وہ ہماری آیتوں پر یقین لائے تھے)

اسی طرح دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِىْٓنَا لَنَهْدِيْٓهُمْ سُبُلَنَا ۚ وَهُمْ يُخْرَجُوْنَ ۝۱۸
ضرور ہم انھیں اپنے راستے دکھائیں گے)

ایک اور مقام پر ارشاد ہے:

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَيَعْلَمِكُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ اللّٰهُ الَّذِىْ يَهْدِىْ مَن يَشَاءُ ۚ

پھر تجھے ظاہری اجازت کے ساتھ جس میں کسی شک و شبہ کا غبار نہ ہوگا، ایسی دلیل کے ساتھ جو آفتاب کی طرح روشن ہوگی، ایسے لذیذ کلام کے ساتھ جو ہر لذیذ شے سے زیادہ لذیذ ہوگا، اور ایسے الہام کے ساتھ جو بلاشبہ سچا ہے اور خطرات نفسانی اور شیطانِ لعین کے وسوسوں سے پاک و صاف ہے عالم میں تصرفات کی قوت بخشی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض کتابوں میں فرمایا ہے:

يٰۤاَيُّهَا اٰدَمُ اِنَّا اٰلَہٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اِنَّا قَوْلُ لِلشَّيْءِ كُنْ فَيَكُوْنُ اَطْعَمْنِیْ اَجْعَلْکَ تَقُوْلُ لِلشَّيْءِ کُنْ

فیکون۔ اے بنی آدم میں اللہ ہوں، میرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، میں جس چیز کو کہتا ہوں ہو جاوے ہو جاتی ہے، میری فرمانبرداری کرتا کہ تجھے بھی ایسا بنا دوں کہ تو جس چیز کو

کہے ہو جاوہ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اکثر انبیاء و اولیاء اور بنی آدم میں سے اپنے دوسرے مقبول بندوں کو یہی مقام عطا فرمایا ہے۔

(۱۴) واسطہ مُرشد

اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کے فضل سے جب تو اس کی بارگاہ تک پہنچ گیا اس کی بارگاہ تک پہنچنے کے معنی یہ ہیں کہ تمام مخلوق اور اپنے ارادہ و خواہشات سے باہر نکل آئے، اور اس کے ارادہ اور قدرت میں اس طرح فنا ہو جائے کہ نہ تجھ اپنے اندر کسی عمل و حرکت کا اختیار باقی رہے اور نہ تیرے ذریعے مخلوق میں (ارادہ و فعل ایزدی کے بغیر) کوئی حرکت ہو، بلکہ ہر حکم اور فعل اللہ ہی کے ارادہ و مشائے عمل میں آئے، یہی وہ فنا کی حالت ہے جسے وصول الی اللہ سے موسوم کیا جاتا ہے اور بارگاہ الوہیت کا یہ وصول مخلوقات میں سے کسی کی طرف معروف طریقوں کے وصول کی طرح نہیں ہے۔ ارشاد ہے:

لیس کشلہ شئی و هو السیم البصیر۔ اللہ جل شانہ کی شان اس سے کہیں بلند و بالا ہے کہ اسے اس کی مخلوقات پر قیاس کیا جائے یا ان کے ساتھ اسے تشبیہ دی جائے اجد بارگاہ ایزدی تک رسائی تو اللہ کی توفیق سے اہل وصول کے ہاں معروف ہے۔ اس بارگاہ قدس میں رسائی حاصل کرنے والا ہر واصل دوسرے سے الگ ہے اس میں کوئی کسی کا شریک نہیں، اس سلسلے میں تمام رسل، انبیاء اور اولیاء کے مقامات علیحدہ علیحدہ ہیں، ان میں سے کوئی بھی دوسرے کے اسرار سے آگاہ نہیں ہوتا، یہاں تک کہ اس راہ میں تو بسا اوقات شیخ اپنے مرید کے مقام سے آشنا نہیں ہوتا اور ایسا مرید جس کی روحانی سیر اپنے شیخ کی بلندیوں کی چوکھٹ کو چھو رہی ہوتی ہے، بھی شیخ کے مرتبے کا تعین نہیں کر پاتا، پھر جب مرید شیخ کے مقام کو پہنچ جاتا ہے تو وہ شیخ سے علیحدہ کر دیا جاتا ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ اسے تمام مخلوق سے جدا کر کے اپنی دوستی کے قُرب میں لے لیتا ہے اس وقت شیخ کی مثال اس

کہے ہو جاوہ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اکثر انبیاء و اولیاء اور بنی آدم میں سے اپنے دوسرے مقبول بندوں کو یہی مقام عطا فرمایا ہے۔

(۱۴) واسطہ مُرشد

اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کے فضل سے جب تو اس کی بارگاہ تک پہنچ گیا اس کی بارگاہ تک پہنچنے کے معنی یہ ہیں کہ تمام مخلوق اور اپنے ارادہ و خواہشات سے باہر نکل آئے، اور اس کے ارادہ اور قدرت میں اس طرح فنا ہو جائے کہ نہ تجھ اپنے اندر کسی عمل و حرکت کا اختیار باقی رہے اور نہ تیرے ذریعے مخلوق میں (ارادہ و فعل ایزدی کے بغیر) کوئی حرکت ہو، بلکہ ہر حکم اور فعل اللہ ہی کے ارادہ و مشائے عمل میں آئے، یہی وہ فنا کی حالت ہے جسے وصول الی اللہ سے موسوم کیا جاتا ہے اور بارگاہ الوہیت کا یہ وصول مخلوقات میں سے کسی کی طرف معروف طریقوں کے وصول کی طرح نہیں ہے۔ ارشاد ہے:

لیس کشلہ شیء و هو السیمع البصیر۔ اللہ جل شانہ کی شان اس سے کہیں بلند و بالا ہے کہ اسے اس کی مخلوقات پر قیاس کیا جائے یا ان کے ساتھ اسے تشبیہ دی جائے اجد بارگاہ ایزدی تک رسائی تو اللہ کی توفیق سے اہل وصول کے ہاں معروف ہے۔ اس بارگاہ قدس میں رسائی حاصل کرنے والا ہر واصل دوسرے سے الگ ہے اس میں کوئی کسی کا شریک نہیں، اس سلسلے میں تمام رُسل، انبیاء اور اولیاء کے مقامات علیحدہ علیحدہ ہیں، ان میں سے کوئی بھی دوسرے کے اسرار سے آگاہ نہیں ہوتا، یہاں تک کہ اس راہ میں تو بسا اوقات شیخ اپنے مرید کے مقام سے آشنا نہیں ہوتا اور ایسا مرید جس کی روحانی سیر اپنے شیخ کی بلندیوں کی چوکھٹ کو چھو رہی ہوتی ہے، بھی شیخ کے مرتبے کا یقین نہیں کر پاتا، پھر جب مرید شیخ کے مقام کو پہنچ جاتا ہے تو وہ شیخ سے علیحدہ کر دیا جاتا ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ اسے تمام مخلوق سے جدا کر کے اپنی دوستی کے قُرب میں لے لیتا ہے اس وقت شیخ کی مثال اس

وودھ پلانے والی دایہ کی ہوتی ہے جس کا بچہ دو سال کے بعد دودھ پینا چھوڑ چکا ہوتا ہے، خواہش و ارادہ کے ختم ہونے کے بعد مخلوق سے کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں رہتا۔ شیخ کی ضرورت اس وقت تک رہتی ہے جب تک خواہش و ارادہ باقی ہے تاکہ شیخ مرید کو خواہش و ارادہ کے چکر سے نکال سکے۔ خواہش و ارادہ کے ختم ہو جانے کے بعد شیخ کی احتیاج باقی نہیں رہتی، کیونکہ اس وقت مرید میں کسی قسم کی کمی اور کوتاہی باقی نہیں ہوتی، جب تجھے وصالِ حق نصیب ہو گیا جیسا کہ ہم نے بیان کیا تو ہمیشہ کے لیے ماسوی اللہ سے بے خوف ہو جا، اس کے بغیر کسی بھی چیز کا وجود حقیقی نہ سمجھ اور اپنے نفع و نقصان، منع و عطاء اور خوف و رجا میں اللہ تعالیٰ پر ہی تکیہ رکھ، پھر تو ہمیشہ دستِ قدرتِ پر نگاہ رکھ، اس کے حکم کا منتظر اور اس کی طاعت میں مشغول رہ، دنیا و مافیہا سے علیحدہ رہ اور مخلوق میں سے کسی چیز کے ساتھ دل نہ لگا اور تمام مخلوق کو اس شخص کی طرح عاجز سمجھ جسے وسیع سلطنت کے مالک، سخت گیر اور دہربے وقت والے بادشاہ نے گردن اور پاؤں میں بڑیاں ڈال کر قید کر لیا ہو، اور اسے ایک وسیع و عریض اور تیز بہاؤ والی نہر کے کنارے صنوبر کے درخت پر سولی پر لٹکا دیا ہو، اور یہ بادشاہ ایک بلند اور عام لوگوں کی رسائی سے بالاتر پر فروکش ہو، اس کے ارد گرد و تیزوں، کمانوں، نیزوں اور دیگر قسم قسم کے ایسے ہتھیاروں کے انبار لگے ہوں کہ جن کی صحیح مقدار کا علم بھی بادشاہ کے علاوہ کسی کو نہ ہو، ایسے میں یہ بادشاہ سولی پر لٹکائے جانے والے معتبوب شخص پر اپنی مرضی کے مطابق ان ہتھیاروں میں سے اٹھا اٹھا کر پھینک رہا ہو۔ اس صورتِ حال میں اس شخص کو کون اچھا سمجھے گا جو بادشاہ سے نظریں پھیر لے اس کی پروا نہ کرے اور سولی پر لٹکے ہوئے شخص سے ڈرے بھی سہی اور اپنی امیدیں بھی وابستہ کرنے، جو بھی شخص اس طرزِ عمل کا مظاہرہ کرے آخر عقل و خرد کی دنیا میں اُسے بے عقل، دیوانہ، جانور اور بیوقوف نہیں سمجھا جائے گا تو اور کیا سمجھا جائے گا۔ بصیرت کے بعد مجربیت، وصال کے بعد جدائی، قُرب کے بعد دُوری، ہدایت کے بعد گمراہی اور ایمان کے بعد کفر سے ہم بارگاہِ خداوندی میں سے پناہ مانگتے ہیں جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے دنیا ایک بڑی نہر کی مانند ہے، ہر روز اس کا پانی بڑھ رہا ہے اور پانی انسانوں کی وہ شہوات اور لذتیں ہیں جو انہیں حاصل ہوتی رہتی ہیں، تیر اور دوسرے مختلف ہتھیار وہ مصائب ہیں جو تقدیرِ الہی سے انسان پر نازل

ہوتے رہتے ہیں، دنیا میں انسان پر مصائب، آزمائشیں اور سختیاں مقدر ہیں، آرام و راحت اور نعمت و لذت میں سے جو کچھ اسے ملتا ہے وہ بھی آفات سے خالی نہیں، اگر کوئی ذمی شعور آدمی ان پر غور کرے تو اس پر یہ حقیقت منکشف ہو جائے گی کہ آخرت کے سوا کوئی حیات نہیں ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

لا عیش إلا عیش الآخرة (آخروی زندگی کے مقابلے میں دنیوی زندگی کا عیش کوئی حقیقت نہیں رکھتا) یہ بالخصوص مومنین کے لیے ہے۔

اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: الدنيا سجن المومنین وجنّ الكافر (دنیا مومن کے لیے قید خانہ اور کافر کے لیے جنت ہے)

نیز آپ کا فرمان ہے:

التقى مدجّم (پرہیزگار امور دنیا سے روگرداں ہوتا ہے)
ان احادیث اور آثار کی روشنی میں دنیا کی اچھی زندگی کی تمنا کیونکر کی جائے؟ حقیقی مسرت اور خوشی مخلوق سے آزاد ہو کر بارگاہ الوہیت سے اپنی استواری، اطاعت اور اس کے سامنے عاجزی میں ہے، اس طرح تو دنیاوی بکھیڑوں سے بے نیاز ہو جائے گا اور تیرے اندر مہر و محبت، لطف و راحت اور اللہ تعالیٰ کے خصوصی فضل کا ظہور ہوگا۔

(۱۸) ممانعت شکایت

میری وصیت ہے کہ تمہیں جو بھی تکلیف پہنچے دوست ہو یا دشمن کسی کے آگے اس کا شکوہ نہ کرو اور تیرے پروردگار نے تیرے ساتھ جو کچھ کیا ہے یا تجھے جس آزمائش میں ڈالا ہے اس کی وجہ سے اُس پر ہمتیں نہ دھر! بلکہ اس کی طرف سے احسان اور اس کے حضور شکریے کا اظہار کر، نعمت کے بغیر شکر کرنا جو تیرے نزدیک بظاہر جھوٹ ہے تیرے ظاہری حال کی شکایت کی خبر کے سچ سے بہتر ہے، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے کون خالی ہے؟ ارشاد باری ہے:

لے مصری نسخے کی مہارت اس طرح ہے: منازل بك من خیر یہ غلط ہے، صحیح من ضریر ہے۔

وان تعدوا نعمة الله لا تحصوها۔ (اور اگر اللہ کی نعمتیں گنو تو شمار نہ کر سکو گے)
 تیرے پاس اللہ تعالیٰ کی کتنی نعمتیں ایسی ہیں جن کا تجھے علم بھی نہیں۔ مخلوق میں سے کسی کے
 ساتھ اپنا سکون وابستہ نہ رکھ، اُن سے اُفت رکھ، اور نہ اپنی حالت پر کسی کو مطلع کر بلکہ تیری
 محبت اور تیرا آرام اسی سے اور شکوہ و شکایت بھی اسی کی بارگاہِ قدس میں ہو، مابکِ حقیقی کے
 بغیر کسی کو خاطر میں نہ لا، کیونکہ نفع و نقصان، عزت و ذلت، بلندی و پستی، محتاجی اور تونگری،
 حرکت اور سکون کسی اور سے نہیں بلکہ خدا کی مخلوق اور اس کے قبضہ قدرت میں ہیں، اسی کے
 امر اور اذن سے متحرک ہیں، ہر چیز اللہ کے مقرر کردہ وقت تک رہتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں
 ہر شے ایک اندازہ و اصول کے تحت ہے، جس چیز کو اس نے موخر کیا اُسے مقدم اور جسے اس
 مقدم کیا ہے اُسے موخر کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

إِنْ يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِنْ يُؤْخِرْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَادَّ
 لِفَضْلِهِ۔ (اور اگر تجھے اللہ کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کا کوئی ٹالنے والا نہیں، اس کے سوا، اور
 اگر تیرا جلا پیا ہے تو اس کے فضل کا رو کرنے والا کوئی نہیں)

اور اگر فضل و نعمت کے ہوتے ہوئے اس پر اکتفا نہ کرے اور آنکھیں بند کر کے زیادتی
 کے لیے شکایت کرے تو اللہ تعالیٰ ناراض ہو گا اور اپنی عطا کردہ فضل و نعمت بھی چھین لے گا،
 اور تیری شکایت فی الواقع سچ کر دکھائے گا، تیرے مصائب و دُکھنا کر دے گا، اور اس کی
 ناراضگی و غصہ تیرے لیے عذاب کا موجب ہوگی، اپنی نظر عنایت سے تجھے محروم کر دے گا۔
 اس لیے اگر تیرے بدن کا گوشت قینچیوں سے ٹکڑے ٹکڑے کر کے کاٹا جائے تب بھی حرفِ
 شکایت زبان پر نہ لا، شکوہ و شکایت سے اپنے آپ کو بچا اور محفوظ رکھ، اللہ سے ڈر!
 اللہ سے ڈر! پھر اللہ سے ڈر! بچ! بچ! شکایت سے بچ! لوگوں پر طرح طرح کی جو
 مصیبتیں نازل ہوتی ہیں وہ اپنے رب کی شکایت کی وجہ سے آتی ہیں۔ اس پروردگار سے

کس طرح شکوہ کیا جاسکتا ہے حالانکہ وہ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان، بہترین حاکم، حلیم و خیر، حبیب و شفیق، اپنے بندوں کے ساتھ مہربان اور شفیق طیب کی طرح ہے، انسانوں پر ظلم نہیں کرتا، کیا مہربان اور شفیق ماں پر (بچے کی پرورش کے سلسلے میں) کوئی تہمت لگائی جاسکتی ہے؟
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

اللہ ارحم بعبدہ من الوالدۃ علی ولدہا۔ (اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اولاد پر ماں

سے بھی زیادہ مہربان ہے)

اے مسکین! اچھی طرح ادب کر! آزمائش کے وقت صبر اختیار کر، اگر صبر میں کمی یا کوتاہی کا احساس ہو تو بھی صبر کر! اسی طرح اگر رضا اور موافقت میں ضعف محسوس کرے تو بھی خوشنودی اور موافقت طلب کر، اگر اب بھی تجھے اپنی ہستی کا خیال ہے تو اسے نیست و نابود کر دے، اے کیسے وجود! اگر تم کو گم کر دیا جائے تو کہاں ملے! کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا:
کتب علیکم القتال وھو کفر لکم وعلی ان تکرھوا شیئاً وھو خیر لکم وعلی ان تحبوا شیئاً وھو شر لکم واللہ یعلم و انتم لا تعلمون ﴿۵﴾ تم پر فرض ہوا خدا کی راہ میں لڑنا اور وہ تمھیں ناگوار ہے اور قریب ہے کہ تمھیں کوئی بات بُری لگے اور وہ تمھارے حق میں بہتر ہو اور قریب ہے کہ کوئی بات تمھیں پسند آئے اور تمھارے حق میں بری ہو اور اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے)

حقائق اشیاء کا علم اللہ نے تجھ سے اٹھایا اور تیرے لیے اُسے محبوب بنا دیا، اس لیے چیزوں کے بارے میں اپنی پسند و ناپسند کو معیار بنا کر بے ادبی نہ کر۔ اگر تو حالت تقویٰ میں ہے تو تمام نازل شدہ چیزوں میں شریعت کی پیروی کر کیونکہ یہ (راہ سلوک میں) قدم اولیں ہیں، اور ولایت کی حالت ہو یا خواہشات کے فنا کی صورت دونوں میں امر الہی کی متابعت کر! اور اس سے سرمو تجاوز نہ کر، یہ (اس راہ کا) دوسرا قدم ہے، کار خداوندی پر راضی رہ! اور

لہ البقرہ: ۲۱۶

لے لاہوری نسخے کی عبارت یوں ہے فلا تسئ الادب اور یہ غلط ہے۔

اُس سے موافقت کر اچھا بدالیت، غوثیت، قطبیت اور صدیقیت ایسے بلند ترین مقامات میں فنا ہو جا! راہِ قدر سے ہٹ جا اور اس کا راستہ چھوڑ دے، اپنی خواہشات اور نفس کو پھیر لے، شکوہ و شکایت سے اپنی زبان روک لے جب تو یہ طریقہ اختیار کرے گا، تو اگر وہ قدر خیر ہے تو اللہ تعالیٰ تیری زندگی پاکیزہ اور خوشی و مسرت و بالا کر دے گا، اور اگر وہ تقدیر شر ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی فرمانبرداری و طاعت کی حالت میں تیری حفاظت کرے گا، اور تجھ سے ہر قسم کی ملامت دور کر دے گا، اور تجھے اپنی قضا و قدر میں محو کر دے گا۔ یہاں تک کہ وہ گزر جائے اور جس طرح رات گزرنے پر دن نمودار ہوتا ہے اور سردیوں کے موسم کے اختتام پر گرمیاں آجاتی ہیں، اسی طرح مدت پوری ہونے کا وقت گزر جائے، یہ تیرے لیے ایک نمونہ ہے، اس سے عبرت حاصل کر! انسان میں طح طرح کی معصیتیں اور خطائیں ہیں، بظاہر ان آلائشوں کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ سے ہم نشینی کی صلاحیت نہیں رکھتا، جب تک کہ وہ گناہوں، لغزشوں اور نجاستوں سے پاک نہ ہو جائے جو شخص نفس کے دعاوی کے میل سے صاف نہیں ہے، وہ اس کے آستانہ قدس کو نہیں چوم سکتا جیسے کہ نجاستوں اور مختلف قسم کی آلائشوں سے پاک و صاف ہوئے بغیر بادشاہ کی ہم نشینی نصیب نہیں ہو سکتی، اس لیے مصائب گناہوں کا کفارہ اور ان سے پاک و صاف کرنے کا ذریعہ ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

حُمَى يَوْمِ كَفَّارَةٍ سَنَةٍ (ایک دن کا بخار سال بھر کے گناہوں کا کفارہ ہے)

(۱۹) ایفائے عہد

اگرچہ تو ضعیف الایمان اور کمزور یقین کا مالک ہے تاہم اپنے کیے ہوئے وعدے کو پورا کر، قسم نہ اٹھا تا کہ (اسے پورا نہ کر سکنے کی صورت میں) تیرا ایمان اور یقین متزلزل نہ ہو،

لے لاہور والے نسخے کی عبارت یوں ہے اذ اكنت ضعيف الایمان والیقین و یوعدت بوعید و فی بوعدك ولا یخلف لئلا یزول ایمانك، مصری نسخے میں یہ عبارت اس طرح ہے اذ اكنت ضعيف الایمان والیقین و وعدت بوعید و لا تحلف کیلا یزول ایمانك۔ ہم نے مؤخر الذکر کے مطابق ترجمہ کیا ہے۔

پھر جب تیرے دل میں ایمان و یقین قوی اور مضبوط ہو جائے اور تجھے اس قول خداوندی سے خطاب کیا جائے اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِينٌ (بیشک آج آپ ہمارے یہاں معزز و معتمد ہیں) اور یہ خطاب تجھے بار بار ہو اس وقت تو بندگان خاص بلکہ خاص الخاص میں سے ہوگا، اور اس وقت تیرا کوئی ارادہ باقی رہے گا اور نہ مطلب، اسی طرح نہ کوئی ایسا عمل باقی رہے گا جس پر تو فخر کر سکے اور نہ کوئی ایسا مرتبہ جسے دیکھ کر تو خوش ہو! یا تیرا دل اس کی طرف متوجہ ہو! اس وقت تیری مثال ایسے برتن کی سی ہوگی جس میں کوئی بننے والی چیز نہ ٹھہرتی ہو، اس وقت تیرے اندر کوئی ارادہ، عادت اور دنیا و آخرت کی کسی بھی چیز کی طرف کوئی توجہ باقی نہیں رہے گی! اور بارگاہ الوہیت کے علاوہ تمام علالتی سے پاک ہو جائے گا، تجھے رضائے الہی عطا کی جائیگی، اور اللہ کی جنت میں مقام "رضوان" کا وعدہ دیا جائے گا، اور تو خدا نے لم یزل کے افعال سے لذت و نعمت حاصل کرتا رہے گا، پھر تجھ سے وعدہ کیا جائے گا اور جب تو اس وعدہ پر مطمئن ہو جائیگا اور تیرے اندر کسی ارادے کی علامت پائی جائے گی، تو اس وقت تجھے اس وعدے سے مزید اعلیٰ وعدے کی طرف منتقل کیا جائے گا، اور اس سے بے نیاز ہونے کی وجہ سے اس سے بھی بلند وعدے کا بدلہ دیا جائے گا، اور تجھ پر علوم و معرفت کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور پھر تجھے وعدہ اول سے وعدہ ثانی کی طرف لوٹائے جانے کی مخفی مصلحتوں، دانائی کی حکمتوں اور حقائق اسرار سے مطلع کیا جائے گا، پھر تیرے اس مرتبہ میں حال کی حفاظت کی جائے گی، اس مقام میں تجھ پر اسرار کی حفاظت کی امانت، شرح صدر، تنویر قلب، فصاحتِ زبان، حکمتِ کاملہ اور محبت میں اضافہ کیا جائے گا۔ اس وقت تجھے دنیا و آخرت میں تمام مخلوق اور اس کے ماسوا کا محبوب بنا دیا جائے گا کیونکہ تو اللہ تعالیٰ کا محبوب بن گیا اور تمام مخلوق خدا کی مایع ہے اور ان کی محبت خدا کی محبت میں داخل ہے جیسے کہ ان کا بغض خدا کے بغض میں داخل ہے، اسی طرح جب تو اس مقام میں پہنچا دیا جائے گا جہاں تجھے مطلقاً کسی چیز کا ارادہ نہیں ہوگا تو اس وقت کسی چیز کا ارادہ تیرے اندر پیدا کر دیا جائے گا، جب تیرا ارادہ اس کے ساتھ نہ ہو جائیگا تو

تو وہ چیز معدوم کر دی جائے گی اور تیرا ارادہ اس سے پھیر دیا جائے گا، چنانچہ دنیا میں تجھے وہ چیز نہیں دی جائے گی لیکن آخرت میں اس کا بدلہ تجھے ایسی چیز سے دیا جائے گا جو بارگاہِ قدس میں تیرا قرب بڑھائے گی، اور فردوس بریں اور جنت المادویٰ میں اس کے ذریعے تیری آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی، اور اگر دنیا میں جو کہ فنا کا گھر اور تکلیف کا ٹھکانہ ہے^۲ تو نے وہ چیز طلب کی اور نہ ہی اس کی امید رکھی، اور نہ اس کی طرف مائل ہوا بلکہ دنیا میں تیری امید کا مرکز وہی ذات پاک رہی جس نے تمام چیزوں کو پیدا کیا اور ظاہر کیا کسی کو دیا اور کسی کو نہیں دیا، جس نے زمین کا فرش بچھایا اور آسمان کو بلند کیا، کیونکہ یہی ذات ہی درحقیقت مرادِ مطلوب اور مقصودِ حقیقی ہے، بسا اوقات وہ امر جسے تو نے نہیں چاہا تیری شکستہ دلی اور مطلوب و مراد اور آرزو سے باز رہنے اور آخرت میں اس کا بدلہ مقرر کرنے کے بعد دنیا میں ایسی چیز سے اس کا بدلہ دیا جائیگا، جو اس سے ادنیٰ یا اس کے مساوی ہوگی جیسے کہ ہم نے بیان کیا ہے۔

(۲۰) شکوک و شبہات

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

فَوَيْلٌ لِلْمُصَلِّينَ الّٰی مَالَا بِرَبِّكَ (جو چیز تجھے شک میں ڈالتی ہے اسے چھوڑ دے اور جو شک میں نہ ڈالے اسے اختیار کر)

جب مشتبہ چیز غیر مشتبہ کے ساتھ جمع ہو جائے تو اس عزیمت کو جس میں کوئی شک و شبہ نہ ہو اختیار کر، اور اس چیز کو چھوڑ جو شک میں ڈالتی ہے، لیکن جب صرف مشکوک چیز ہو، جس کی خلش اور وسوسے سے دل صاف نہ ہو جیسا کہ حدیث میں آیا ہے گناہ دلوں کے لیے خلیجان (بے اطمینانی) ہے تو ایسی صورت میں توقف کر، اور باطنی حکم کا انتظار کر، اگر تجھے اس کے استعمال کرنے کا حکم ملے تو تو اُسے لے لے، اور اگر منع کر دیا جائے تو رُک جانا پھر وہ چیز تیرے لیے ایسی ہو جانی پائیے گویا موجود ہی نہیں تھی، اللہ تعالیٰ کے دروازے کی طرف رجوع کر، اور رزق اپنے رب سے مانگ! اگر صبر، موافقت، رضا اور فنا میں تجھ سے

کو تا ہی واقع ہو جائے تو اللہ تعالیٰ یاد دلائے جانے کا محتاج نہیں ہے، وہ تجھ سے غافل ہے اور نہ کسی دوسرے سے، وہ تو اپنی رحمت کا طہ سے کفار، منافقین اور طاعت سے منحرف لوگوں کو بھی روزی عطا کرتا ہے، پھر اسے مومن موحّد شب و روز اس کے احکام پر عمل کرنے والے مطیع! تجھے وہ کیونکر جھوٹے گا!

اس حدیث کے ایک دوسرے معنی یہ ہیں:

جو چیز مخلوق کے پاس ہے اُسے چھوڑ دے، اسے طلب کر اور نہ اس کے ساتھ دل لگا! لوگوں سے اُمید رکھ اور نہ اُن سے خوف کھا! اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنا بہرہ حاصل کر! اللہ کا فضل ایسا ہے جو تجھے شک میں نہیں ڈالے گا! مناسب ہے کہ مسئلہ ایک عطا کرنے والا ایک اور تیرا ارادہ بھی ایک ہی ذات سے وابستہ ہو اور وہ ذات تیرے پروردگار عز و جل کی اور اس کی ذات وہ ہے جس کے قبضے میں شاہوں کی باگیں ہیں، اور جسم کے بادشاہ اور متصرف یعنی دل بھی اسی کے ہاتھ میں ہیں، مخلوق کے اموال اسی کی ملک ہیں البتہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے امین اور وکیل ہے، تجھے مال و دولت عطا کرنے کے سلسلے میں اُن کے ہاتھوں کی جنبش اللہ تعالیٰ کے حکم، اس کی اجازت اور اسی کی تحریک سے ہے، اور ان کا یہی حال تجھے کچھ نہ دینے کے بارے میں ہے! فرمان خداوندی ہے:

وَأَسْأَلُ اللَّهَ مِنْ فَضْلِهِ ۖ (اور اللہ سے اس کا فضل مانگو)

دوسری جگہ ارشاد ہے:

إِنَّ الَّذِينَ تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوا عِنْدَ اللَّهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوهُ وَاشْكُرُوا لَهُ ۚ (بے شک وہ جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو تمہاری روزی کے کچھ مالک نہیں، تم اللہ کے پاس رزق ڈھونڈو، اور اس کی بندگی کرو، اور اس کا احسان مانو تمہیں اسی کی طرف پھرنا ہے)

ایک اور مقام پر ارشاد ہے،

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ اجِيبْ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۚ (اور جب اے محبوب! تم سے میرے بندے مجھے پوچھیں تو میں نزدیک ہوں، دُعا قبول کرتا ہوں پکارنے والے کی جب مجھے پکارے)
اسی طرح ارشاد ہے:

إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرِّزَاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ۔ (بے شک اللہ ہی بڑا رزق دینے والا، قوت والا قدرت والا ہے)

دوسری جگہ فرمان ہے،

إِنَّ اللَّهَ يَرْزُقُ مَن يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ۔ (بے شک اللہ جسے چاہے بے گنتی دے)

(۲۱) مکالمہ ابلیس

میں نے ابلیس لعین کو خواب میں اس طرح دیکھا کہ میں ایک بڑے مجمع میں ہوں اور میں نے اُسے قتل کرنے کا ارادہ کیا ہے، اس نے کہا آپ مجھے قتل کیوں کرتے ہیں؟ آخر میرا گناہ کیا ہے؟ اگر تقدیر خداوندی شر کے متعلق نافذ ہو چکی ہے تو میری کیا بساط ہے کہ میں اسے خیر کے ساتھ بدل ڈالوں؟ اور اگر تقدیر ربّی خیر کے متعلق جاری ہو چکی ہے تو بھی میری یہ قات کہاں کرے میں اسے شر کی طرف پھیر سکوں یا اس سے بدل سکوں! آپ بتائیے کہ میرے ہاتھ میں کیا ہے؟ اُس کی شکل و صورت خُنْثی سے ملتی جلتی اور اس کی گفتگو میں نرمی تھی، اس کا منہ لمبا اور ٹھنڈی کے نیچے معمولی بال تھے، مجموعی طور پر وہ حقیر صورت اور بد شکل تھا اور میرے سامنے خوف زدہ اور شرمسار آدمی کی ہنسی منہس رہا تھا، میں نے یہ خواب ۱۲ ذی الحجہ ۱۴۹۹ھ شب بچتنبہ دیکھا تھا

لے البقرہ : ۱۸۶

لے الذاریت : ۵۸

لے آل عمران : ۳۷

(۲۲) آزمائش مومن

اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیشہ اپنے بندہ مومن کو اس کے ایمان کے مطابق آزمائش میں ڈالتا ہے جس شخص کا ایمان زیادہ قوی ہے اس کی آزمائش بھی اتنی ہی بڑی ہوتی ہے رسول کی آزمائش نبی کی آزمائش سے بڑی ہے کیونکہ رسول کا ایمان زیادہ قوی ہوتا ہے، پھر نبی کی آزمائش ابدال سے زیادہ بڑی ہے اسی طرح ابدال کی آزمائش ولی کی آزمائش سے زیادہ ہے۔ ہر ایک اپنے یقین اور ایمان کے مراتب کے مطابق آزمائش میں ڈالا جاتا ہے، اس کی بنیاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ”انما معاشر الانبیاء اشد الناس بلاءً ثم الامثل فالامثل“ (ہم یعنی گروہ انبیاء آزمائش کے اعتبار سے دوسرے لوگوں سے سخت تر ہیں، اس کے بعد درجہ بدرجہ) پھر اللہ تعالیٰ اسی مبارک گروہ کو ہمیشہ آزمائش میں رکھتا ہے تاکہ وہ قرب اور حضور کے مقامات میں ہمیشہ محو رہیں، اور ہوشیاری سے غافل نہ بن جائیں، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ انہیں دوست رکھتا ہے۔ وہ اہل محبت اور اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں، اور محب اپنے محبوب کی جدائی کبھی گوارا نہیں کرتا۔ پس آزمائش ان کے دلوں کو حق کی طرف متوجہ کرنے والی، اور ان کے نفوس کے لیے قید ہے، ان کو ماسوی اللہ کی طرف مائل ہونے، اس سے سکون حاصل کرنے، اور اس کے سامنے جھکنے سے روکتی ہے ہمیشہ آزمائشوں کے نزول کے سبب ان کی خواہشات ختم ہو جاتی ہیں، ان کے نفس مُردہ ہو جاتے ہیں اور ان کے سامنے حق و باطل نکھر جاتا ہے، تمام خواہشات اور عزائم، اور لذائذ دنیا و آخرت کی تمنائیں گوشہ نفس میں سکڑ کر رہ جاتی ہیں۔ پھر اسے وعدہ الہی پر اطمینان، اس کی تقدیر پر رضامندی، اس کی عطا پر قناعت، اس کی بلا پر صبر اور مخلوق کے شر سے امن حاصل ہو جاتا ہے دل کی شوکت قوی ہو جاتی ہے اور دل کو تمام اعضاء پر مکمل شاہی حاصل ہو جاتی ہے اس لیے کہ آزمائش دل اور یقین کو قوی و مستحکم کر دیتی ہے۔ ایمان اور صبر کو مضبوط اور نفس و خواہشات کو کمزور کرتی ہے کیونکہ جب تکلیف اور مصیبت کے وقت مومن سے صبر اور رضا و تسلیم اور اللہ تعالیٰ کے فعل پر شکر پایا جائے تو اللہ اس سے راضی ہو جاتا ہے اور مومن کو مدد اور عمل کی توفیق مزید حاصل ہوتی ہے، فرمان خداوندی ہے،

لئن شکرت نہ لائے یہ نیکوئی۔ (اگر احسان مانو گے تو میں تمہیں اور دوں گا)
 جب دل خواہشات میں سے کسی خواہش اور نفس کی لذتوں میں سے کسی لذت کے طلب کرنے میں
 حرکت کرتا ہے اور نفس کے مطلب پورا کرنے میں موافقت کرتا ہے اور نفس کے ساتھ دل کی یہ
 موافقت بلا اذن و حکم خداوندی ہوتی ہے تو اس سے یا وحی سے غفلت اور شرک و معصیت حاصل
 ہوتی ہے اس وقت اللہ تعالیٰ آزمائش اور رسوائی اور مخلوق کو مسلط کر دینے اور تکلیف و تشویش
 اور درد و بیماری کے ساتھ دل اور نفس کی مطلب برآری میں اس کی موافقت نہ کی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ
 کی طرف سے اوہام کو الہام کے ساتھ اور انبیاء و رسل کو وحی ظاہر کے ساتھ حکم نہ آجائے۔ اور وحی
 و الہام کے منع و عطا پر عمل کیا جائے تو اللہ تعالیٰ اقلب اور نفس کو رحمت، برکت، عافیت، رضا،
 نور، معرفت اور قرب و غنا سے نوازے گا اور تمام آفات سے سلامتی عطا فرمائے گا یہی بات سمجھ لے
 اور یاد رکھ، اور نفس و خواہش کی جلد موافقت کرنے میں ضرور آزمائش سے بچ بکھ اس میں توقف
 کر اور اذن مولیٰ کا منتظر رہ تاکہ تو دنیا و عقبیٰ میں سلامت رہے۔

(۲۳) مقسوم پر رضا مندی

نھوڑی چیز سے غمش رہ! اور اس پر قناعت کریں تاکہ نوشتہ تقدیر پورا ہو جائے،
 اور تو بلند اور نفیس مارج پر پہنچا دیا جائے اور ان مقامات پر فائز ہونے کی تجھے مبارکباد دی جائے۔
 پھر تجھے دنیا و آخرت کی سختی، بد انجامی اور حد سے تجاوز کے بغیر اس حال میں باقی اور محفوظ رکھا جائے
 اس کے بعد تجھے اس مقام سے ایسے مقام کی طرف ترقی دی جائے جو آنکھوں کے لیے ٹھنڈک اور
 خوشگوار کی باعث ہے اور یہ بات اچھی طرح سمجھ لے کہ طلب نہ کرنے کی وجہ سے تیری قسمت کے
 حصے سے تجھے ہرگز محروم نہیں کیا جائے گا اور اسی طرح جو چیز تیرے مقسوم میں نہیں ہے اسے طلب
 اور کوشش سے بھی تو حاصل نہیں کر سکتا اس لیے صبر کر، اور اپنی حالت پر راضی و تابہ رہ! اور

اے ابراہیم، ۱۴۰

اے لاہوری نسخے میں بہ تہذا ہے اور مصری نسخے میں بہ تنہا ہے۔

جب تک تجھے حکم نہ ہو کوئی چیز نہ لے اور نہ کچھ دے! اور اسی طرح بلا حکم کوئی حرکت نہ کر اور نہ خاموش رہ! ورنہ اپنے سے بدتر مخلوق کی برائی میں اپنی شامت سے مبتلا ہو جائے گا، اس لیے کہ اس حرکت سے تو اپنے آپ پر ظلم کر رہا ہے اور ظالم کو کبھی معاف نہیں کیا جاتا۔ فرمانِ خداوندی ہے،
وَكَذَلِكَ نُوَلِّي بَعْضَ الظَّالِمِينَ بَعْضًا لَّهُ

(اور یونہی ہم ظالموں میں ایک دوسرے پر مسلط کرتے ہیں)

تو ایک ایسے بادشاہ کے محل میں ہے جس کا حکم اور وہ بڑا ہے اس کا لشکر بباری اور اس کا فرمان جاری ہے اس کا حکم غالب اور سلطنت دائمی ہے اس کا علم باریک اور اس کی حکمت نامور ہے اس کا حکم عدل ہے، زمین و آسمان کی کوئی چیز ذرہ برابر بھی اس سے پوشیدہ نہیں ہے اس سے کسی ظالم کا ظلم مخفی نہیں رہتا، اور تو تو اپنے جرم اور ظلم کے اعتبار سے تمام ظالموں اور مجرموں سے بڑا ہے اس لیے کہ تو نے اپنے اور مخلوقِ خدا میں اپنی خواہش سے تصرف کرنے کے سبب شرک کا ارتکاب کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے،

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ ۚ

(اللہ اسے نہیں بخشتا کہ اس کا کوئی شریک ٹھہرایا جائے اور اس سے نیچے جو کچھ

ہے جسے چاہے معاف فرمادیتا ہے)

شرک سے بچ اور اس کے قریب بھی نہ جا۔ اپنی حرکات و سکنات، جلوت و خلوت اور اپنے رات دن میں شرک سے دور رہ! اپنے اعضاء و جوارح اور دل سے بھی الغرض ہر حال میں معصیت سے بچ! اور ظاہری باطنی گناہ چھوڑ دے۔ اللہ تعالیٰ سے دور نہ بھاگ، وہ تجھے پکڑ لے گا۔ اللہ تعالیٰ سے اس کی قضاء و قدر پر انگشت نہ مانی نہ کر، وہ تجھے کھل ڈالے گا، اور اس کے احکام میں تہمت نہ لگا وہ تجھے رسوا کر دے گا، اس سے ناغل نہ رہ وہ تجھے نظرِ رحمت سے گرا دے گا اور آزمائش میں مبتلا کر دے گا۔ اس کے گھر میں کوئی نئی بات پیدا نہ کر وہ تجھے ہلاک کر دے گا، اس کے دین میں نفسانی نہ خواہش سے کوئی بات نہ کہہ! وہ تجھے ہلاک اور تیرا دل سیاہ کر دے گا، اور تجھ سے ایمان و

جب تک تجھے حکم نہ ہو کوئی چیز نہ لے اور نہ کچھ دے! اور اسی طرح بلا حکم کوئی حرکت نہ کر اور نہ خاموش رہ! ورنہ اپنے سے بدتر مخلوق کی برائی میں اپنی شامت سے مبتلا ہو جائے گا، اس لیے کہ اس حرکت سے تو اپنے آپ پر ظلم کر رہا ہے اور ظالم کو کبھی معاف نہیں کیا جاتا۔ فرمانِ خداوندی ہے،
وَكَذَلِكَ نُولِيٰ بَعْضَ الظَّالِمِيْنَ بَعْضًا ۝۱۷

(اور یونہی ہم ظالموں میں ایک دوسرے پر مستط کرتے ہیں)

تو ایک ایسے بادشاہ کے محل میں ہے جس کا حکم اور وہ بڑا ہے اس کا لشکر بباری اور اس کا فرمان جاری ہے اس کا حکم غالب اور سلطنت دائمی ہے اس کا علم باریک اور اس کی حکمت نامور ہے اس کا حکم عدل ہے، زمین و آسمان کی کوئی چیز ذرہ برابر بھی اس سے پوشیدہ نہیں ہے اس سے کسی ظالم کا ظلم مخفی نہیں رہتا، اور تو تو اپنے جرم اور ظلم کے اعتبار سے تمام ظالموں اور مجرموں سے بڑا ہے اس لیے کہ تو نے اپنے اور مخلوقِ خدا میں اپنی خواہش سے تصرف کرنے کے سبب شرک کا ارتکاب کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے،

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ ۝۲۰
(اللہ اسے نہیں بخشتا کہ اس کا کوئی شریک ٹھہرایا جائے اور اس سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرمادیتا ہے)

شرک سے بچ اور اس کے قریب بھی نہ جا۔ اپنی حرکات و سکنات، جلوت و خلوت اور اپنے رات دن میں شرک سے دور رہ! اپنے اعضاء و جوارح اور دل سے بھی الغرض ہر حال میں معصیت سے بچ! اور ظاہری باطنی گناہ چھوڑ دے۔ اللہ تعالیٰ سے دور نہ بھاگ، وہ تجھے پکڑ لے گا۔ اللہ تعالیٰ سے اس کی قضاء و قدر پر انگشت نہ مانی نہ کر، وہ تجھے کھل ڈالے گا، اور اس کے احکام میں تہمت نہ لگا وہ تجھے رسوا کر دے گا، اس سے ناغل نہ رہ وہ تجھے نظرِ رحمت سے گرا دے گا اور آزمائش میں مبتلا کر دے گا۔ اس کے گھر میں کوئی نئی بات پیدا نہ کر وہ تجھے ہلاک کر دے گا، اس کے دین میں نفسانی نہ خواہش سے کوئی بات نہ کہہ! وہ تجھے ہلاک اور تیرا دل سیاہ کر دے گا، اور تجھ سے ایمان و

(۲۴) درِ مولیٰ سے پیوستگی

اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے پرہیز کر! اور اس کے درِ رحمت کو سچائی سے تھام لے! اس کے حضور عاجزی سے معذرت چاہتے ہوئے اپنی ماحبت دکھاتے ہوئے فروتنی اور عاجزی کا مظاہرہ کرتے ہوئے نکلا ہیں جھکائے ہوئے اس کی مخلوق کی طرف متوجہ نہ ہوتے ہوئے اپنی خواہشات پر قابو پاتے ہوئے دنیا و آخرت میں اپنی عبادت کا بدلہ نہ چاہتے ہوئے اور مقامات بلند اور مراتب عالیہ کی خواہش نہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی غناوت میں اپنی طاقت اور کوشش خرچ کر، اور اس بات کا اچھی طرح یقین کر لے کہ تو اس کا بندہ ہے اور بندہ اور اس کی ملکیت مولیٰ ہی کی ہوتی ہے اس پر کسی قسم کا استعناق نہ جتا، خوب ادب کر! اور اس پر تہمت نہ لگا۔ اس کے ہاں ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر ہے کوئی اس کے مقدم کو موخر اور اس کے موخر کو مقدم نہیں کر سکتا۔ جو کچھ اس نے تیرے لیے مقرر کیا ہے وہ اپنے وقت پر تجھے بل جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے تیرے کام سے فراغت پالی اور آخرت میں تجھے بہشت عطا فرمائی اور تجھے اس کا مالک بنایا، اسی طرح آخرت میں تجھے مزید ایسی نعمتیں بخشے گا، جن کو کسی آنکھ نے نہ دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ ہی کسی کے دل پر ان کا وہم و گمان گزرا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ جِزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ۔ (کسی جی کو نہیں معلوم جو آنکھ کی ٹھنڈک ان کے لیے چھپا رکھی ہے صلہ ان کے کاموں کا)

یعنی دنیا میں اللہ کے احکام کی پابندی کرنے گناہوں کے چھوڑنے اور اس پر صبر کرنے، اپنے امور کو تقدیر کے حوالے کر دینے اور ہر معاملے میں تقدیر خداوندی کی موافقت کرنے کے سلسلے

میں ان لوگوں نے جو عمل کیا ہے لیکن ان کے علاوہ دوسرے لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ نے وافر حصہ عطا فرمایا انھیں مالک بنایا اور دنیا میں انھیں صاحبِ نعمت بنایا۔ ان کے ساتھ یہ سب کچھ اس لیے کیا گیا کہ ان کے ایمان کی زمین ایسی خیر اور شور ہے کہ اس میں نہ تو پانی ٹھہر سکتا ہے اور نہ ہی درخت اگتے ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس میں کئی اقسام کی کھا د اور دیگر ضروری اجزاء ڈالے تاکہ اس زمین میں سبز کی پرورش ہو سکے اور واضح رہے کہ یہ کھا د اور اجزاء دنیا اور اس کا مال و اسباب ہیں تاکہ اس کے ذریعے شجرۃ الایمان جسے اللہ تعالیٰ نے قلبِ مومن کی زرخیز زمین میں اگایا ہے کی حفاظت ہو سکے، اگر اللہ تعالیٰ ایسی زمین سے کھا د ہٹالے تو درخت اور سبز خشک ہو جائیں، میوے سوکھ جائیں، اور ملک میران ہو جائے حالانکہ اللہ تعالیٰ دنیا کی آبادی چاہتا ہے پس دولت مند کے ایمان کا کڑوہڑ والا درخت اس چیز سے خالی ہے جس سے اسے فقیر! تیرے ایمان کا درخت بھرا ہوا ہے! دولت مند کے ایمان کے درخت کی طاقت اور بقا انہی انواع و اقسام کی دنیاوی نعمتوں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو اپنی عنایت سے ان امور کی توفیق ارزانی کرے جو اسے محبوب اور پسندیدہ ہیں۔

(۲۵) منازلِ ایمان

اے تمی دست! اگر تجھ سے دنیا اور اہل دنیا نے منہ موڑ لیا ہے، اگر تو گناہ مجھ کا اور پاپا اگر تو برہنہ، تشنہ جگر اور ہر گوشہ زمین مسجد و دیرانے سے بھی دھتکارا ہوا ہے، اور اسی طرح اگر تو بدر داز سے پر لٹایا ہوا ہر مراد سے بے نصیب، تمام خواہشات و عزائم سے شکستہ اور محروم ہے تو بھی یہ ہرگز نہ کہہ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے محتاج اور تنگ دست بنایا ہے اور دنیا مجھ سے اٹھالی ہے اور مجھے اکیلا چھوڑ دیا ہے اور اس نے مجھے پریشان خاطر دی ہے اطمینانِ قلب نہیں دیا۔ اس نے مجھے رسوا کیا ہے دنیا میں سے گزارہ کے لائق بھی نہیں دیا، اس نے مجھے گناہ بنایا اور اقران و امثال میں رفعت و منزلت نہیں بخشی، دوسروں کو اس نے اپنی عظیم نعمتیں عطا فرمائی ہیں اور وہ رات دن اس کی نعمتوں میں محو ہیں انہیں مجھ پر اور میرے ہمسایوں پر ترجیح دی ہے حالانکہ ہم دونوں ایمان دار مسلمان ہیں۔ ہماری والدہ حضرت خواہ والدہ حضرت آدم علیہ السلام ہیں! تو نے کبھی اس بات پر غور کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ یہ معاملہ کیوں اختیار ہے؟ اصل یہ ہے کہ

تیری مٹی بے ریگ اور عمدہ ہے اور صبر و رضا، علم و یقین اور موافقت کی صورت میں رحمت الہی کی بارش تجھ پر مسلسل برسنے والی ہے، اور تیرے پاس ایمان و توحید کی روشنیاں جمع ہونے والی ہیں تیرے ایمان کا درخت اپنی بنیاد اور جڑ کے اعتبار سے مضبوط، قائم، ثمر دار، بڑھنے والا گھناؤاں بند شاخوں والا ہے اس میں ہر روز بالیدگی اور نمو ہے اسے پرورش کے لیے کسی کھاد وغیرہ کی ضرورت نہیں ہے۔

اللہ کے مقدم کو موخر اور اس کے موخر کو مقدم کرنے والا کوئی نہیں ہے، اللہ نے جو چیز تیرے لیے مقرر کی ہے تو پسا ہے یا نہ پسا ہے اپنے وقت پر وہ تجھے مل جائے گی، جو چیز تجھے عنقریب ملنے والی ہے تو اس کی لالچ اور طلب نہ کر، اور جو چیز ہے ہی غیر کے لیے اس پر افسوس بے معنی، جو چیز تیرے پاس نہیں ہے اس کی دو صورتیں ہیں یا وہ چیز تیری ہے، اگر تیری ہے تو تیرے پاس آجائے گی، اور تو بھی کھینچ کر اس تک پہنچا دیا جائے گا! الغرض وہ جلد ہی تجھے مل جائے گی۔ البتہ اگر وہ چیز غیر کی ہے یعنی تو اس سے پھرایا گیا ہے اور وہ تجھ سے پھری ہوئی ہے تو وہ تجھے کیونکر مل سکتی ہے لہذا اس شخص کو چھوڑ کر حسنِ ادب کے ساتھ اپنے عزیز اوقات اللہ تعالیٰ کی عبادت میں بسر کر! فخر و تکبر چھوڑ دے، غیر کی طرف ہرگز التفات نہ کر، فرمانِ خداوندی ہے:

وَلَا تَمْدَقْ عَيْنُكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِنْهُمْ نَهْمُهَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا
لَنفْتَنَهُمْ فِيهِ وَنَرْتَدِّقَ بِكَ خَيْرٌ وَالْبَقَىٰ

اے سننے والے اپنی آنکھیں نہ پھیلا اس کی طرف جو ہم نے کافروں کے جوڑوں کو برتنے کے لیے دی ہے جیتی دنیا کی مازگی کہ ہم انہیں اس کے سبب فتنہ میں ڈالیں اور تیرے رب کا رزق سب سے اچھا اور سب سے دیرپا ہے
اللہ تعالیٰ نے تجھے جو کچھ عطا فرمایا ہے اس کے غیر کی طرف متوجہ ہونے سے اس نے منع فرمایا ہے
تجھے اس نے اپنی زندگی کی سعادت سے نوازا ہے اور اپنا رزق و فضل عطا فرما کر تنبیہ کر دیا کہ
اس کے علاوہ فتنہ ہے لہذا اپنی قسمت پر تیرا راضی رہنا ہی مناسب اور بہتر ہے، اور مناسب

کہ یہی تیرا طریقہ، مسلک، ٹھکانا، تیرے ظاہر و باطن کی علامت اور تیرا مقصد و مراد اور خواہش و تمنا بن جائے، اس سے تو ہر مقصد کو حاصل کر لے گا! اور اس سے تو ہر نیکی و نعمت، نور و سرور اور مقامات رفیعہ پر فائز المرام ہوگا، فرمانِ خداوندی ہے:

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝

(کسی جی کو نہیں معلوم جو آنکھ کی چھندک ان کے لیے چھپا رکھی ہے صلہ ان کے کاموں کا)

فرائض خمسہ کی ادائیگی اور ترکِ ذنوب کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی عمل زیادہ مقبول و محبوب نہیں ہے، اگر اس درخت کی کمزوری کے باوجود تمام نعمتیں واپس لے لی جائیں تو درخت خشک ہو جائے گا، اور وہ شخص کافر و منکر ہو کر منافقین و مرتدین میں مل جائے گا لیکن اگر اللہ تعالیٰ دو تہمذ پر صبر و رضایقین و علم اور معارف کی کرم گسری کرے تو اس کا ایمان مضبوط ہو جائے گا اور اس وقت دولتِ مندی اور نعمت کے سلب ہو جانے کی پروا نہیں کرے گا!

(۲۶) عظمت و جبروت

جب تک تو مخلوق سے علیحدگی اختیار نہ کر لے، تمام حالات میں اپنا دل ان سے پھیرے اور تیری ذاتی خواہش و ارادہ علیحدگی اختیار نہ کر لے، تمام حالات میں اپنا دل ان سے نہ پھیرے اور تیری ذاتی خواہش و ارادہ ختم نہ ہو جائے! اور دنیا و آخرت میں اپنی ہستی کو ہستی میں تبدیل نہ کر دے اور تیرا قلب ایسا پاکیزہ شیشہ نہ بن جائے جس میں ارادہ الہی کے علاوہ کچھ ہے ہی نہیں اس وقت تک اپنے چہرے سے برقعہ و پردہ نہ ہٹا، اس وقت تو اپنے رب کے نور سے بھر جائیگا۔ اور تیرے دل میں غیب اللہ کے لیے کوئی جگہ نہیں ہوگی، تجھے اپنے دل کا نگہبان بنا دیا جائے گا اور تجھے توحید اور عظمت اور جبروت کی تلوار دی جائے گی، جس کے ذریعے تو سائے سینہ سے درِ دل کے نزدیک آنے والی ہر غیر چیز کا سراڑا کر رکھ دے گا، چنانچہ نفس کی خواہشات اور دین و دنیا کی تمام تمنائیں ختم ہو جائیں گی، ایسی باتوں کی طرف کوئی دھیان دیا جائے گا اور نہ ہی ان کی پیروی ہوگی، ہاں البتہ احکام الہی کی پابندی، اس کی قضا و قدر پر رضا مندی، بلکہ اپنے آپ کو تقدیر الہی کے سامنے مکمل تسلیم

۱۔ السجدہ : ۱۷

۲۔ مصری نسخے میں یہ جملہ زائد ہے: اذا خرج النور و دخل النور۔

ختم کر دینے کی کیفیت کی پیروی کی جائے گی، اس وقت تو مخلوق کی پیروی کا بندہ نہیں بلکہ اپنے رب اور اس کے احکام کا غلام ہو جائے گا، جب یہ کیفیت تیرے اندر استقلال حاصل کر لے گی تو تیرے دل کے اس پاس غیرت کے شایانے اور عظمت کے چٹھے جاری کر دیئے جائیں گے، اور جبروت کا غلبہ ہوگا، اور تیرا دل حقیقت اور توحید کے انوار سے گھیر لیا جائے گا اور اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نگہبان مقرر کیے جائیں گے تاکہ خواہشات، عزائم بد اور طبیعت میں پیدا ہونے والے جھوٹے دوسرے اور بُرائی و گمراہی پیدا کرنے والی خواہشات سے نفوس اور مخلوق تیری طرف راہ نہ پاسکیں! اگر تقدیر میں ہے تو مخلوق تیرے پاس گروہ در گروہ آئے گی، اور تیرے کمالات میں رطب العنان ہوگی تاکہ روشن نور، اور واضح علامات کا مشاہدہ کرے اور ظاہر کرامات اور خوارق عادات دیکھ کر اعمالِ تقرب، مجاہدات اور دیگر عبادات الہی میں کوشش کرے۔ ان باتوں کے باوجود تو ہر طرح ان تمام سے محفوظ رہے گا، تجھ پر خواہشات نفس کا غلبہ ہو سکے گا، اور نہ اس کثرت کو دیکھ کر خود پسندی یا فخر و بڑائی کے طور پر تیرے مزاج میں کوئی غرور پیدا ہوگا، اسی طرح اگر توفیق ایزدی شامل حال ہوئی تو تجھے نیک اور خوب صورت بیوی ملے گی اور ساتھ ہی گزارے کے لیے بعت کفایت مال و رزق عطا ہوگا، تو اس کے شر، بوجھ اور اس کے رشتہ داروں کے بوجھ سے ہر طرح محفوظ و مصئون رکھا جائے گا بلکہ یہ بیوی تیرے لیے عطیہ الہی، نعمت، مبارک، موافق طبع، پاکیزہ اور کدورت خست دغا کینہ اور تیری خیانت سے پاک و صاف ہوگی، اور اپنے اعزہ و اقربا سمیت وہ تیری مطیع و فرماں بردار ہوگی اور تجھ سے معاشی تسنگی اور دوسری پریشانیوں کے دفع کرنے کا سبب بنے گی، اور اگر مقدر میں اس سے کوئی فرزند ہے تو وہ صالح اور آنکھوں کے لیے باعثِ ٹھنڈک ہوگا، اللہ تعالیٰ نے (حضرت زکریا کی شان میں) فرمایا،

و اٰصلحنا لہ نر و جہ یت

(ہم نے اس کے لیے اس کی بی بی سنواری)

اور اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اپنی بارگاہ میں دُعا کی تعلیم یوں دی:

لے لاہوری نسخے میں وَجَّفَ بَجَنُودِ الْحَقِيقَةِ وَالتَّوْحِيدِ ہے جو غلط ہے صحیح وَخَفَّ ہے۔ لے انبیا: ۹۰

وَبِنَاهِبُ النَّامِ اٰنَرَ وَاٰجِنَاوْ ذٰتِ لِقٰنَا قِرَۃِ اَعِيْنَ وَاٰجَعِلْنَا لِمُتَّقِيْنَ اٰمَامًا ۝
 (اے ہمارے رب ہمیں دسے ہماری بیبیوں اور اولاد میں سے آنکھوں کی ٹھنڈک
 اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا)

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:
 وَاٰجَعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ۝

(اے میرے رب اسے پسندیدہ کر)

یہ دعائیں چاہے توبہ مانگی ہیں یا نہیں مانگیں تیرے حق میں مقبول اور معمول بہا ہیں،
 کیونکہ یہ دعائیں اصل میں اپنے اہل کے لیے مقبول ہیں اس لیے جو ان کا اہل اور ہم مرتبہ ہوگا،
 یہ نعمتیں بھی اسے ہی عطا ہوں گی، پس وہی ان کا اہل ہے جو اس مقام کا مالک ہے اور فضل
 خداوندی جس کے شامل حال ہے، اسی طرح اگر کوئی دنیاوی چیز تیرے مقدر میں ہے تو وہ اس
 وقت نقصان دہ نہیں ہوگی، دنیا کی جس چیز میں تیرا حصہ ہے وہ ضرور تجھے مل کر رہے گی، چونکہ یہ
 چیز تو اللہ تعالیٰ کے فضل و ارادہ اور اس کے حکم سے حاصل کرے گا، اس لیے تو اس کے حکم
 ماننے کی وجہ سے اس پر بھی اس طرح ثواب کا مستحق ہوگا جیسے کہ صوم و صلوات کی ادائیگی پر ثواب کا
 مستحق بنتا ہے، اور جو تیرا مقسوم نہیں ہے، وہ حاجت مندوں اور دوستوں، ہمسایوں اور
 بھائیوں، میں سے مستحق افراد پر حسب حال صرف کر، تجھ پر حالات منکشف ہو جائیں گے اور تو
 ان میں فرق محسوس کر لے گا۔ ع

شنیدہ کے بود مانسند دیدہ

اس وقت تو اپنے امر میں ایسا صاف اور مضبوط ہوگا کہ اس میں کسی قسم کا میل و خبار اور شک و شبہ
 نہیں ہوگا، صبر و رضا حفظ حال، گنہامی اور خاموشی اختیار کر، پرہیز کر، اللہ سے ڈر! سرنگوں رہ
 سرنگوں! نظریں نیچی رکھ! جیا کر یہاں تک کہ نوشتہ تقدیر پورا ہو! اس وقت تیرا ہاتھ پکڑ کر

تجھے پیشوا بنا دیا جائے گا، اور سختی و مشقت تجھ سے ہٹائی جائے گی، تجھے احسانات اور رحمت الہی کے کمالات کے سمندر میں غوطہ دیا جائے گا، وہاں سے نکال کر نور، اسرار الہی اور علوم و معرفت کی خلعتوں سے تجھے نوازا جائے گا، پھر تجھے بارگاہِ قدس کا قرب بے پایاں نصیب ہوگا تجھ سے جو بھی بات ہوگی الہام کے ذریعے ہوگی، تجھ پر عنایات ہوں گی، تو بے نیاز و دلیر بنا دیا جائے گا، تیرا تہ تیغ بلند گردانا جائے گا اور تجھ سے اس طرح خطاب کیا جائے گا،

اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مُكِينٌ ۝

(بے شک آج آپ ہمارے یہاں معزز و معتد ہیں)

اس وقت ذرا حضرت یوسف صدیق علیہ السلام کا قصہ سامنے رکھنا کہ انہیں اس وقت بادشاہ مصر فرعون کی طرف سے یہ خطاب کیا گیا تھا، اگرچہ بظاہر یہ کلمات بادشاہ کی زبان سے نکلے۔ لیکن اہل معرفت کے نزدیک تو یہ الفاظ زبانِ حقیقت ہی سے ادا کئے گئے تھے۔ اس خطاب کے ذریعے حضرت یوسف کو جہاں ظاہری سلطنت عطا کی گئی تھیک وہاں نفسِ ملک علوم و معرفت ملکِ قربِ خصوصیت اور مراتبِ بلند کا پروازِ حکومت بھی ودیعت فرمایا گیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے،

وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْاَرْضِ يَتَّبِعُوْهُ مِنْهَا حَيْثُ شَاءَ نَصِيْبُ بِرَحْمَتِنَا
مِنْ نَّشَاءُ وَلَا تَضْمِيْعُ اِجْرًا لِّمُحْسِنِيْنَ ۝

(اور یونہی ہم نے یوسف کو اس ملک پر قدرت بخشی اس میں جہاں چاہے ہے ہم اپنی رحمت جسے چاہیں پہنچائیں اور ہم نیکوں کا اجر ضائع نہیں کرتے) اسی طرح سلطنتِ نفس کے بارے میں فرمایا،

وَكَذٰلِكَ لَنُصْرِفَنَّ عَنْهُ السُّوْءَ وَالْفَحْشَاءَ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ۝

(اور ہم نے یونہی کیا کہ اس سے برائی اور بے حیائی کو پھیر دیں بے شک وہ ہمارے چُنے ہوئے بندوں میں سے ہے)

علم و معرفت کی شاہی سے متعلق فرمایا:

ذَلِكَمَا تَعْلَمْنِي رَبِّ اِنِّي تَوَكَّلْتُ مَلَّةَ قَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ ۝

(یہ ان علموں میں سے ہے جو مجھے میرے رب نے سکھایا ہے بے شک میں نے

ان لوگوں کا دین نہ مانا جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے)

اے صدیق اکبر! تجھے بھی جب اس طرح خطاب کیا جائے گا تو تجھے علم اعظم سے بہرہ وافر عطا ہوگا اور تجھے اس کے احسان اور توفیق اور قدرت اور ولایت مامور اور حکم جو نفس اور غیر نفس سب پر حاوی ہونے والا ہے۔ دنیا میں آخرت سے پہلے اللہ کے حکم سے چیزیں پیدا کرنے کی مبارکباد دی جائے گی، اور آخرت کی نعمت دار السلام اور بہشت بریں ہے۔ دیدار الہی اس کی نعمتوں میں اضافہ اور احسان حق ہے۔ دیدار الہی ایک ایسی آرزو ہے جس کی کوئی حد و نہایت نہیں۔

(۲۷) حقیقتِ خیر و شر

خیر و شر گویا ایک درخت کی دو شاخیں ہیں، ایک شاخ میں میٹھا پھل لگتا ہے اور دوسری میں کڑوا۔ پس تو ان شہروں، ملکوں اور زمین کے حصوں کو چھوڑ دے جہاں جہاں اس درخت کے پھل بھیجے جاتے ہیں ان سے اور وہاں کے لوگوں سے دور رہ! البتہ درخت کے قریب ہو کر اس کی حفاظت اور نگہبانی کی خدمت سرانجام دے، دونوں شاخوں، میوؤں اور آس پاس کو اچھی طرح پہچان کر میٹھی شاخ کی طرف ہو جا، اسی میں سے تجھے اپنی غذا مل جائے گی، دوسری ڈال کی طرف آنے اور اس کے میوے کھانے سے بچ، کیونکہ اس کی ٹخنی تیری ہلاکت کا باعث بن جائے گی، اگر تو ہمیشہ اس پر کار بند رہا تو بے خوف مسرور، اور تمام آفتوں سے سلامت رہے گا، کڑے پھل سے آفات اور طرح طرح کی بلائیں پیدا ہوتی ہیں، اور اگر تو اس درخت سے دور رہے اور ملکوں میں پریشان پھرے ایسی صورت میں تیرے سامنے طے جلے میوے لائے جائیں اور دونوں میں کوئی امتیاز نہ ہو سکے تو ممکن ہے کہ تیرا ہاتھ کڑا دے پر پڑ جائے اور اس میں سے کچھ چکھ لے۔ اس کی ٹخنی تیرے

(۲۷) حقیقتِ خیر و شر

خیر و شر گویا ایک درخت کی دو شاخیں ہیں، ایک شاخ میں میٹھا پھل لگتا ہے اور دوسری میں کڑوا۔ پس تو ان شہروں، ملکوں اور زمین کے حصوں کو چھوڑ دے جہاں جہاں اس درخت کے پھل بھیجے جاتے ہیں ان سے اور وہاں کے لوگوں سے دُور رہ! البتہ درخت کے قریب ہو کر اس کی حفاظت اور نگہبانی کی خدمت سرانجام دے، دونوں شاخوں، میوؤں اور آس پاس کو اچھی طرح پہچان کر میٹھی شاخ کی طرف ہو جا، اسی میں سے تجھے اپنی غذا مل جائے گی، دوسری ڈالی کی طرف آنے اور اس کے میوے کھانے سے بچ، کیونکہ اس کی تلخی تیری ہلاکت کا باعث بن جائے گی، اگر تو ہمیشہ اس پر کار بند رہا تو بے خوف و سرور، اور تمام آفتوں سے سلامت رہے گا، کڑے پھل سے آفات اور طرح طرح کی بلائیں پیدا ہوتی ہیں، اور اگر تو اس درخت سے دُور رہے اور ملکوں میں پریشان چہرے ایسی صورت میں تیرے سامنے ملے جلتے میوے لائے جائیں اور دونوں میں کوئی امتیاز نہ ہو سکے تو ممکن ہے کہ تیرا ہاتھ کڑا دے پر پڑ جائے اور اس میں سے کچھ چکھ لے۔ اس کی تلخی تیرے

تیار و خلق، ناک اور دماغ میں سرایت کر جائے، پھر خون کی صورت میں تیرے جسم کی رگوں میں تحلیل ہو کر تجھے ہلاک کر دے اس وقت منہ سے اس کا اگل دینا یا اس کا دھولینا، جسم سے اس کی تاثیر کو دفع کرنے کے سلسلے میں کچھ بھی فائدہ نہیں دے گا، اور اگر پہلے ہی تو نے میٹھا پھل کھا لیا اور اس کی شیرینی تمام بدن میں سرایت کر گئی اور تو نے اس سے فائدہ حاصل کر لیا اور خوش ہو گیا تو بھی تیرے لیے یہ کافی نہیں، بلکہ تجھے دوسرا پھل کھانے کی ضرورت پیش آئے گی اور وہی اندیشہ پیدا ہو جائے گا کہ ممکن ہے کہ تیرا ہاتھ کڑوے پھل پر پڑ جائے اور تیرے اندر وہ تلخی سرایت کر جائے، خلاصہ کلام یہ کہ درخت سے دُوری اور پھل کی عدم معرفت میں کوئی بہتری اور بھلائی نہیں ہے اس کے قریب رہنے اور اس سے پرستہ و البستہ رہنے میں ہی بھلائی اور خیر ہے، پس خیر و شر و دونوں افعال الہی ہیں اور اللہ ہی ان دونوں کا خالق اور جاری کرنے والا ہے۔ فرمانِ خداوندی ہے:

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ ۝

(اور اللہ نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے اعمال کو)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

وَاللّٰهُ خَلَقَ الْجَانَّ وَجُزْءَهُ وَأَعْمَالَ الْعِبَادِ خَلَقَ اللّٰهُ وَكَسَبَهُمْ -

(اللہ تعالیٰ ہی نے جن و ارجح اور اس کے مذہب کو پیدا کیا اور بندوں کے اعمال اور

ان کا کسب اللہ کی مخلوق ہیں)

ارشاد باری ہے:

وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ -

(اور یہ ہے وہ جنت جس کے تم وارث کیے گئے اپنے اعمال سے)

سبحان اللہ! کیا انعام و رحمت ہے کہ عمل کی نسبت بندوں کی طرف کی، اگرچہ بندے اپنے

جنتی اعمال کے سبب جنت کے مستحق ہوئے ہیں وہ عمل بھی اسی کی توفیق اور رحمت کا نتیجہ ہیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

”کوئی شخص بھی اپنے عمل سے جنت میں داخل نہیں ہوگا۔“

پوچھا گیا، آپ بھی یا رسول اللہ!

فرمایا: میں بھی اپنے اعمال کی وجہ سے جنت میں نہیں جاؤں گا۔ یہ دوسری بات ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رحمت میں ڈھانپ لے۔“

اس کے بعد آپ نے اپنا ہاتھ سر مبارک پر رکھا، اس حدیث کو ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے روایت کیا ہے، پھر سب تو اللہ کا فرمانبردار اس کے احکام بجالائیوالا نواہی سے بچنے والا، اور اس کی قضا و قدر پر رضا مند ہو گیا تو وہ تجھے تمام برائیوں سے بچائے گا اور اپنی رحمت کے دروازے کھول دے گا، دنیوی برائی کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے،
كذلك لنصرف عنه السوء والفحشاء انه من عبادنا المخلصين

اور ہم نے یونہی کیا کہ اس نے برائی اور بے حیائی کو پھیر دیں بے شک وہ

ہمارے چنے ہوئے بندوں میں سے ہے)

البتہ دینی برائی کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

ما يفعل الله بعذابكم ان شكركم وامنتم وكان الله شاكراً عليمًا۔

اور اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا؟ اگر تم حق مانو اور ایمان لاؤ اور اللہ ہے

صلہ دینے والا جاننے والا)

مومن شاکر کو بلا کیا کہے گی وہ بلا کی نسبت عافیت سے زیادہ قریب ہے اس لیے کہ وہ شاکر ہونے کے

سبب زیادتی نعمت کے مقام میں ہے۔ ارشاد باری ہے:

لئن شكرتم لازيدنكم

اگر احسان مانو گے تو میں تمہیں اور دوں گا)

اگر تیرا ایمان آخرت میں آگ کے اُن شعلوں کو جو ہر گندہ گار کے لیے بھڑکیں گے بجھا دے گا تو

دنیا میں آتشِ بلا کو کیونکر نہیں بجھائیگا، اے میرے اللہ! اگر بندہ مجاذیب میں سے ہو جو ولایت اور بزرگی کے لیے پسندیدہ ہے تو اس کے لیے آزمائش ضروری ہے تاکہ وہ اس آزمائش کے ذریعے خواہشِ میلانِ طبع اور نفسِ اس کی لذتوں سے آرام لینے، مخلوق پر تکیہ کرنے، ان کے قرب میں راضی رہنے، ان سے آرام چاہنے، ان کے ساتھ رہنے، اور ان سے خوش رہنے ایسے نقائص سے پاک و صاف کیا جائے لہذا وہ آزمائش میں ڈالا جاتا ہے تاکہ یہ ساری خرابیاں دور ہو جائیں، اور ان کے کھل جانے سے دل پاک ہو جائے اور توحید و معرفتِ حق گونا گوں اسرار اور علوم و انوار کا محل بن کر رہ جائے اس لیے کہ دل ایک ایسا گھر ہے جس میں دو کی گنجائش نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

ما جعل الله لرجل من قلبين في جوفٍ ۝

(اللہ نے کسی آدمی کے اندر دو دل نہ رکھے)

دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

ان الملوك اذا دخلوا قرية افسدوها وجعلوا اعزة اهلها ذلة ۝

وہ بے شک بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں اسے تباہ کر دیتے ہیں اور اس کے عزت والوں کو ذلیل کرتے ہیں)

دل پر شیطان اور خواہشاتِ نفس کی حکومت تھی، اعضا ان کے حکم سے ہر طرح کے گناہ اور برائی میں مبتلا تھے اب وہ حکومت زائل ہو گئی اور اعضا نے آرام پایا، محلِ شہی یعنی قلب خالی اور صحنِ خانہ یعنی سینہ پاکیزہ و منور ہو گیا، دل علوم و معرفت اور توحید کی جلوہ گاہ بن گیا اور سینہ واردات اور عجائباتِ غیبی کے نزول کا محل ہو گیا اور یہ سب انہی مصائب اور آزمائشوں کا ثمرہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

”ہم گرد و انبیاء آزمائش کے اعتبار سے تمام لوگوں سے سخت تر ہیں، اس کے

بعد درجہ بدرجہ۔“

اسی طرح آپ کا فرمان ہے:

انا اعرفکم باللہ واشدکم منه خوفاً۔

(میں تم سب سے زیادہ اللہ کی معرفت رکھنے والا اور سب سے زیادہ اس سے ڈرنے والا ہوں)

جو شخص بادشاہ سے جتنا قریب ہوتا ہے خوف و خطر میں بھی وہ اسی قدر بڑھا ہوا ہوتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر وقت بادشاہ کے سامنے ہے اس کی تمام حرکات و سکنات پر بادشاہ کی کڑی نگاہ ہے، ممکن ہے اس مقام پر تیرے دل میں کھٹکاپیدا ہو کہ مخلوق تو ساری اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک شخص کی طرح ہے جس کی کوئی حرکت و سکون اس سے پوشیدہ نہیں ہے تو اس تمثیل کا کیا فائدہ؟

اس کے متعلق ہم کہتے ہیں کہ جب اس کا رتبہ بلند ہو جاتا ہے تو غلطی بھی بڑھ جاتا ہے کیونکہ اس پر خدا کی بے پایاں نعمت و فضل کا شکریہ واجب ہو جاتا ہے۔ اس مقام پر ذات باری کے غیر کی طرف معمولی سالتفات بھی اس کے فکر میں نقصان اور بندگی میں کوتاہی کا سبب بن جاتا ہے! اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَا نَسَاءَ النَّبِيِّ مِنْ يَاتِ مَسْكَنَ بَغَاحِشَةٍ مَبِينَةٍ لِيُضَعِفَ لَهَا الْعَذَابَ
ضَعْفَيْنِ ۖ

(اے نبی کی بیویو! جو تم میں صریح حیا کے خلاف کوئی جرأت کرے اس پر اوروں سے دو گنا عذاب ہوگا)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے لیے یہ حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے کمال تقرب کی عظیم نعمت کے حصول کے بعد آیا، لہذا جو شخص خود ذات باری سے واصل ہے اس کے تو کہنے ہی کیا ہیں! اس کی ذات اس سے بلند و بالا ہے کہ مخلوق میں سے کسی کے ساتھ اسے تشبیہ دی جائے لیس کشلہ شی و هو السميع البصيرؑ اس جیسا کوئی نہیں اور وہی سنتا دیکھتا ہے)

(۲۸) احوالِ سالک

کیا تو راحت و سرور، آسودگی و مسرت، امن و سکون اور ناز و نعمت کا خواہاں ہے حالانکہ تو ابھی تک گداختگی، نفس کشی، خواہشات کے ختم کرنے اور دنیا و آخرت کی جزا و سزا سے بے فکری کی جھٹی میں ہے ابھی تک تیرے اندر ان کا اثر باقی ہے اے جلد باز! ٹھہر ٹھہر کر آہستہ چل، اسے منظرِ اجبت تک یہ موافعات زائل نہیں ہوتے راستہ بند ہے اور حجت تک ان میں سے تیرے اند کوئی ذرہ بھی باقی ہے تیری حیثیت غلامِ مکاتب کی ہے، چاہے صرف اس پر ایک درہم بھی باقی ہو۔ حجت تک دنیا کی خواہشات، عوالم، اسباب و دنیا و آخرت میں بدلے کے سلسلے میں تیرے اندر ایک کھجور کی گٹھلی پونے اتنی لالچ بھی موجود ہے تو تو ابھی تک فنا کے دروازے پر ہے انتظار کو۔ تاکہ فنا پوری طرح حاصل ہو جائے اور تجھے اس جھٹی سے نکالا جائے پھر تجھے آراستہ و پیراستہ کر کے خوشبو میں بسا کر بادشاہِ حقیقی کے حضور پیش کیا جائے اور وہاں تجھے اس طرح خطاب کیا جائے :

انک الیوم لدینا مکین امین

(بے شک آج آپ ہمارے یہاں معزز معتمد ہیں)

اس کے بعد تجھ پر لطف و عنایت کا نزول ہو گا اور اسی کی بارگاہِ قدس سے تجھے طعامِ عطا کیے جائیں گے تجھے قربِ الہی اور فضلِ خداوندی سے نوازا جائے گا، مخفی اسرار و رموز آشکارا ہو جائیں گے ان مراتب کی بدولت تو تمام دنیوی چیزوں سے بے نیاز ہو جائے گا۔ کیا تو نے سونے کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کو نہیں دیکھا کہ وہ صبح و شام عطاروں، کنجڑوں، قصابوں، چمڑہ صاف کرنے والوں، تیلیوں، جادو بکشیوں اور دیگر محنت کشوں کے ہاتھوں میں گھومتے رہتے ہیں، پھر یہ متفرق اجزاء جمع کر کے زرگر کی جھٹی میں ڈالے جاتے ہیں۔ بجڑکتی ہوئی آگ کے شعلوں میں انہیں پگھلایا جاتا ہے اس کے بعد وہاں سے نکال کر انہیں نرم کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد کاریگر اپنے فن کے ذریعے انہیں

خونہورت زیورات کی شکل میں ڈھال لیتا ہے اس کے بعد انہیں پالش کے ذریعے مزید جلا دی جاتی ہے خوشبو لگائی جاتی ہے۔ عمدہ جگہوں، مقفل خزانوں اور پوشیدہ مقامات میں رکھے جاتے ہیں پھر ان زیورات سے بادشاہوں کی بیگمات کو آراستہ کیا جاتا ہے الغرض وہ ٹکڑے کاریگروں کے ہاتھوں گلنے گلنے کے بعد بادشاہ کے پاس پہنچ جاتے ہیں۔ اے مومن! بعینہ اسی طرح جب تو بھی قصائے الہی پر صابر اور تمام حالات میں راضی رہے گا تو دنیا میں تجھے بادشاہ حقیقی کا قرب نصیب ہوگا، اور علم و معرفت اور اسرار کی دولت عطا کی جائے گی اور آخرت میں انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کی معیت میں اللہ تعالیٰ کے جوار رحمت اور خاص مقامات قرب و انس پر فائز ہوگا، لہذا صبر کر! جلد ہی نہ کر، تقدیر خداوندی پر راضی رہو حق پر تہمتیں نہ دھر! تجھے اس کی بخشش کی ٹھنڈک اس کی معرفت کی حلاوت اور اس کے لطف و کرم اور احسانات کی دولت نصیب ہوگی۔

(۲۹) تنگدستی اور کف

بندہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لا کر اپنے تمام امور کسی کو سونپ دیتا ہے، اسے یقین ہوتا ہے کہ رزق میں فراخی اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہے، اور جو کچھ اس کا مقسوم ہے، وہ اسے ضرور مل کر رہے گا، اور جو اس کے مقسوم میں نہیں ہے وہ اسے ہرگز نہیں مل سکتا، اسے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر پوری طرح ایمان ہوتا ہے کہ:

وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ

(اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لیے نجات کی راہ نکال دے گا اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان نہ ہو اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اسے کافی ہے۔)

عافیت کی حالت میں بندہ یہ باتیں کہتا ہے اور ان پر اعتقاد رکھتا ہے۔ پھر چاہے اللہ تعالیٰ

اسے فقر و فاقہ کی آزمائش میں ڈال دیتا ہے تو وہ عاجزی و زاری کرنے لگ جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ اسے آزمائش سے آزاد نہیں کرتا، اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کا دال فقر ان کیونکہ کفر (تنگدستی کفر کے قریب پہنچا دیتی ہے ثابت اور مستحق ہو جاتا ہے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ جس سے اپنا لطف و کرم فرماتا ہے، اسے فقر و تنگدستی کی اس آزمائش سے نکال کر نعمت و دولت کی نعمت سے نواز دیتا ہے، اور اُسے اپنے شکر اور حمد و ثنا کی توفیق عطا فرماتا ہے، اور بندے کی یہ حالت آخر دم تک قائم رہتی ہے، البتہ اللہ تعالیٰ جس کی آزمائش کا ارادہ کرتا ہے اسے ہمیشہ کے لیے تنگدستی اور مصائب میں مبتلا کر دیتا ہے، پھر اس سے اس کے ایمان کی مدد منقطع ہو جاتی ہے چنانچہ وہ زبانِ اعتراض کھولنے، اس پر تہمتیں لگانے اور اس کے وعدے میں شک و شبہ کرنے کی سبکدوشی کا مرتکب ہو جاتا ہے بالآخر تقدیر خداوندی کے خلاف ناراضگی اور اسکی واضح نشانیوں کے انکار کی وجہ سے کفر ہی کی حالت میں دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس فرمان میں اسی طرف اشارہ فرمایا ہے:

ان اشد الناس عذاباً يوم القيامة رجل جمع الله له بين فقر الدنيا وعذاب الآخرة۔

(قیامت کے دن بدترین عذاب میں وہ شخص ہو گا جسے دنیا میں محتاجی و تنگدستی اور آخرت میں عذابِ جہنم نصیب ہوا)

ہم اس سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں، یہی خدا سے غافل کر دینے والا وہ فقر ہے جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی ہے۔

اس کے علاوہ ایک دوسرا شخص وہ ہے کہ جس کی بزرگی اور مقبولیت کا اللہ تعالیٰ نے ارادہ کر لیا، اور اُسے اپنے خواص، اولیاء اور ارجاء میں سے بنایا، اُسے وارث الانبیاء اور سید الاولیاء کا بلند مرتبہ عطا فرمایا پھر اسے اپنے معزز بندوں علماء، حکماء، شفیعی، نگہبان اور قائدین میں سے بنایا اور اسے اپنے مولیٰ کی طرف رہنما، ہدایت کے راستے دکھانے والا، خراب راستوں سے بچانے والا بنایا، اللہ تعالیٰ اپنی رحمتِ کاملہ سے اسے پہاڑوں بھر صبر، تقدیر خداوندی پر رضامندی اور موافقت کے سمندر اور افعالِ الہی میں فنا ہو جانے کے بلند مقامات عطا

فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ اُسے اپنی جود و عطا میں ڈھانپ لیتا ہے چنانچہ دن ہو یا رات، جلوت ہو یا خلوت، زندگی بھر رافت و رحمت الہی اس کی ناز برداریاں کرتی رہتی ہے۔

(۳۰) مقام صبر

حیرانگی کی بات ہے کہ تو پوچھتا ہے کہ کون سے عمل اور کس تدبیر کے ذریعے مجھے اپنے مقصد میں کامیابی ہوگی؟ اس سلسلے میں تجھے نصیحت کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کے حکم سے تیری یہ حالت قائم ہوئی ہے جبت تک کشادگی پیدا نہ فرمائے تو اپنے مقام پر ٹھہرا رہا اور اپنی حد سے تجاوز نہ کر، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اصبروا وصابروا ورابطوا واتقوا اللہ لعلکم تفلحون۔

صبر کرو اور صبر میں دشمنوں سے آگے رہو اور سرحد پر اسلامی ملک کی نگہبانی کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو اس امید پر کہ کامیاب ہو!

اللہ تعالیٰ نے تجھے صبر و ربط، حفاظتِ حال اور اس پر مداومت کا حکم دیا ہے اور انہیں ترک کرنے سے ڈرایا ہے۔ فرمایا:

واتقوا اللہ یعنی انہیں چھوڑنے میں اللہ سے ڈرو! صبر اختیار کرو کہ بہتری اور سلامتی

صبر ہی میں مضمر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

الصبر من الایمان کالسر اس من الجسد۔

ایمان میں صبر کا وہی مقام ہے جو جسم میں سر کا ہے اور مشہور ہے کہ ہر چیز کا ثواب اس کے اندازے کے مطابق ہوتا ہے لیکن صبر کا ثواب بے حد و شمار ہے، جیسا کہ فرمانِ خداوندی ہے:

انما یوفی الصابرون اجرهم بغير حساب۔

پھر جب تو صبر اور حدود اللہ کی حفاظت میں خدا سے ڈرے گا تو تجھے وہ نعمتیں عطا ہوں گی جن کا اس نے اپنی کتاب میں وعدہ کیا ہے۔ اس کا ارشاد ہے:

وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۚ
(اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لیے نجات کی راہ نکال دے گا اور اسے
وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان نہ ہو)

صبر کے سلسلے میں تو متوکلین کا شیوہ اختیار کرتا کہ تجھے وسعت اور کشادگی نصیب ہو۔ ان
حالات کے لیے کفایت کے بارے میں خدا تعالیٰ نے یوں وعدہ فرمایا ہے:

وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ ۚ

(جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اسے کافی ہے)

تو صبر اور توکل کے ذریعے محسنین کی جماعت میں شامل ہو جا، اللہ تعالیٰ نیک بدلے کا وعدہ تو فرما
ہی چکا ہے چنانچہ ارشاد ہے:

وَكُلًّا نَكَتْ جِزْيَ الْمُحْسِنِينَ ۚ (اور ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کی)

ان پاکیزہ خصال کو اپنانے کی وجہ سے وہ تجھے اپنا مقرب اور دوست بنالے گا۔ اس کا فرمان ہے:

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ۚ

پس صبر دنیا و آخرت میں ہر نیکی و سلامتی کی بنیاد ہے اور صبر ہی کی بدولت مومن رضا
اور موافقت کے مقام کی طرف ترقی کرتا ہے، پھر تقدیر خداوندی میں اپنے آپ کو فنا کر دینا حالت
بہلیت اور رغبت ہے اس مقام کو چھوڑنے سے ڈر! وزن دنیا و آخرت کی بھلائی تجھ سے زائل
ہو جائے گی اور ندامت کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔

(۳۱) معیارِ محبت و عداوت

جب تو اپنے دل میں کسی شخص کی محبت یا عداوت پائے تو اس شخص کے اعمال کتاب
سنت کی کسوٹی پر پرکھ! اگر وہ اعمال کے لحاظ سے کتاب و سنت کا مخالف ہے، تو تو اللہ اور

اس کے رسول سے دوستی و محبت پر خوش رہ۔ اور اگر اس کے اعمال تو کتاب و سنت کے مطابق ہیں، لیکن تو اسے دشمن سمجھتا ہے تو تجھے معلوم ہونا چاہئے کہ تو انسانی خواہشات کا اسیر ہے اور ذاتی اغراض کی وجہ سے اس سے دشمنی رکھتا ہے! اس بغض و عداوت کی وجہ سے تو اس پر ظلم کر رہا ہے اور خدا و رسول کے فرمان کی مخالفت کا ارتکاب کر رہا ہے لہذا اپنے اس بغض سے اللہ کے حضور توبہ کر! اور اللہ تعالیٰ سے خود اس کی اور اس کے نیک بندوں، دوستوں اور صالحین کی محبت کا سوال کر! اور محبت کے سلسلے میں سنت الہیہ کی پیروی کر! اسی طرح جس شخص سے تو محبت رکھتا ہے اس کے افعال و کردار کتاب و سنت کی روشنی میں جانچ۔ اگر کتاب و سنت کے مطابق اس کے اعمال درست ہیں تو اس سے بے شک محبت کر! اور اگر اس کے اعمال بد ہیں تو اسے دشمن جان! تاکہ تیری محبت و عداوت محض خواہشات نفس کے تابع ہو کر نہ رہ جائے، خواہشات انسانی کی تو مخالفت کا تجھے حکم دیا گیا ہے۔ ارشاد ہے:

وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ۚ
(اور خواہش کے پیچھے نہ جانا کہ تجھے اللہ کی راہ سے بہکا دے گی)

(۳۲) محبت الہی کا مقام

تعب ہے کہ تو اکثر کہتا ہے کہ میں جس چیز سے محبت کرتا ہوں، وہ عارضی ثابت ہوتی ہے، کیونکہ جلد ہی درمیان میں جدائی، موت یا عداوت کی دیوار حائل ہو جاتی ہے، اگر مال سے محبت ہو تو وہ بھی جلدی ضائع ہو جاتا ہے یا گم ہو جاتا ہے۔ اے خدا کے محبوب اور منظور نظر! انعام یافتہ اور غیرت کردہ! کیا تجھے پتہ نہیں کہ اللہ نے تجھے اپنے لیے پیدا کیا ہے اور تو غیر کی طرف جا رہا ہے، کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا:

يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ ۖ

(اللہ ان کو اور وہ اللہ کو دوست رکھتے ہیں)

دوسری جگہ فرمان ہے :

وما خلقت الجن والانس الا ليعبدون لی

(اور میں نے جن اور آدمی جنس لیے بنائے ہیں کہ میری بندگی کریں)

کیا تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نہیں سنا کہ جب اللہ کسی بندے کو دوست بناتا ہے تو اسے آزمائش میں ڈال دیتا ہے، اگر وہ اس پر صبر اختیار کرے تو اللہ اس کی نگہبانی کرتا ہے۔ دریافت کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! نگہبانی کے کیا معنی ہیں؟ فرمایا: اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اس بندے کے دل سے مال اور اولاد کی محبت اٹھا لیتا ہے اور یہ اس لیے ہوتا ہے کہ اگر بندہ مال و اولاد کی محبت میں کھو جائے تو خالق حقیقی سے اس کی محبت بٹ جائے گی اور اس کے حقے بخرے ہو جائیں گے، اور اس کی محبت اللہ تعالیٰ اور اس کے غیر میں مشترک ہو جائے گی جالانکہ اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شراکت پسند نہیں فرماتا، وہ بڑا غیرت والا ہر شئی پر قادر اور غالب ہے اپنے شریک کو ہلاک اور نیست کر دیتا ہے تاکہ اپنے بندے کے دل کو غیر کے دخل سے پاک کر کے صرف اپنے لیے خاص کر دے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کا فرمان یجہم و یحبونہ کا مظاہرہ ہوتا ہے اور بندے کا دل ہر قسم کے شریک، مال و اولاد، لذات و شہوات، طلب امارت و ریاست، منازل بہشت اور درجات و مقامات سے پاک ہو جاتا ہے اس کے دل میں کوئی ارادہ اور تمنا باقی نہیں رہتی، اس وقت اس کی مثال اس برتن کی ہو جاتی ہے جس میں کوئی بننے والی چیز نہیں ٹھہرتی، اس لیے کہ دل کی یہ کیفیت اللہ تعالیٰ کے فعل سے واقع ہوتی ہے۔ اب اگر دل میں کوئی تمنا یا خواہش پیدا ہوگی تو غیرت الہی اپنے عمل سے اسے ختم کر دے گی، اور قلب کے گرد غفلت و جبروت اور معیت حق کے پردے ٹکادیں گے، اور رعب و کبریا کی خدقیں کھود دی جائیں گی، اس وقت دل کی طرف کسی شے کا ارادہ نہیں پہنچ پائے گا۔ چنانچہ یہی وہ مقام ہے جہاں بیوی، بچے، دوست و کرامت، عبارات اور مال و اسباب میں سے کوئی چیز بھی دل پر اثر انداز نہیں ہو سکتی، کیونکہ یہ سب چیزیں قلب سے خارج ہیں، چنانچہ ایسی حالت

میں اللہ تعالیٰ بھی غیرت نہیں کرتا، بلکہ یہ تمام چیزیں بندے کے لیے اللہ کی طرف سے عزت افزائی، لطف و نعمت اور اس کی طرف آنے والوں کے لیے باعثِ منفعت ہو جائیں گی، اسی وجہ سے اسے بزرگی و شرافت ملتی ہے اور اس کی رحمت و حفاظت سایہ کرتی ہے پھر وہ بندہ دنیا و آخرت میں ان کا نگہبان کو تو ال، جائے پناہ اور شفیع ہو جائے گا۔

(۳۳) انسانی مدارج

لوگ چار قسم کے ہیں، ایک وہ جن کی زبان ہے اور نہ دل، یہ عامی، تا تجربہ کار اور ذلیل شخص ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نہ وہ کسی شمار قطار میں ہے اور نہ اس میں کوئی محبت لائی و بہتری ہے، اس کی مثال جھوٹے کی ہے، ایسے لوگوں کی کوئی قدر و قیمت نہیں، ہاں البتہ اگر اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمت کا ملہ نازل فرما دے، ان کے قلوب کو اپنے ایمان کے نور سے منور کر دے، اور ان کے اعضاء و جوارح کو اپنی بندگی کی سعادت ارزانی کرے، تو یہ انگ بات ہے تو اس گروہ میں ہونے سے بچ اور نہ ہی اپنے پاس انہیں پناہ دے، تو ان سے ڈر اور ان میں شامل نہ ہو، کیونکہ یہی وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے غیظ و غضب اور عذاب کا نشانہ ہیں، نار و دوزخ کے مستحق اور اس کے باسی ہیں۔ (نعمو باللہ منہم) تو اللہ تعالیٰ کے علماء، نیکی سکھانے والے دین کی رہنمائی کرنے والے، دین کی طرف لانے والے اور اس کے مبلغین کی پاکیزہ جماعت میں سے ہو جا، انہی لوگوں کی صحبت اختیار کر، اور ان کے قریب آ، لوگوں کو اللہ کی اطاعت کی دعوت دے اور انہیں خدا کی نافرمانی سے ڈرا! اس پر تجھے اللہ تعالیٰ کے ہاں تقرب حاصل ہو گا اور تجھے انبیاء و رسل کا ثواب عطا کیا جائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ارشاد فرمایا کہ اگر تیری تعلیم سے اللہ کسی ایک شخص کو بھی ہدایت نصیب فرما دے تو یہ بات تیرے لیے تمام دنیا سے افضل ہے، دوسرا شخص وہ ہے جس کی زبان تو ہے لیکن دل نہیں ہے وہ دانائی اور حکمت کی باتیں کرتا ہے لیکن خود ان پر عمل نہیں کرتا، لوگوں کو اللہ کی طرف بلاتا ہے مگر خود اللہ سے دور بھاگتا ہے، دوسروں کے عیوب نکالتا رہتا ہے لیکن خود انہی عیوب میں مبتلا رہتا ہے لوگوں پر اپنے زہد و اتقا کا رعب ڈالتا ہے حالانکہ خود کبیرو گناہوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ

۱۔ مصری نسخے میں یہ مقالہ قدرے مختصر ہے!

کے ساتھ اکادہ پیکار رہتا ہے، خلوت میں وہ انسان نما بیڑیا ہوتا ہے، بلاشبہ یہی وہ شخص ہے جس سے ڈراتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

”سب سے بڑی چیز جس سے میں اپنی امت کے لیے ڈرتا ہوں وہ علماء کی بے علی ہے (نفوذ باللہ منہم) ایسے شخص سے دور رہ! کہیں اس کی شیریں زبانی تجھے بہلا نہ لے اور تجھے اس کے گناہوں کی آگ جلانہ ڈالے، اور کہیں اس کے باطن کی گندگی تجھے ہلاک نہ کر ڈالے، تیسرا شخص وہ ہے جس کے پاس دل تو ہے مگر زبان نہیں، یہ مومن ہے اللہ نے اسے مخلوق سے چھپا کر اس پر اپنا پردہ ڈال دیا ہے اسے اپنے عجیب پر مینا اور اس کا دل منور کر دیا ہے اسے لوگوں سے کثرت ملاقات کے معائب اور زیادہ گنگو کی خراپیوں سے آگاہ کر دیا۔ چنانچہ اس نے یقین کر لیا کہ خاموشی اور گوشہ نشینی میں سلامتی ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جو خاموش رہا اس نے نجات پائی۔ اور اسی طرح آپ کا فرمان ہے کہ ”عبادت کے دس اجزاء ہیں، ان میں سے نو جز خاموشی میں ہیں یہ شخص اللہ تعالیٰ کا دوست ہے، اور اس کے ساتھ ہی وہ محفوظ سلامت، عقلمند، صاحب نعمت اور خدا کا ہم نشین ہے۔ تمام بھلائیاں اسی کے پاس ہیں ایسے شخص کی صحبت اختیار کر، اور اس کی مصاحبت، خدمت اور اس کی ضروریات و سوانح میں تعاون کے ذریعے اس کے ساتھ دوستی پیدا کر، جو چیز بھی اس کے آرام و سکون کا موجب ہو اس سے اس کی دل گیری کر! ان شاء اللہ العزیز اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ تجھے اپنے قرب میں لے کر عزت بخشے گا، اور تجھے اپنے محبوب و مقرب بندوں میں شامل کر لے گا! چوتھا شخص وہ ہے جسے اعزاز و اکرام کے ساتھ عالم ملکوت میں بلایا گیا جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے:

”جس نے علم حاصل کیا اس پر عمل کیا اور دوسروں کو سکھایا، اُسے ملکوت میں عزت کے ساتھ بلایا جائے گا۔“

یہی وہ شخص ہے جو ذات الہی اور اس کی آیات کا عارف ہے اور اس کا دل علوم الہی کا امین ہے اللہ تعالیٰ نے اُسے ایسے اسرار و رموز سے آگاہ ہی بخشی ہے جو صرف اسی کے لیے مختص ہیں، اسے برگزیدہ اور مقبول بنایا، مخلوق میں سے چُن کر اسے ہدایت دی اور اپنی طرف راہ دی، اس کے سینہ کو اسرار و علوم کے اخذ و قبول کا سرچشمہ بنایا، اسے دانشمند اور مخلوق کیلئے

ہادی، برائی سے ڈرانے والا، ہدایت یافتہ، سفارش کرنے والا، سفارش قبول کردہ، سچا، مصداق اور انبیاء و رسل علیہم السلام کا خلیفہ بنایا، پس بنی آدم میں یہی شخص ایمان کے بلند ترین مقام پر فائز ہے مرتبہ نبوت کے علاوہ اس سے بلند کوئی درجہ نہیں ہے ایسے شخص کی صحبت اختیار کر اور اس کی مخالفت کرنے، اس سے نفرت کرنے، اس سے کنارہ کشی اختیار کرنے، اس کی بات نہ ماننے اور اس کی نصیحت پر کان نہ دھرنے سے ڈر! کیونکہ سلامتی کا مرکز تو اس کی ذات اور اس کی باتیں ہیں، اس کے ماسوا میں مگر ابھی اور ہلاکت ہے مگر جسے اللہ تعالیٰ سچائی اور رحمت کاملہ کی مدد و توفیق عنایت کرے۔ میں نے لوگوں کی ہر چار اقسام تجھے بیان کر دی ہیں، تو غور و فکر کر! اگر غور و فکر کرنے والا ہے! اور اگر اپنے وجود پر مہربان ہے تو اسے بچا! اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو دنیا و آخرت میں اپنے پسندیدہ امور کی توفیق ارزانی فرمائے، آمین۔

(۳۴) افعال خداوندی پر اعتراض کی ممانعت

حیرت ہے کہ تو اللہ تعالیٰ پر ناراض ہوتا ہے اس پر تمہیں دھرتا اور اعتراض کرتا ہے اس کی طرف ظلم کی نسبت کرنے، رزق دینے اور مال و دولت عطا کرنے، مصائب اور سختیوں کے بٹانے میں اس کی طرف تاخیر جیسے الزامات سے بھی نہیں چوکتا، کیا تجھے پتہ نہیں کہ ہر چیز کے لیے ایک نوشتہ اور ہر مصیبت و سختی کے لیے ایک غایت اور انتہا ہے، اس میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہو سکتی، خیال رہے کہ بلا اور مصائب کی گھڑیاں عافیت اور امن سے نہیں بدل سکتیں۔ اسی طرح سختی نرمی سے اور فقر و فاقہ تو نگری و دولت مندی سے اپنے مقررہ وقت سے پہلے تبدیل نہیں ہو سکتے، تو ادب اختیار کر، خاموشی اور صبر و رضا اور اپنے پروردگار کی اطاعت اپنا وظیفہ بنا! اللہ تعالیٰ پر ناراض ہونے اور اس کے فعل پر تمہمت لگانے سے تو بہر! اللہ تعالیٰ کے ہاں حق کا پورا مطالبہ کرنا، اور گناہ کے بغیر عام انسانی دستور کے مطابق طبیعت کی خواہش پر کسی کا بلا لینا نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ ازل سے کتنا اور ہر چیز سے پہلے ہے اس نے تمام اشیاء، اور ان کی جھلایوں اور خرابیوں کو پیدا کیا، وہ ہر چیز کے آغاز و انجام اور ابتداء و انتہا کا عالم ہے، اس کے تمام

(۳۴) افعالِ خداوندی پر اعتراض کی ممانعت

حیرت ہے کہ تو اللہ تعالیٰ پر ناراض ہوتا ہے اس پر تہمتیں دھرتا اور اعتراض کرتا ہے اس کی طرف ظلم کی نسبت کرنے، رزق دینے اور مال و دولت عطا کرنے، مصائب اور سختیوں کے ہٹانے میں اس کی طرف تاخیر جیسے الزامات سے بھی نہیں چوکتا، کیا تجھے پتہ نہیں کہ ہر چیز کے لیے ایک نوشتہ اور ہر مصیبت و سختی کے لیے ایک غایت اور انتہا ہے، اس میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہو سکتی، خیال رہے کہ بلا اور مصائب کی گھڑیاں عافیت اور امن سے نہیں بدل سکتیں۔ اسی طرح سختی زمی سے اور فقر و فاقہ تو نگری و دولت مندی سے اپنے مقررہ وقت سے پہلے تبدیل نہیں ہو سکتے، تو ادب اختیار کر، خاموشی اور صبر و رضا اور اپنے پروردگار کی اطاعت اپنا وظیفہ بنا، اللہ تعالیٰ پر ناراض ہونے اور اس کے فعل پر تہمت لگانے سے تو بکر! اللہ تعالیٰ کے ہاں حق کا پورا مطالبہ کرنا، اور گناہ کے بغیر عام انسانی دستور کے مطابق طبیعت کی خواہش پر کسی کا بلالینا نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ ازل سے کتنا اور ہر چیز سے پہلے ہے اس نے تمام اشیاء، اور ان کی بھلائیوں اور خرابیوں کو پیدا کیا، وہ ہر چیز کے آغاز و انجام اور ابتداء و انتہا کا عالم ہے، اس کے تمام

افعال حکمت پر مبنی اور اس کی ہر صنعت مضبوط ہے، اس کے کاموں میں باہم نہ کوئی تضاد ہے، اور نہ ہی اس کا کوئی کام بے فائدہ ہے۔ اس نے کسی بھی چیز کو بے کار نہیں بنایا، لہذا اس کی ذات کی طرف نہ تو کسی نقص و خامی کی نسبت درست ہے اور نہ ہی اس کے کسی فعل پر انگشت نمائی کی جاسکتی ہے اگر تو اس کی موافقت و رضا اور اس کے افعال میں فنا ہونے سے قاصر ہے تو کشادگی کا رکا انتظار کر، یہاں تک کہ نوشتہ تقدیر پورا ہو جائے اور وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ حالت کسی بہتر حالت سے بدل جائے جس طرح سردی کے بعد گرمی اور رات کے بعد دن آتا ہے، اگر تو دن کی روشنی اور چمک سرِ شام طلب کرے گا تو نہیں پائے گا بلکہ رات کی تاریکی میں زیادتی ہوگی، یہاں تک کہ رات کی تاریکی اپنی انتہا کو پہنچ جائے گی، فجر طلوع ہوگی اور منور دن آجائے گا۔ اس وقت چاہے تو دن کی طلب اور ارادہ کرے چاہے دن کا طلوع ہونا تجھے ناگوار گزرے دن بہر طور ہو کر رہے گا اگر اس وقت تو چاہے کہ یہ دن رات میں بدل جائے تو تیری یہ دعا قبول نہ ہوگی کیونکہ تیری یہ تمنا بے وقت ہے چنانچہ اس تمنا سے سوائے حسرت، محرومی، ناخوشی اور شرمندگی کے کچھ بھی حاصل نہ ہوگا، لہذا یہ تمام باتیں چھوڑ دے اور حق تعالیٰ کی طاعت اس سے حسن ظن اور صبر جمیل اختیار کر، جو چیز تیرے مقدر میں ہے وہ تجھ سے ہرگز نہیں چھینی جائیگی اور جو تیرا مقدر نہیں ہے وہ تجھے قطعاً نہیں ملے گی۔ مجھے اپنی زندگی کی قسم ہے کہ جب تو عبادت و ریاضت اور نضرب و عاجزی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے فرمان ادعویٰ استجب لکھ اور واسئلوا اللہ من فضله کے مطابق دعا کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ مقررہ وقت پر تیرے لیے دینی و دنیوی مصالح کو پیش نظر رکھتے ہوئے قبول فرماتا ہے۔ دعائیں تاخیر قبولیت پر اس کی ذات پر اتہام نہ لگاؤ نہ ہی دعا سے اکتا کیونکہ اگر تجھے ظاہرِ اُدعا سے فائدہ حاصل نہیں ہوا تو نقصان بھی نہیں ہوگا۔ اگر دنیا میں تیری دعا قبول نہیں ہوئی تو آخرت میں تجھے ضرور اس کا ثواب ملے گا! حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے دن بندہ اپنے نامہ اعمال میں بعض ایسی نیکیاں دیکھے گا کہ اسے ان کا علم بھی نہیں ہوگا، چنانچہ اس وقت اسے آگاہ کیا جائے گا کہ یہ نیکیاں تیری ان دعاؤں کا بدلہ ہیں، جو تو دنیا

میں برابر مانگتا رہا ہے مگر اس دنیا میں ان کی قبولیت مقدر نہ تھی! یا جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ "تیری ادنیٰ حالت یہ ہو کہ تو ہر وقت اپنے مولیٰ سے لو لگائے رہے اسے واحد یکتا جانے اپنی تمام ضروریات اور حاجتیں اسی کی بارگاہ میں پیش کرے اور اس کے ماسواہی کو خاطر میں نہ لائے، تو اپنے تمام حالات، لیل و نہار، بیماری و صحت اور سختی و نرمی میں عام طور پر دو صورتوں میں سے ایک پر کار بند رہے، یا تو دعا سے خاموش تقدیر الہی پر راضی و شاکر، اور اللہ تعالیٰ کے افعال کی موافقت میں اس قدر بے اختیار ہو گا جیسے مردہ فتال کے سامنے، شیر خوار بچہ واپہ کے ہاتھوں یا گیند سوار کے سامنے جسے وہ چوگان سے پھرا رہا ہوتا ہے، اس وقت تقدیر خداوندی جس طرح چاہے گی تجھے پھرائے گی، پس تیرا کام حمد اور شکر خداوندی ہے اور خدائے بزرگ و برتر کی طرف سے عطا و بخشش کی فراوانی ہے، جیسا کہ فرمان خداوندی ہے:

لَنْ يَشْكُرَكَ بَلَاءٌ لَا يَأْتِيكَ

اور اگر سختی ہے تو بھی تجھے اسی کے فضل و کرم سے صبر اور موافقت کی ضرورت ہے ایسے حالات میں مدد، ثبات قدمی اور حمایت و نصرت بھی اسی ذات یکتا سے عنایت ہوتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنْ تَنْصُرِ اللّٰهُ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ

اگر تم دین خدا کی مدد کرو گے اللہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جما دے گا

جب تو اعتراض اور افعال الہی پر انگشت نمائی چھوڑ دے گا، خواہشاتِ نفس کے مقابلے میں طاعتِ الہی اختیار کرے گا اور جب نفس کفر و شرک کی طرف مائل ہو تو تو محض رضاے الہی کی خاطر خواہشاتِ نفس کا دشمن اور کٹر مخالف ہو جائے گا اور صبر، طاعتِ الہی اور تقدیرِ خداوندی پر رضامندی و طمانیت کے ساتھ نفس کو کچل دے گا تو اللہ تعالیٰ تیرا معین و مددگار ہو جائے گا اپنی رحمتِ کاملہ کے بارے میں اس نے فرمایا ہے:

وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمُ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا
إِلَيْهِ رَا جِعُونَ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَٰوةٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَٰئِكَ
هُمُ الْمُهْتَدُونَ ۝

(اور خوشخبری سنا ان صبر والوں کو کہ جب ان پر کوئی مصیبت پڑے تو کہیں ہم اللہ
کے مال میں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا ہے یہ وہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی
درویں ہیں اور رحمت اور یہی لوگ راہ پر ہیں)

دوسری صورت یہ ہے کہ دُعا اور عاجزی کے ساتھ اس کے احکام کی تعمیل کرتے ہوئے
اُسے عظیم جانتے ہوئے اس کے در رحمت پر گرجائے۔ اس کا فرمان ہے: ادعوا ربکم۔ اور یہ
کوئی غیر معقول بات نہیں بلکہ اس کے حکم کی تعمیل اور بجا آوری ہے کیونکہ اس نے خود تجھے سوال
کرنے اور اپنی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس نے یہ سوال تیرے لیے باعثِ راحت اور
تیسری جانب سے اپنی بارگاہِ قدس کے لیے واسطہ، وسیلہ اور سبب بنا دیا ہے، مگر شرط یہ ہے
کہ قبولیتِ دُعا تک تو اللہ تعالیٰ پر غلبت میں ٹھمت دھرے اور نہ ہی چین بکھیں جو۔

دونوں صورتوں کے باہمی فرق کا اندازہ کر اور ان کی حدود سے تجاوز نہ کر، کیونکہ ان دو
صورتوں کے علاوہ کوئی تیسری صورت نہیں ہے۔ حد سے تجاوز کرنے، ظالموں میں ہونے سے
ڈر! ورنہ اللہ تعالیٰ تجھے مٹا کر ختم کر دے گا۔ جس طرح اس نے اگلی اُمتوں کو دنیا میں سخت مُصائب
اور آخرت میں دردناک عذاب سے دوچار کر کے ہلاک کر ڈالا ہے۔

سبحان اللہ العظیم! اے میرے تمام حالات کے جاننے والے! تجھی پر میرا بھروسہ!

(۲۵) پرہیزگاری کا مقام

پرہیزگاری اختیار کر! کیونکہ ہلاکت کی رستی کا پچندہ تیرے گلے میں پڑا ہوا ہے جب تک
رحمت خداوندی تجھے اپنی آغوش میں نہ لے لے ہرگز تیری نجات نہیں ہو سکتی۔ حدیث کی روشنی

میں یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ دین کی اصل پر ہیزگاری ہے اور اس کی بربادی لالچ ہے ظاہر بات ہے کہ جو چراگاہ کے گرد گھومے گا وہ اس میں داخل بھی ہوگا جس طرح کھیتی کے قریب چرنی والا جانور کسی بھی وقت اس کی طرف منہ بڑھا سکتا ہے اور اس سے کھیتی محفوظ نہیں رہ سکتی ، حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ ہم دس حلال چیزوں میں سے نو اس خوف سے چھوڑ دیتے تھے کہ حرام میں نہ پڑ جائیں۔ اسی طرح حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم گناہ میں مبتلا ہو جانے کے خوف سے مباح کے بھی ستر دروازے ترک کر دیتے تھے۔ ان نفوسِ قدسیہ نے یہ کمال احتیاط حرام کی نزدیکی سے بچنے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان پر عمل کرتے ہوئے اختیار کی ، آپ کا فرمان ہے : خوب اچھی طرح جان لو کہ ہر بادشاہ کی چراگاہ ہوتی ہے اور اللہ کی چراگاہ اس کی حرام کردہ اشیاء ہیں ، چنانچہ جو شخص چراگاہ کے ارد گرد پھرے گا ممکن ہے وہ اس میں داخل ہو جائے ، مگر جو شخص شاہی قلعہ میں داخل ہو گیا ، اور پہلے ، دوسرے اور تیسرے دروازے سے گزر کر خاص درشاہی پر پہنچ گیا ، وہ اس شخص سے یقیناً بہتر ہے جو ابھی تک ویرانے کے قریب پہلے دروازے پر کھڑا ہے کیونکہ اگر آخری دروازہ بند بھی ہو جائے تو بھی اسے کوئی نقصان نہیں کیونکہ وہ شاہی قلعہ کے دو دروازے عبور کر چکا ہے ، اور یہاں اس کے ساتھ شاہی خزانہ اور لشکر ہے ، اس کے برعکس اگر وہ پہلے دروازے پر ہوتا اور وہ بھی اس پر بند ہو جاتا تو وہ بیابان میں اکیلا رہ جاتا ، دشمن اور جنگلی پرندے اسے ہلاک کر ڈالتے ! ٹھیک اسی طرح جو شخص عزیمت پر کار بند ہے اگر بالفرض اس سے توفیق الہی اور رعایتِ منہ موڑ لے تو وہ رخصت پر آجائے گا اور شریعت کے دائرہ سے باہر نہیں نکلے گا ، اگر اس حالت میں اسے موت بھی آجائے تو وہ عبادات اور طاعات پر ہوگی اور اس کے لیے عملِ صالح کی گواہی دی جائے گی مگر جو رخصت پر قائم رہا اور عزیمت کی طرف اس نے قدم نہ بڑھایا اگر اسے توفیق اور امدادِ ایزدی منقطع ہو جائے تو اس پر خواہشاتِ نفس کا غلبہ ہو جائے گا وہ حرام کا مرتکب اور حدودِ شریعت سے تجاوز کر بیٹھے گا اور آخر کار اللہ کے دشمن گمراہ شیاطین کی جماعت میں اس کا شمار ہوگا ، اگر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل و کرم اُسے اپنی پناہ میں لے لے تو خیر ورنہ توبہ سے پہلے موت کی صورت میں اس کے لیے ہلاکت ہی ہلاکت ہے ، حاصلِ کلام رخصت پر

قائم رہنے میں ہر طرح کا خطرہ اور عزیمت پر عمل کرنے میں ہر طرح سے سلامتی ہے۔

(۳۶) دنیا اور آخرت

تو آخرت کو اپنا اصل سرمایہ (رأس المال) اور دنیا کو اس کا نفع بنا، سب سے پہلے تو اپنا وقت حصولِ آخرت پر صرف کر، ہاں اگر اس سے کچھ فاضل وقت بچ جائے تو اسے دنیاوی امور مثلاً طلبِ معاش وغیرہ میں خرچ کر، دنیا کو رأس المال اور آخرت کو اس کا نفع نہ بنا، کہ اگر کچھ وقت بچ رہے تو اُسے کارِ آخرت میں صرف کرے، نماز پکچھانہ اور دیگر واجبات حضورِ قلب کے بغیر عجلت میں ادا کرے یا بار اور تکلیف سمجھتے ہوئے سرے سے ادا ہی نہ کرے اور سو جائے تیری شبِ لہو و لعب میں اور دنِ خواہشاتِ نفس کی پیروی میں گزر جائے، اور تو شیطان کا پیروکار دنیا کے بدلے آخرت کا بیچنے والا، نفس کا بندہ اور اس کا بے دام غلام ہو کر رہ جائے، حالانکہ تجھے نفس کو مغلوب کرنے، اس کو مطیع بنانے، راہِ خدا میں اُسے ریاضت و مشقت کا عادی کرنے اور راستے پر سلامتی کے ساتھ چلانے کا حکم دیا گیا تھا! اور یہ راستے آخرت اور ماکہ و خاتمی نفس ہی کے تو ہیں، لیکن تو نے خواہشاتِ نفس کا اتباع کر کے خود اس پر ظلم کیا، اس کی باگ تو نے اسی کو سونپ دی، اس کی خواہشات کی پیروی کی اور شیطان کی موافقت کی، نتیجہ یہ نکلا کہ تجھ سے دنیا و آخرت کی بھلائی ضائع ہو گئی اور دین و دنیا کا نقصان تیرے گلے پڑ گیا۔ ان حالات میں قیامت کے دن تو بہت ہی مفلس اور دینی اعتبار سے انتہائی خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوگا، حالانکہ اتباعِ نفس کے سبب تو دنیاوی نفع بھی کچھ زیادہ حاصل نہیں کر سکا اگر تو نفس کو راہِ آخرت پر چلاتا اور آخرت کو اپنا رأس المال بناتا تو دنیا و عقبی دونوں سے بیش از بیش نفع حاصل کرتا اور تجھے باعزت طور پر دنیاوی حصہ بھی مل جاتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

”اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت کی نیت پر عطا کرتا ہے دنیا کی نیت پر آخرت نہیں دیتا۔“

اور کیونکر نہ ہو، آخرت کی نیت تو اللہ کی عبادت ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ نیتِ عبادت کی روح اور اصل ہے، البتہ جب تو نے زہد و تقویٰ اور طلبِ آخرت کے ذریعے اطاعتِ الہی

قائم رہنے میں ہر طرح کا خطرہ اور عزیمت پر عمل کرنے میں ہر طرح سے سلامتی ہے۔

(۳۶) دنیا اور آخرت

تو آخرت کو اپنا اصل سرمایہ (رأس المال) اور دنیا کو اس کا نفع بنا، سب سے پہلے تو اپنا وقت حصولِ آخرت پر صرف کر، ہاں اگر اس سے کچھ فاضل وقت بچ جائے تو اسے دنیاوی امور مثلاً طلبِ معاش وغیرہ میں خرچ کر، دنیا کو رأس المال اور آخرت کو اس کا نفع نہ بنا، کہ اگر کچھ وقت بچ رہے تو اسے کارِ آخرت میں صرف کرے، نماز، چنگا نہ اور دیگر واجبات حضورِ قلب کے بغیر عجلت میں ادا کرے یا بار اور تکلیف سمجھتے ہوئے سرے سے ادا ہی نہ کرے اور سو جائے تیری شبِ لہو و لعب میں اور دنِ خواہشاتِ نفس کی پیروی میں گزر جائے، اور تو شیطان کا پیروکار دنیا کے بدلے آخرت کا بیچنے والا، نفس کا بندہ اور اس کا بے دام غلام ہو کر رہ جائے، حالانکہ تجھے نفس کو مغلوب کرنے، اس کو مطیع بنانے، راہِ خدا میں اُسے ریاضت و مشقت کا عادی کرنے اور راستے پر سلامتی کے ساتھ چلانے کا حکم دیا گیا تھا! اور یہ راستے آخرت اور ماکہ و خاتمی نفس ہی کے تو ہیں، لیکن تو نے خواہشاتِ نفس کا اتباع کر کے خود اس پر ظلم کیا، اس کی باگ تو نے اسی کو سونپ دی، اس کی خواہشات کی پیروی کی اور شیطان کی موافقت کی، نتیجہ یہ نکلا کہ تجھ سے دنیا و آخرت کی بھلائی ضائع ہو گئی اور دین و دنیا کا نقصان تیرے گلے پڑ گیا۔ ان حالات میں قیامت کے دن تو بہت ہی مفلس اور دینی اعتبار سے انتہائی خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوگا، حالانکہ اتباعِ نفس کے سبب تو دنیاوی نفع بھی کچھ زیادہ حاصل نہیں کر سکا اگر تو نفس کو راہِ آخرت پر چلاتا اور آخرت کو اپنا رأس المال بناتا تو دنیا و عقبیٰ دونوں سے بیش از بیش نفع حاصل کرتا اور تجھے باعزت طور پر دنیاوی حصہ بھی مل جاتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

”اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت کی نیت پر عطا کرتا ہے دنیا کی نیت پر آخرت نہیں دیتا۔“

اور کیونکر نہ ہو، آخرت کی نیت تو اللہ کی عبادت ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ نیتِ عبادت کی روح اور اصل ہے، البتہ جب تُو نے زہد و تقویٰ اور طلبِ آخرت کے ذریعے اطاعتِ الہی

اختیار کی، تو تو اہل طاعت و محبت اور خاندانِ خدا میں سے ہو جائے گا، اور تجھے آخرت یعنی جنت اور قربِ خداوندی حاصل ہوگا، دنیا تیری خادم ہوگی اور دنیا میں سے جو حصہ تیرا مقدر ہے اللہ تعالیٰ وہ پورے کا پورا تجھے عطا کرے گا! کیونکہ یہ ساری چیزیں اپنے خالق و مالک کی تابع اور اس کے حکم کی پابند ہیں، اور اگر تو دنیوی امور میں ایسا مشغول ہو گیا کر تجھے آخرت کا خیال نہ رہا، تو تجھ پر غضب الہی نازل ہوگا، تیری اخروی زندگی تباہ ہو جائے گی اور دنیا تیری نافرمانی کرے گی اور تیرا مقدر تجھے ملنے میں رکاوٹ کا باعث بنے گی کیونکہ دنیا اللہ تعالیٰ کے حکم کی پابند اور ملوک ہے جو شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے وہ اسے ذلیل کرتی ہے اور جو اس کی اطاعت کرتا ہے دنیا اس کے پیچھے جھاگتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان اسی صورت حال کے لیے ہے کہ:

”دنیا اور آخرت دو سونئیں ہیں اگر ایک کو راضی رکھے گا تو دوسری ناراض

ہو جائے گی۔“

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

منکم من یرید الدنیا ومنکم من یرید الآخرۃ۔

(تم میں کوئی دنیا چاہتا تھا اور تم میں کوئی آخرت چاہتا تھا)

بعض لوگ دنیا میں محاور قنایں، اور بعض میدانِ آخرت کے شہسوار تو غور کر اور اپنی حالت کا جائزہ لے لے کہ کس گروہ میں سے ہے اس دنیا میں رہتے ہوئے تو کون سے گروہ میں سے ہونا پسند کر لے جب تو وارِ آخرت کی طرف چلے گا تو وہاں صاف تجھے دو جماعتیں نظر آئیں گی ایک اہل جنت اور دوسرے اہل دوزخ! پھر ان میں سے فریقِ ثانی اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق پچاس ہزار برس کے برابر طویل یومِ قیامت میں حساب کے لیے ٹھہرا رہے گا۔ اور فریقِ اول، عرشِ الہی کے سائے میں خزانِ خداوندی پر انواع و اقسام کے میوہ بات اور طعاموں سے لطف اندوز ہوگا، حدیث

لے مصری نسخے میں نہیں من عصاء و نکر من اطاعہ ہے حالانکہ صحیح تہیین من عصاء و نکر من اطاعہ

لے آل عمران: ۱۵۲

میں کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے عرصہ حساب و کتاب میں جنت میں اپنے محلات کو دیکھیں گے، جب اللہ تعالیٰ حساب سے فارغ ہو جائے گا تو یہ لوگ جنت میں اپنے اپنے مقامات کی طرف اس طرح پلے جائیں گے جیسے دنیا میں ہر شخص اپنے گھر کی جانب بلا کسی کھٹکے کے چلا جاتا ہے انہیں یہ مرتبہ طلبِ آخرت اور راہِ خدا اختیار کرنے کے سبب عطا ہوا۔ مگر دوسرا گروہ تو آخرت سے بے نیاز ہو کر دنیوی زندگی میں کھو جانے، روز قیامت اور قرآن و حدیث کے مطابق آئندہ آنے والی زندگی کو بھلا دینے کے سبب قسم قسم کی سختیوں اور ذلت میں گھرا ہوا ہو گا لہذا اپنے آپ پر رحم کرا اور اوپر بیان کردہ دو جماعتوں میں سے بہتر جماعت کی رفاقت اختیار کرو! اور بُری صحبت انسانوں کی ہو یا جنات کی سے اپنے آپ کو بچا! کتاب و سنت کو اپنا رہبر و رہنما بنا! اور ان میں تدبیر اور غور و فکر کے بعد عمل کرو، فضول یا وہ گوئی اور خواہشات نفس کی اتباع سے اجتناب کرو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:

وَمَا تَكْمُلُ السُّلُوسَ فَخُذْوهَا وَمَا نَهَكُمُ عَنْهَا فَانْتَهُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ ۖ
(اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو اور اللہ سے ڈرو)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف لائے ہیں، اس کی خلاف ورزی کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کا ارتکاب نہ کرو، اپنی من گھڑت عبادت اور عمل نہ نکالو جیسے اللہ تعالیٰ نے راسخ سے جھکی ہوئی ایک قوم کی خبر دی ہے:

وَرَهْبَانِيَّةٌ ابْتَدَعُوا مَا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ ۖ

د اور راہب بننا تو یہ بات انہوں نے دین میں اپنی طرف نکالی، ہم نے ان پر مقرر نہ کی تھی

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر قسم کی غلطیوں اور نقصان سے پاک بنایا چنانچہ آپ کی شان میں فرمایا:

وما ينطق عن الهوى ان هو الا وحى يُوحىٰ لَه
 (اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے مگر وحی جو انھیں
 کی جاتی ہے)

یعنی جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے پاس لائے ہیں وہ ان کی ذاتی خواہش سے نہیں،
 بلکہ میری جانب سے ہے! اس کی اتباع کرو! پھر فرمایا:
 ان كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله
 (لوگو! اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست
 رکھے گا)

اس سے یہ بات پوری طرح واضح ہو گئی محبت الہی کا سارا راز آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے
 فرمان و عمل کی پیروی میں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:
 "کسب حلال میرا طریقہ اور توکل میری حالت ہے۔"
 تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارک اور آپ کی حالت کے درمیان ہے اگر تیرا ایمان
 کمزور ہے تو تیرے لیے کسب ہے جو اپنی جگہ سنت نبوی ہے اور اگر تیرا ایمان قوی ہے تو
 تیرے لیے توکل ہے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:
 وعلى الله فتوكلوا
 (اور اللہ ہی پر بھروسہ کرو)
 دوسری جگہ ارشاد ہے:

ومن يتوكل على الله فهو حسبه
 (اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اسے کافی ہے)

ایک اور مقام پر ارشاد باری ہے :

ان الله يحب المتوكلين ۱

(بے شک توکل والے اللہ کو پیارے ہیں)

اللہ تعالیٰ نے تجھے توکل کا حکم دیا ہے اور اسے اختیار کرنے پر اصرار کیا گیا ہے جیسا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا گیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے :

”جو شخص کوئی ایسا کام کرتا ہے جس کے متعلق ہمارا حکم نہیں ہے تو اس کا یہ عمل باطل اور لغو ہے۔“

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان وسائلِ رزق آپ کے اقوالِ مبارک اور افعالِ سب کے لیے عام ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کے بغیر ہمارا کوئی دوسرا نبی نہیں جس کی ہم پیروی کریں اور نہ قرآنِ حکیم کے علاوہ ہمارے لیے کوئی دوسری کتاب ہے جس پر ہم عمل کریں، لہذا کتاب و سنت کے حدود سے باہر نہ نکلو ورنہ قعرِ ہلاکت میں جا گر و گے اور نفس و شیطان گمراہ کر دیں گے، فرمانِ خداوندی ہے :

ولا تتبعم الهوى فيضلك عن سبيل الله ۲

(اور خواہش کے پیچھے نہ جانا کہ تجھے اللہ کی راہ سے بہکا دے گی)

پس قرآن و حدیث کی کامل اتباع سلامتی کا ذریعہ اور اس سے روگردانی باعثِ ہلاکت ہے۔ قرآن و حدیث کے عمل ہی کے ذریعے بندہ ولایت، ابدانیت اور غوثیت ایسے بلند مقامات کی طرف پرواز کرتا ہے۔

۱۔ آل عمران : ۱۵۹

۲۔ لاہری نسخے کی عبارت یوں ہے : هذا يعم الرزق والاعمال والاقوال، حالانکہ صحیح معرّی نسخے کی عبارت ہے جویوں ہے : هذا يعم طلب الرزق والاعمال والاقوال۔

۳۔ ص : ۲۶

(۳۷) حسد اور اس کے نقصان

اے مومن! کیا وجہ ہے کہ میں تجھے اپنے ہمسائے کا حاسد دیکھتا ہوں؟ تو اس کے خورد و نوش، لباس و مکان، زن و مال اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کی ہوئی دوسری نعمتوں سے جتنا ہے، تجھے علم نہیں کہ حسد ایک ایسی خطرناک مرض ہے، جو ایمان کو کمزور و ریموٹی سے دور اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا باعث بن جاتی ہے کیا تو نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا کہ ”حاسد میری نعمتوں کے دشمن ہیں“ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :

”حسد نیکوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو۔“

اے مسکین تو اس کی کس چیز پر حسد کرتا ہے؟ اس کی قسمت پر یا اپنی پر؟ اگر تو اس کی قسمت پر حسد کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ ہے جیسا کہ فرمان خداوندی سے ثابت ہے:

نحن قسمنا بينهم معيشتهم في الحياة الدنيا

(ہم نے ان میں ان کی زیست کا سامان دنیا کی زندگی میں بانٹا)

تو ایک شخص پر جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کی ہوئی نعمتوں پر قانع ہے حسد کے ذریعے ظلم کا ارتکاب کر رہا ہے خود ہی غور کر کہ تجھ سے زیادہ ظالم، نجیل، احمق اور کم عقل کون ہے؟ اور اگر تو اپنے نصیب پر حسد کر رہا ہے تو یہ تو اس سے بھی زیادہ جہالت اور نادانی ہے کیونکہ تیرا حصہ غیر کو کبھی نہیں دیا جائے گا، اللہ تعالیٰ اس سے پاک اور منزہ ہے اس کا ارشاد ہے:

ما يبدل القول لدى وما انا بظلام للعبيد

(میرے یہاں بات بدلتی نہیں اور نہ میں بندوں پر ظلم کروں)

اللہ تعالیٰ تیرا حصہ چھین کر کبھی دوسرے کو نہیں دے گا کیونکہ یہ ظلم ہے اور وہ اس سے پاک ہے تیرا اس قسم کا خیال جہالت اور حسد اپنے بھائی پر ظلم ہے، اپنے بھائی پر ظلم کرنے سے زمین پر

حسد کرنا زیادہ مناسب ہے جس میں عا و ثمود، قیصر و کسریٰ اور دیگر پہلے بادشاہوں کے خزانے
 دفن ہیں، تیری مثال اس شخص کی ہے جس نے ایک بادشاہ کو حسرت و بدبے، لشکر و دولت
 اور قسم قسم کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے دیکھ کر تو حسد نہیں کیا لیکن ایسے جنگلی گتے پر جو بادشاہ
 کے کتوں میں سے ایک کی خدمت پر مامور تھا، اور اس خدمت کے بدلے اسے شاہی مطبخ کے
 بچے کچھے کھڑے نصیب ہو جاتے تھے حسد کرنے لگا، اس کا دشمن بن گیا، کم ظرفی و کمینگی کی وجہ سے
 ایسے کرنے لگا کسی دینی رعایت اور فضاہت کے لیے نہیں، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس کا یہ حسد
 محض اس کے مرنے کے بعد اس کا قائم مقام بننے اور جھوٹا ٹوٹا کھانے کے لیے پیدا ہوا، اب تو
 خود سوچ لے کہ دنیا میں اس سے بڑھ کر احمق اور جاہل کون ہو سکتا ہے؟ اے درویش!
 تجھے پتہ ہے کہ اگر تیرے پڑوسی (جس پر تو حسد کر رہا ہے) نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ
 نعمتوں پر شکر نہیں کیا، ان انعامات میں سے اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا نہیں کیے، اس کے احکام
 کی پابندی نہیں کی، اس کی منہیات سے باز نہ آیا، اور ان نعمتوں کو عبادت و طاعت الہی کا
 واسطہ نہ بنایا تو اسے کس قدر طویل عذاب سے دوچار ہونا پڑے گا، اس وقت اس کی خواہش
 ہوگی کہ کاش! دنیا میں اُسے کوئی نعمت نہ ملتی بلکہ وہ کوئی نعمت دیکھتا بھی نہیں (تاکہ اس حساب سے
 بچ جاتا) تو نے حدیث نبوی کے یہ الفاظ نہیں سنے کہ ”قیامت کے دن کئی لوگ خواہش کریں گے
 کہ کاش! دنیا میں ان کا گوشت چھریوں سے کاٹا جاتا یعنی مصائب اور آزمائش میں پڑنے
 کی وجہ سے آج وہ ثواب کے مستحق ہوئے ٹھیک اسی طرح تیرا ہمسایہ روز قیامت تیری حالت کی
 آرزو کرے گا تاکہ اس حالت میں ہونے سے وہ پچاس ہزار سال آفتاب کی گرمی میں کھڑا بنے
 سے بچ جاتا، واضح رہے کہ یہ ساری سختی دنیاوی نعمتوں سے متمتع ہونے اور ان کی ذمہ داریوں سے
 عمدہ برآ ہونے کی وجہ سے نازل ہوگی، مگر تو ان بھگتیوں سے آزاد، مصائب و آلام دنیوی
 محتاجی و مسکینی، اپنی قسمت پر رضامندی، تقدیر اور امر الہی کے سامنے تسلیم خم، اپنے
 فقر و فاقہ اور دوسروں کی عزت پر صبر و شکر کی وجہ سے عرش الہی کے سایہ میں گونا گوں طعناؤں
 اور نعمتوں سے مسرور اور شاد کام ہوگا، اللہ آپ کو اور ہمیں ان لوگوں میں سے بنائے، جو مصائب
 و آزمائش پر صبر اور نعمتوں پر شکر کرتے ہیں اور اپنے جملہ امور ماکہ ارض و سما کے سپرد رکھتے ہیں۔

(۳۸) صدق و نصیحت

جو شخص اپنے رب کا کام خلوص اور سچائی سے کرتا ہے وہ اس کے ماسوائے صبح و شام (ہر وقت) وحشت (اجنبیت) محسوس کرتا ہے۔ اسے لوگو! جو چیز تمہیں حاصل نہیں اس کا دعویٰ نہ کرو، خدا کو ایک جانو! اس کے ساتھ شرک نہ کرو، قضا و قدر کے تیروں کا نشانہ بن جاؤ یہ تمہیں ہلاک کرنے کے لیے نہیں، زخمی کرنے کے لیے آتے ہیں، جو شخص راہِ خدا میں جان دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر خصوصی فضل فرماتا ہے۔

(۳۹) شفاق و وفاق و نفاق

امیر خداوندی کے بغیر کسی چیز کا محض خواہشاتِ نفس سے لینا گمراہی اور منافقتِ حق ہے خواہشاتِ نفس کے بغیر اس کا حصول اتباع اور موافقتِ حق ہے اور اسے ترک کر دینا ریا اور نفاق ہے۔

(۴۰) گروہِ اصفیا میں شامل ہونے کے آداب

حیث تک تو اپنے وجود کا دشمن نہیں بن جاتا، اور اپنے تمام اعضا و جوارح سے بے نیاز اپنے جسم کی حرکات و سکنات سننے، دیکھنے، بولنے، پکڑنے اور عمل و عقل سے الگ، یہاں تک کہ جو کچھ روح سے پہلے تھا اور جو کچھ نفعِ روح کے بعد حاصل ہوا سب کو چھوڑ دے کیونکہ یہ ساری چیزیں تیرے لیے رب سے حجاب بنی ہوئی ہیں، جس وقت تو ان عوارضات سے آزاد ہو کر روحِ خالص بن جائے گا، تو اس وقت تو خود ستر الاسرار اور غیبِ الغیب ہو جائے گا، ان تمام اشیاء سے الگ ہو کر ہر چیز کو دشمن، حجاب، اور ظلمت سمجھنے لگے گا! جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کے متعلق فرمایا تھا:

فَاتَّهَمَ عِدَّةً مِّنَ الْأَرْبَابِ الْعَالَمِينَ ۖ

سُورَةُ الْأَنْعَامِ ۲۲

(بے شک وہ سب میرے دشمن ہیں مگر پروردگارِ عالم)

تو اپنے وجود کے ہر ہر جز کو بت سمجھا! ان میں سے کسی کی فرمانبرداری کر اور نہ ہی اطاعت! اس کے بدلے میں تجھے علوم لدنی اور اسرار کا امین بنایا جائے گا، اور تجھے ایجاود کرامات کی قوتوں پر قدرت عطا کی جائے گی، اور یہ وہ نعمت ہے جو جنت میں مومنین کو عنایت کی جاتی ہے، اس وقت تیری حالت ایسی ہو گی گویا موت دنیوی کے بعد دوبارہ آخرت میں زندہ کیا گیا ہے، اور تیرا وجود قدرتِ الہی کا منظر ہو جائے گا، چنانچہ تو ربانی قوتوں کے ساتھ سُنے گا، انہی کے ساتھ بولے گا، انہی کے ذریعے دیکھے گا، انہی کے ساتھ پکڑے گا اور چلے گا، اور انہی قوتوں کے ساتھ سمجھے گا الغرض ذاتِ الہی کے ساتھ سکون و قرار پائے گا! اور غیر اللہ سے بالکل غافل ہو کر رہ جائیگا شریعت کی پابندی اور ادا مروا ہی پر عمل کے ذریعے تو غیر اللہ کو موجود بھی نہیں دیکھے گا، اگر آدابِ شریعت میں سے کوئی کوتاہی ہو جائے تو سمجھ لے کہ شیطان تجھے گمراہ کر رہا ہے اور تو آزمائش میں ڈال دیا گیا ہے، لہذا فوراً شریعت کی طرف واپس آ جا، اس کو مضبوطی سے تھام لے اور اپنے آپ کو تراشحاتِ نفس سے بچا اس لیے کہ جس حقیقت کی تصدیق شریعت کی ربانی نہ ہو وہ کفر اور الحاد ہے۔

(۴۱) فنا اور اس کی کیفیات

فنا سے متعلق ہم تجھے ایک مثال دیتے ہیں، مثلاً ایک بادشاہ عوام میں سے کسی کو کسی علاقے کا حاکم مقرر کر دیتا ہے اور اسے تمام لوازمات خلعت، جھنڈا، نقارہ طبل اور لشکر عطا کرتا ہے، چنانچہ یہ شخص عرصہ دراز تک اس منصب پر متمکن رہنے کی وجہ سے اپنے لیے اس منصب کی مستقل پائیداری اور ہمیشگی کا یقین کر لیتا ہے وہ اس پر فخر کرنے لگتا ہے، اپنی بے وقوفی، ذلت، محتاجی اور گنہامی کی پہلی حالت بیکسر فراموش کر بیٹھتا ہے، اور تکبر و غرور سے بھر جاتا ہے

لے تمام ہندوستانی مطبوعہ نسخوں میں یہ عبارت یوں ہے، فخر بک في الفنا (دو قسمی) مگر مقالے کا موضوع اس مطابقت نہیں رکھتا، چنانچہ مصری نسخہ ہمارے خیال کی تائید کرتا ہے اس میں فخر بک في الفنا ہے اور یہی صحیح ہے۔

اسی حالت میں اچانک بادشاہ کی طرف سے اس کے پاس معزولی کا پروانہ آجاتا ہے اور اس سے شاہی احکام کی خلاف ورزی، اور جرائم پر جواب طلبی کی جاتی ہے، بالآخر جرائم ثابت ہو جانے پر اسے لمبے عرصے کے لیے کال کوٹھڑی میں قید کر دیا جاتا ہے جہاں وہ انتہائی ذلت، خواری اور بیکسی کے دن گزارتا ہے چنانچہ اس کا تکبر اور خود پسندی زائل ہو جاتی ہے، نفسانیت ٹوٹ جاتی ہے اور خواہشات کی آگ بجھ جاتی ہے۔ اس کی یہ ساری کیفیت بادشاہ ملاحظہ کرتا رہتا ہے چنانچہ اسے رحم آتا ہے اور قید خانے سے نکال کر دوبارہ خلعت عطا کرتا ہے اور حسب سابق اسے پھر ایک علاقے کا حاکم بنا دیتا ہے اس وقت یہ حکومت اس کے لیے عظیم عنایت، پائیدار مبارک اور باعث برکت ثابت ہوتی ہے بعینہ یہی حال مومن کا ہے، جب اللہ تعالیٰ اسے اپنا مقرب اور مقبول بنا کر اس کی چشم قلب کے سامنے اپنی رحمت اور انعام و احسان کے دوزاویں کھول دیتا، تو مومن اپنے دل سے وہ چیزیں دیکھتا ہے جنہیں کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ ہی کسی دل پر ان کا وہم و گمان گزرا ہے، یعنی وہ آسمان و زمین کے خزاؤں اور اسرار پر مطلع ہو جاتا ہے تقرب کی منزلوں میں لطیف و لذیذ کلام سے لطف اندوز ہوتا ہے اور محبوبیت و اجابت دعا، ایفاء عہد، اور عالم قدس سے اس کے قلب میں القا ہونے والے وہ کلمات حکمت جو اس کی زبان سے ظاہر ہوتے ہیں کی بدولت مقرب ہوتا ہے اور اس کے ساتھ خور و نوش، لباس و نکاح، حلال اور مباح اشیاء، عبادات ظاہرہ اور حدود شرعیہ کی پابندی اور حفاظت ایسی ظاہری نعمتیں بھی اسے کلی طور پر عطا کی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے اس بندے کو ایک عرصے تک اس حالت پر قائم رکھتا ہے یہاں تک کہ اسے اطمینان ہو جاتا ہے اور دھوکا کھا کر اس حالت کی ہمیشگی کا خیال کر بیٹھا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ فوراً اسے اہل و عیال اور مال و متاع سمیت طرح طرح کی سختیوں اور آزمائشوں میں ڈال دیتا ہے، اس سے تمام انعامات اٹھالے جاتے ہیں اور وہ حیران، عاجز، شکستہ دل اور احباب سے کٹ کر رہ جاتا ہے اس وقت اس کی حالت یہ ہوتی ہے کہ اگر اپنے ظاہر پر نظر کرتا ہے تو رنجیدہ ہوتا ہے اور اگر باطن میں نگاہ دوڑاتا ہے تو اس سے بھی زیادہ غلگین ہوتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ سے مصائب کے بادل چھٹنے کی دعا کرتا ہے تو اسے شرف قبولیت نہیں ملتا۔ اگر ذات باری سے حسن سلوک جس کا وہ

امیدوار ہوتا ہے کی استدعا کرتا ہے تو وہ بھی بے اثر ثابت ہوتی ہے، اگر اس کے ساتھ پہلے سے کوئی وعدہ کیا گیا ہوتا ہے تو اس کے پورا ہونے کے بھی کوئی آثار نظر نہیں آتے! اگر کوئی خواب دیکھتا ہے تو اس کی تعبیر اور سچائی ظہور میں نہیں آتی، اگر مخلوق کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو کوئی راستہ نہیں پاتا، اگر اس حالت میں اس پر کوئی رخصت ظاہر ہوتی ہے اور اس پر عمل کرتا ہے تو جلدی عذاب نازل ہو جاتا ہے، لوگوں کے ہاتھ اس کے جسم پر اور زبان اس کی ذات پر کھلتی ہے، اگر اس مصیبت سے جان رہائی اور مقبولیت سے پہلے کی حالت میں واپسی کی التجا کرتا ہے تو قبول نہیں ہوتی، پھر اگر ان مصائب میں ثابت قدمی اور غور رہنے کی درخواست کرتا ہے تو اس کا بھی کوئی نتیجہ نہیں نکلتا، آخر کار نفس کچلنے لگتا ہے خواہش ختم اور ارادہ و آرزو ٹٹنے لگتے ہیں۔ ہر چیز کی ہستی نابود ہونے لگتی ہے بندہ ہمیشہ اسی حالت میں رہتا ہے بلکہ سختی اور مصائب و آلام میں اضافہ ہو جاتا ہے یہاں تک کہ بندہ خصال انسانی اور صفات بشری سے بلند ہو کر روح خالص رہ جاتا ہے۔ اس وقت اسے اپنے باطن سے ندا آتی ہے:

اسکفن برجك هذا مغسل باس دو شراب!

(ہم نے فرمایا زمین پر پاؤں مار یہ ہے ٹھنڈا چشمہ نہانے اور پینے کو)

جیسا کہ حضرت ایوب علیہ السلام سے کہا گیا۔

پھر اللہ تعالیٰ اس کے دل میں اپنی رحمت و مہربانی نرمی اور تازہ احسانات کے دریا جاری کرتا ہے اور اسے اپنی راحت، خوشبوئے معرفت اور وقائق حکمت کے ساتھ زندہ کرتا ہے اس کے لیے اپنی نعمت اور ناز و محبت کے دروازے کھول دیتا ہے، لوگوں کی بخشش و عطا اور خدمت کے ہاتھوں کو اس کی طرف پھیر دیتا ہے، ان کی زبانوں کو اس کی تعریف و توصیف اور ان کے قدموں کو اس کے پاس آنے پر مامور کر دیتا ہے، لوگوں کی گردنیں اس کے سامنے جھکا دیتا ہے بادشاہوں اور امراء کو اس کے تابع کر دیتا ہے، اپنی ظاہری و باطنی نعمتوں سے اس کا دامن بھر دیتا ہے۔ ظاہری پرورش مخلوق کے ذریعے پوری کرتا ہے اور باطنی تربیت اپنے

لطف و کرم سے خود فرماتا ہے ، اور پھر زندگی بھر اُسے اسی حالت پر باقی رکھتا ہے اور بالآخر ایسے مقام پر فائز کرتا ہے جسے کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ اس کے بارے میں کسی کان نے کچھ سنا ہے اور نہ ہی کسی کے دل پر اُس کا وہم و گمان گزرا ہے جیسا کہ فرمانِ خداوندی ہے :

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝

(تو کسی جی کو معلوم نہیں جو آنکھ کی ٹھنڈک ان کے لیے چھپا رکھی ہے صد

ان کے کاموں کا)

(۴۲) حالاتِ نفس

نفس کی دو ہی حالتیں ہیں ، حالتِ عافیت اور حالتِ آزمائش ! جب نفس آزمائش میں مبتلا ہوتا ہے تو گھبراہٹ ، شکوہ و شکایت ، اعتراض اور حق تعالیٰ پر تممت لگتا ہے اس وقت اسے صبر رہتا ہے اور نہ تقدیر الہی پر رضامندی و موافقت ، بلکہ بے ادبی اور شرک و کفر میں مبتلا ہو جاتا ہے ، اور جب نفس عافیت کی حالت میں ہوتا ہے تو لالچ اور نافرمانی ، خواہشات اور لذات میں پڑ جاتا ہے جس وقت ایک خواہش حاصل کر لیتا ہے تو دوسری طلب کرتا ہے حاصل شدہ نعمت اسے حقیر دکھائی دیتی ہے اور اسے اس میں عیب اور نقصان نظر آتے ہیں وہ اس سے ایسی اعلیٰ اور روشن تر نعمت کی تمنا کرتا ہے جو سرے سے اس کا مقدر ہی نہیں اس طرح وہ اپنے حق سے بھی مُنہ پھیر لیتا ہے ۔ پھر نفس انسان کو عظیم مصیبت میں ڈال دیتا ہے مقسوم اور حاضر چیز پر رضامند نہیں ہوتا ، چنانچہ سختیوں میں مبتلا ہو جاتا ہے اور دنیا و آخرت میں طویل مشقت اور مصائب میں گھر جاتا ہے جیسا کہ کہا گیا ہے کہ جو چیز قسمت میں نہیں اس کا طلب کرنا سخت تر عذاب ہے ، جب نفس کسی بلا میں مبتلا ہوتا ہے تو اس کے دور ہونے کے سوا اسے کوئی خواہش نہیں ہوتی اس وقت وہ ہر نعمت ، اور لذت کو بھول جاتا ہے اور ان میں سے کسی شے کو طلب نہیں کرتا ، جب اسے اس مصیبت سے نجات مل جاتی ہے تو

نفس پھر اپنی سرکشی، لالچ اور نافرمانی میں غرق اور رب تعالیٰ کی اطاعت سے منہ پھیرنے لگ جاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور مصیبت میں پڑ جاتا ہے اور اپنی سابقہ مصیبت اور سختی و آزمائش بالکل فراموش کر دیتا ہے، چنانچہ نفس کو ان گناہوں کی سزا دینے اور آئندہ اسے ان سے باز رکھنے کے لیے گوشۂ آزمائشوں سے بھی زیادہ سخت آزمائش میں ڈالا جاتا ہے کیونکہ عافیت و نعمت سے نفس کی اصلاح نہیں ہو سکتی، لہذا معلوم ہوا کہ نفس کی اصلاح سختی و آزمائش میں ہے اگر عافیت کی صورت میں نفس عبادت و شکر اختیار کرتا، اپنی اور قسمت پر صبر کرتا تو یقیناً دنیا و آخرت میں اس کے لیے بہتری ہوتی، اور نعمت و عافیت رضائے الہی، بہتر زندگی اور توفیق و عنایت ربانی میں، فراوانی حاصل کرتا، پس جو شخص دنیا و آخرت کی سلامتی چاہے اس کے لیے صبر اختیار کرنا، قسمت پر راضی رہنا، مخلوق سے بے نیاز ہو کر اپنی ضروریات کو خدا کے سپرد کر دینا، اس کی اطاعت اختیار کرنا، اس کی طرف سے مہربانی کی امید رکھنا، اور مخلوق سے مکمل منقطع ہو کر خالق کی طرف لوٹ کر اپنا ضروری ہے کیونکہ خالق اپنی مخلوق سے بہتر ہے اس سے نہ پانا ہی پائے سزا اس کی رحمت، مصیبت اس کا علاج وعدہ اس کا نقد اور اوصار اس کا سال ہے، قول اس کا فعل ہے کیا یہ قول و امر اس کا نہیں اذا امراد شیدئا ان يقول لله کن فیکون۔ اللہ تعالیٰ کے سب کام نیک ہیں اور سب میں مصلحت و حکمت ہے اللہ تعالیٰ نے مصلحت و حکمت کے علوم اپنے بندوں سے مخفی رکھے ہیں، ان علوم میں وہ منفرد ہے پس رضا تسلیم اور بندگی میں مشغول رہنا اور امر و نہی بجالانا تقدیر کے سامنے گردن جھکا دینا امور قدرت میں دخیل نہ ہونا، ایسا کیوں ہوا؟ کیسے ہوا؟ کب ہوا؟ ایسے اعتراضات سے خاموش رہنا اپنے تمام حرکات و سکنات میں تہمتِ حق سے چُپ رہنا بندے کے لیے مناسب اور لائق ہے اور ان تمام باتوں کی سند حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی وہ حدیث ہے جسے عطاء نے اُن سے روایت کیا ہے، فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوار تھا، اچانک آپ نے مجھے فرمایا: اے لڑکے! حقوق اللہ کی حفاظت کر! اللہ تیری حفاظت کرے گا! تو اللہ پر اپنی نگاہ رکھ! اے اپنے سامنے

پائے گا! جب سوال کرے خدا سے سوال کر! اور دو مانگے تو خدا سے مدد مانگ! جو کچھ ہو یا لا ہے اس کو لکھ کر قلم خشک ہو گیا ہے، اگر ساری مخلوق جمع ہو کر کوشش کرے کہ تجھے وہ چیز ہم پہنچا دیں جو اللہ نے تیرے مقدر میں نہیں رکھی! تو وہ ہرگز ایسا نہ کر سکیں گے اور اسی طرح اگر سارا جہان تجھے نقصان پہنچانے کی کوشش کرے مگر اللہ تعالیٰ کی تقدیر میں تیرے لیے وہ نقصان نہیں ہے تو تیرا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکے گا! پھر اگر تو ایمان کی سچائی کے ساتھ نیک عمل کر سکتا ہے تو کر! اور اگر عمل نہیں کر سکتا تو پھر جس چیز کو تو بُرا سمجھتا ہے اس پر صبر کرنے میں ہی بہتری ہے اور اچھی طرح جان لے کہ صبر کا پھل میٹھا اور دکھ کے بعد ہمیشہ سُکھ ہوتا ہے۔ ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس حدیث کو دل کا آئینہ اور ظاہر و باطن کا لباس بنائے۔ اپنی ہر حرکت و سکون میں اس حدیث پر عمل کرے تاکہ تمام دنیاوی اور اخروی آفات سے صحیح و سالم رہے اور دونوں جہانوں میں رزقِ الٰہی حاصل ہو سکے۔

(۴۳) غیر اللہ سے سوال کی ممانعت

جو شخص مخلوق سے سوال کرتا ہے درحقیقت اسے نہ تو مکمل طور پر معرفتِ الٰہی نصیب ہوئی ہے اور نہ ہی وہ ایمان و یقین کے کسی بلند مرتبہ پر فائز ہے وہ معرفت اور ایمان و یقین کی کمزوری اور کم صبری کی بنا پر سوال کرتا ہے۔ سوال سے وہی شے بچتا ہے جسے عرفان ذات حاصل ہے جس کے ایمان و یقین میں قوت ہے اور جس کی معرفت میں ہر لمحہ برابر اضافہ ہو رہا ہے، چنانچہ اس نورِ معرفت کی بنا پر غیر اللہ سے سوال میں اسے حیا آتی ہے۔

(۴۴) عرفا کی بعض دعاؤں کی عدم قبولیت کے اسباب

عارف کی ہر دعا جو وہ اپنے رب سے مانگتا ہے قبول نہیں کی جاتی، اور اسی طرح نہ ہی اس کا ہر وعدہ پورا کیا جاتا ہے کیونکہ اس طرح اس پر امید کا غلبہ ہو جائے گا، جو اسے ہلاک

لے مصری نسخے میں عبارت یوں ہے: دیونی لہ بکل و عیدیہ سیاق عبارت کے خلاف اور غلط ہے صحیح و لدیون لہ ہے۔

کر ڈالے گا! اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر حالت اور مقام میں خوف اور امید قائم ہیں، خوف اور امید کی مثال پرندے کے بازوؤں کی طرح ہے جن کے بغیر وہ اڑ نہیں سکتا ٹھیک اسی طرح کوئی بھی حالت اور مقام اپنے مناسب خوف و امید سے خالی نہیں، پس عارف مقرب بارگاہ ہے اس کا مقام اور حال یہ ہے کہ ذات الہی کے سوا کسی شے کا ارادہ کرے اور نہ اس کی طرف مائل ہو، اور نہ ہی غیر اللہ سے اطمینان و سکون کا طلب گار ہو! لہذا عارف کا اپنی دُعا کی مقبولیت کی تمنا اور حق تعالیٰ سے ایفاءئے عہد کی خواہش بذاتِ خود راہِ طریق کے خلاف ہے، خلاصہ یہ کہ عارف کی دُعا کا بعض دفعہ قبول نہ ہونا دو وجوہ کی بنا پر ہے پہلی یہ کہ اس پر امید اور سنت الہی کو وقتی طور پر سامنے نہ رکھنے کی وجہ سے خود بینی کا غلبہ نہ ہو جائے اور اس طرح کہیں اس کے ہاتھ سے ادب کا دامن نہ چھوٹ جائے اور دوسری وجہ شرک باللہ ہے انبیاء علیہم السلام کے سوا دنیا میں ظاہری طور پر کوئی معصوم نہیں، چنانچہ عارف کی ہر دُعا اس لیے شرفِ قبولیت نہیں پاتی کہ وہ اس سے بڑھ کر بطریقِ عادت و طبیعت سوال نہ کرنے لگے، چونکہ یہ دُعا امثالِ حکم کے طور پر نہ ہوگی لہذا اس میں شرک کا پہلو نکل آئے گا، اور خیال رہے کہ ہر حالت اور ہر مقام بلکہ قدم قدم پر شرک کا ارتکاب ہو سکتا ہے، جب امر الہی کے تحت سوال ہوگا تو قُرب بڑھے گا جیسے نماز، روزہ اور ان کے ماسویٰ فرائض و نوافل اس لیے کہ ان میں حکم کی بجا آوری ہوتی ہے۔

(۴۵) نعمت و آزمائش

واضح رہے کہ دنیا میں لوگ دو قسم پر ہیں، پہلے وہ جو نعمتِ خداوندی سے نوازے گئے ہیں اور دوسرے وہ جو آزمائش و امتحان میں مبتلا ہیں، نعمتِ الہی حاصل کرنے والے بھی گناہ اور تیرگی سے نہیں بچ پاتے، وہ رحمت اور الطافِ خداوندی کی وجہ سے آسائش میں پڑ جاتے ہیں کہ اچانک تقدیرِ خداوندی ان پر قسم قسم کی بلائیں، بیماریاں اور اپنے علاوہ اہل و عیال پر ایسی مصیبتیں نازل کرتی ہے کہ ان کی وہ ساری نعمتیں بکدر ہو جاتی ہیں اور انہیں ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے یہ نعمتیں انہیں کبھی دی ہی نہیں گئی تھیں۔ اس وقت وہ تمام نعمتوں کو بھول جاتے ہیں، اور اگر جاہ و مال خدام و چشم اور دشمنوں سے امن و بے خوفی کی حالت میں ہوں تو انہیں آزمائش

اور امتحان کا احساس تک نہیں رہتا، جس طرح مصائب کے وقت انہیں انعاماتِ خداوندی کا خیال نہ تھا، دراصل یہ ساری باتیں اپنے مولیٰ کا حقیقی عرفان نصیب نہ ہونے کی وجہ سے ہیں اگر بندہ اس حقیقت کو سمجھ لیتا کہ کائنات کی ہر چیز شیئتِ ایزدی کے ماتحت اور ہر تغیر و تبدل تلخی و شیرینی اسی کی طرف سے ہوتی ہے۔ اسی طرح تو نگری و مفلسی، عزت و ذلت، پستی و بلندی، موت و حیات اور تقدیم و تاخیر اسی کے قبضہ قدرت میں ہیں تو وہ کبھی ان (ظاہری) نعمتوں پر مطمئن ہو کر نہ رہ جاتا اور نہ ہی ان کے ذریعے اس کے دل میں کسی قسم کا غرور پیدا ہوتا اور اس حقیقت سے آگہی کے بعد مصائب و آلام میں تبدیلی سے بھی وہ کبھی مایوس نہ ہوتا۔ جس طرح یہ صورت حال عرفانِ الہی میں نقص کے سبب پیدا ہوئی بعینہ اس کا دوسرا سبب خود حقیقتِ دنیا سے عدم واقفیت بھی ہے، اس لیے کہ دنیا مصائب کا گھر، زندگی کو تاریک کرنے والی جہالت اور تکالیف و کمزورتوں کا ظلمت کدہ ہے، دنیا میں اصل مصائب و آلام ہیں، اس میں نعمتوں کا نزول، اس کی حقیقت اور اصلیت کے خلاف ہے۔ پس دنیا الہی کے درخت کی طرح ہے کہ پہلے اس کا پھل کڑوا ہے مگر اس کا انجام میٹھا ہے کوئی بھی شخص اس کی تلخی پئے بغیر اس کی میٹھاس حاصل نہیں کر سکتا، یعنی اس کی کڑواہٹ پر صبر کے بغیر ملاوت کا حصول ناممکن ہے، لہذا جو شخص مصائبِ دنیا پر صبر کرتا ہے اس پر دنیاوی نعمتیں زیادہ ہوتی ہیں ہمیشہ مزدور کو اس وقت تک مزدوری نہیں ملتی، جب تک محنت کی وجہ سے اس کی پیشانی عرق آلود، جسم تھکا ہوا اور دل تکلیف کا احساس نہ کر رہا ہو، اس کی انانیت ختم اور ہم جنس مخلوق کی خدمت سے انکار و ابا کا غرور خاک میں نہ مل گیا ہو، جب وہ یہ ساری تلخیاں برداشت کر لیتا ہے تو اس کے نتیجے میں اسے عمدہ کھانے، میوہ جات، لباس، راحت و آرام، اگرچہ یہ ساری چیزیں معمولی مقدار میں ہی کیوں نہ ہوں، نصیب ہوتی ہیں، دنیا کی ابتداء شہد سے بھرے ہوئے برتن کے اس بالائی حصے کی سی ہے جو تلخی سے ملا ہوا ہے اسے استعمال کر نیوالے کے لیے یہ ممکن نہیں کہ وہ تلخی کو استعمال کیے بغیر شہد تک پہنچ پائے، جب انسان احکامِ الہی کا پابند، منہیات سے کنارہ کش اور تقدیرِ الہی کے سامنے تسلیمِ نعم کر دیتا ہے ان کی تلخیوں پر صبر کرتا ہے ان کا بوجھ برداشت کرتا ہے خواہشاتِ نفس کی مخالفت کرتا ہے، اپنی مدد کو

چھوڑ دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں آخر عمر تک اُسے بہتر زندگی عطا کرتا ہے۔ اسے عیش و آرام اور اعزاز سے نوازتا ہے خود اس کی نگہبانی کرتا ہے اور دنیا و آخرت میں بلا محنت و مشقت شیر خوار بچے کی طرح اس کی پرورش کرتا ہے۔ اُسے یہ انعامات اسی طرح ملتے ہیں جیسے شہد حاصل کرنے والا بالائی ترشی کے بعد شہد سے لطف اندوز ہوتا ہے، نعمتیں حاصل کرنے والے انسان کے لیے لازم ہے کہ وہ تقدیر خداوندی کے پھیرے ایسا غافل نہ ہو کہ ان نعمتوں پر فریفتہ ہو کر رہ جائے اور ان کی ہمیشگی کا خیال کر لے، اور نعمتوں کے شکر سے بھی غفلت برتنے لگے، اور شکر سے غفلت کی بنا پر نعمت کی قید کو نرم کر دے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

”نعمت کی مثال وحشی جانور کی سی ہے اُسے شکر کے ساتھ مقید کرو۔“

مال کی نعمت کا شکریہ ہے کہ منعم حقیقی کی نعمتوں کا اقرار کرے اور تمام حالات میں نعمت خداوندی کو یاد رکھے، اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان پر نگاہ رکھے اس پر اپنا حق نہ سمجھے! اپنے حدود سے تجاوز نہ کرے اور مال و نعمت کے بارے میں اس کے احکام کی پابندی کرے، مثلاً زکوٰۃ، کفارہ، ہدیہ، صدقہ اور مظلوم کی فریاد رسی، اور حالات کے تغیر و تبدل اور نیکیوں کے گناہوں سے بدلنے کے وقت ضرورت مندوں کی مدد کرے، نیکیوں کے گناہوں سے بدلنے سے ہماری مراد نعمت و امید کا سختی و مصیبت کے ساتھ تبدیل ہونا ہے، اور اعضاء و جوارح کی سلامتی ایسی عظیم نعمت کا شکریہ ہے کہ ان سے طاعت الہی میں مدد حاصل کرے ان کو حرام اشیاء، برائیوں اور دیگر خرابیوں سے بچائے، نعمت کا گزر جانے یا زائل ہو جانے سے قہر کرنا اسی سے جہالت ہے اور نعمت کے درخت کو سینچنا، اس کی ڈالیوں اور پتوں کی پرورش کرنا اس کے پھل اور ذائقے کو شیریں اور بہتر بنانا، اور آخر تک درخت کا سلامت رکھنا اس کے چبانے میں لذت اور کھانے میں مزیدار بنانا پھر اس میں سلامتی کا ظہور اور جسم میں نشوونما کی زیادتی اور اعضاء میں اس کی برکت اور ان سے طرح طرح کی عبارات اور ایسے امور کا صدور جو قرب خداوندی اور ذکر الہی کا سبب ہوں۔ اس کے بعد بندے کا رحمت الہی کے سائے میں آنا اور جنت میں انبیاء، صدیقین اور شہداء کی رفاقت ہے اور یہ بہترین رفاقت ہے، اگر اس نے شکر ادا نہ کیا

اور دنیا کی ظاہری زینت پر فریفتہ ہو گیا، اس کی لذتوں میں کھو گیا، اس کی سراب کی سحر تازگی اور بجلی کی طرح چمکنے والی ظاہری خوب صورتی پر مطمئن ہو گیا تو اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو موسم گرما میں صبح کی ٹھنڈی ہوا یا سانپ اور کچھوؤں کے منہ میں موجود زہر کا خیال کیے بغیر محض ان کے ظاہری خوب صورت چہرے اور نقش و نگار کو ہی حقیقت سمجھ بیٹھا ہو اپنے گرفتار ہونے کے تمام منصوبوں اور چالوں سے بے خبر ہی رہا، مناسب ہے کہ اسے بلندی سے پستی و دنیا میں ذلت و خواری کے ساتھ آنے والی ہلاکت اور محتاجی اور آخرت میں دوزخ کی آگ کے خطرات سے آگاہ کر دیا جائے۔ مصائب میں مبتلا ہونے کی متعدد صورتیں ہیں، کبھی تو انسان خود کردہ جرائم اور نافرمانیوں کی سزا میں مبتلا ہو جاتا ہے، کبھی گناہوں کی آلودگیوں کو مٹانے اور صاف کرنے کیلئے آزمائش میں ڈالا جاتا ہے اور کبھی اسے یہ تکالیف بلند مقامات کے حصول کے لیے دی جاتی ہیں تاکہ وہ آزمائش کی جھٹی سے نکل کر اہل معرفت و مقام میں سے ہو جائے، اور اہل معرفت و مقامات وہی گروہ ہے جس پر رب کائنات کی خصوصی عنایت کا نزول پہنچا ہے اور جن میں اللہ تعالیٰ نے رحمت و نوازش کی سواریوں کے ذریعے مصائب و آلام کی وادیوں کی سیر کرائی ہے اور ان کی حرکت و سکون میں نگاہِ لطف اور نظرِ رحمت کی تازہ بہار سے آسائش بخشی ہے کیونکہ انہیں مصائب میں مبتلا کرنا ہلاکت یا دوزخ کے ایندھن کے طور پر نہیں بلکہ یہ آزمائش و امتحان تو دراصل ان کے تقرب اور قبولیت کا ذریعہ تھا۔ ان مصائب سے ان کے ایمان کی حقیقت کا اظہار کیا، اور اس حقیقت کو شرک خفی، خواہشاتِ نفس، اور نفاق سے پاک اور صاف کر دیا، اور اس آزمائش و مصیبت سے کامیابی پر ان پر طرح طرح کے علوم و اسرار اور انوارِ مشکشف کر دیئے، چنانچہ جب یہ لوگ ظاہری و باطنی گناہوں اور شرک سے پاک ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں مقربین اور خاتمانِ بارگاہ اور مجلسِ رحمت کے ہم نشینوں میں دنیا میں قلبی اور روحانی طور پر اور آخرت میں جسمانی اعتبار سے بنا دیا، لہذا مصائب و آلام ان کے دلوں کو شرک کی سیل، مخلوق و اسباب، اور ارادہ و آرزو کے علائق سے پاک کرنے والے ہیں، اور نفس کے پگھلنے، اور جنت الفردوس میں طاعت کے عوض درجات اور منازلِ عالیہ چاہنے کی خواہشات سے گرا دینے کا سبب ہیں، مصیبت کے وقت صبر کرنا اور گھبراتا اور

مخلوق سے شکوہ و شکایت کرنا، عذاب اور کفارہ گناہ کے مقابلہ میں مبتلائے بلا ہونے کی علامت ہے آزمائش میں پڑوسیوں اور دوستوں کے سامنے بے صبری کے ساتھ شکایت نہ کرنا اور احکام و طاعت الہی میں کوتاہی یا پریشانی کا اظہار نہ کرنا، صبر جمیل اختیار کرنا گناہوں سے پاک و صاف کرنے کے لیے مبتلائے بلا ہونے کی علامت ہے ارادہ الہی کے ساتھ رضا مندی و تقویٰ اور ذکر خداوندی اور تقدیر ربی میں نفس کا سکون و اطمینان حاصل کرنا کہ وہ زمین و آسمان کا مالک ہے اور مصائب کے دفع ہونے اور ان کے گزرنے تک مصائب میں نیست ہو جانا بلندی مراتب کے لیے آزمائش میں مبتلا ہونے کی علامت ہے۔

(۴۶) ذکر خدا کی فضیلت

اے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث قدسی کہ من شغلہ ذکری عن مسئلتی اعطیتہ افضل ما اعطی السائلین (جو شخص میرے ذکر میں محو ہونے کی وجہ سے مجھ سے کسی قسم کا سوال بھی نہیں کر پاتا میں اسے سوال کرنے والوں کی بہ نسبت کہیں زیادہ عطا کرتا ہوں) کی تشریح میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جب کسی مومن کو مقبول اور منتخب بارگاہ بنانے کا فیصلہ کرتا ہے تو اُسے کئی پُر خوار وادیوں میں سے گزارتا ہے طرح طرح کی مصیبتوں اور تکالیف سے اس کی آزمائش کرتا ہے۔ دولت مندی سے اُسے محتاجی کی طرف لے آتا ہے وسائل رزق منقطع ہونے کی صورت میں مخلوق کے سامنے دست سوال دراز کرنے پر اسے مجبور کر دیتا ہے پھر اسے مخلوق سے بچا لیتا ہے اور اس سے قرض لینے کا سودا اس کے سر میں ڈال دیتا ہے، پھر محنت اور کسب کی طرف اس کی رہنمائی کر کے اس کے لیے اس میں آسانی پیدا کر دیتا ہے چنانچہ وہ کسب حلال سے روزی کھانے لگ جاتا ہے پھر اچانک کسب میں تنگی پیدا کر دیتا ہے اور اسے مخلوق سے سوال کرنے کا اشارہ کرتا ہے اور اُسے مخفی امور کا حکم دیتا ہے وہ ان امور کو بخوبی جانتا اور پہچانتا ہے۔ ان امور کی تابعداری کو اس کی عبادت اور ان کے خلاف کو گناہ قرار دیتا ہے تاکہ اس کے باعث اس کی نفسا نیتہ دور ہو جائے اور نفس شکستہ ہو جائے اور یہ حالت ریاضت ہے اس وقت اس کا سوال مجبوری کی بنا پر ہوتا ہے خداوند تعالیٰ سے

شرک (اس سے ناامید ہو کر دوسروں سے مانگنا) کے طور پر نہیں ہوتا، پھر اس کو مخلوق سے بچانا ہے اور اس سے قرض لینے کا قطعی حکم کرتا ہے جس کا چھوڑنا پہلے سوال کی طرح درست نہیں، پھر اس کو اس سے ہٹا کر مخلوق سے جدا کر دیتا ہے اور اس کی روزی کا سارا سلسلہ صرف اپنی ذات سے وابستہ کر دیتا ہے، چنانچہ اپنی ضرورت کی ہر چیز بندہ اپنے مولیٰ سے طلب کرتا ہے اور اسے عطا کی جاتی ہے اگر وہ سوال کرنے سے منہ پھیرتا ہے تو اس کی عطا رک جاتی ہے، پھر بندہ اس سے ترقی کر کے زبان سے سوال کرنے کی بجائے دل سے سوال کرتا ہے چنانچہ اپنی تمام حاجتیں دل ہی کے ذریعے پیش کر کے کامیابی حاصل کرتا ہے اس وقت بندے کی کیفیت یہ ہو جاتی ہے کہ اگر وہ مخلوق سے سوال کرے یا اپنی کسی ضرورت کے بارے میں لب کشائی کرے تو اسے کچھ نہیں ملتا۔ اس کے بعد اسے سوال، ظاہر و باطن بلکہ خود اپنی ذات سے بھی بے نیاز کر دیا جاتا ہے چنانچہ اسے طلب کیے بغیر اور ان مصلحتوں میں دخل دینے بغیر جبکہ اس کے وہم و گمان میں بھی کوئی چیز نہ ہو وہ نعمتیں عطا کی جاتی ہیں جن سے کھانے پینے، پہننے اور دیگر بشری عوارضات کی ساری کوتاہیاں پوری ہو جاتی ہیں اللہ تعالیٰ اس کا نگہبان و نگران بن جاتا ہے۔ اس کا ارشاد ہے :

اِنَّ وَلِيَ اللّٰهِ الَّذِیْ نَزَلَ الْكِتَابَ وَهُوَ یَتَوَلٰی الصّٰلِحِیْنَ

(بے شک میرا ولی اللہ ہے جس نے کتاب اتاری اور وہ نیکوں کو دوست رکھتا ہے)

اس وقت اللہ تعالیٰ کا وہ فرمان جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی سنایا گیا ہے کہ جس کو میرے ذکر کی محویت نے مجھ سے سوال کرنے کی مہلت نہ دی اسے سوال کرنے والوں سے کہیں زیادہ عطا کرتا ہوں۔ انصافیہ فنائیت کا وہ بلند ترین رتبہ ہے جو اولیائے کرام اور ابدالوں کا آخری مقام ہے، اس مقام پر بندے میں اشیاء کے پیدا کرنے کی صفت پیدا ہو جاتی ہے اور

لے لاہوری نسخہ میں ثم یغیبہ ہے جبکہ مصری نسخہ میں یغیبہ ہے، اور یہی صحیح ہے۔

لے الامارات : ۱۹۶

اللہ کے حکم سے اس کی ہر ضرورت پوری ہوتی ہے، بعض آسمانی کتابوں میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے بنی آدم! میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں، میں جس چیز سے کہہ دیتا ہوں ہو جا! بس وہ ہو جاتی ہے میری اطاعت کر! تو بھی جس چیز کو کہے گا ہو جا! وہ ہو جائے گی!“

(۴۷) تقرب الی اللہ

مجدد سے خواب میں ایک معتر بزرگ نے پوچھا کہ کس چیز کے ذریعے بندہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتا ہے، میں نے اُسے جواب دیا کہ یہ ایک راستہ ہے جس کی ابتداء ورع اور انتہا رضا، تسلیم اور توکل ہے۔

(۴۸) مقاماتِ فرائض و سنن

مومن کے لیے مناسب ہے کہ سب سے پہلے فرائض ادا کرے ان سے فراغت کے بعد سنت کی طرف توجہ دے پھر نوافل اور فضائل میں مشغول ہو، فرائض کی تکمیل کے بغیر سنتوں میں مشغول ہونا جہالت اور بے وقوفی ہے۔ اگر فرائض سے پہلے کوئی شخص سنن و نوافل میں مصروف ہو جائے گا تو وہ ہرگز قبول نہ کی جائیں گی بلکہ اس کے منہ پر مار دی جائیں گی، اس کی مثال اس شخص کی سی ہے کہ جسے بادشاہ اپنی خدمت کے لیے بلائے وہ بادشاہ کی خدمت میں تو حاضر نہو البتہ بادشاہ کے ایک غلام اور ماتحت امیر کی خدمت میں کمر بستہ کھڑا رہے، حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نوافل پڑھنے والا جس کے ذمے فرائض باقی ہیں کی مثال اس حاملہ عورت کی ہے جس کی مدتِ حمل پوری ہو چکی ہو اور وضعِ حمل کے قریب وہ اپنا حمل گرا دے وہ صاحبہ حمل رہی اور نہ صاحبہ ولادت، اسی طرح نفل ادا کر نیوالے کے نوافل قبول نہیں کیے جاتے جب تک وہ فرائض ادا نہ کرے، نمازی کی مثال تاجر کی سی ہے کہ جب تک وہ اصل سرمایہ (راس المال) نہیں لیتا اسے نفع حاصل نہیں ہوتا، اسی طرح نفل

پڑھنے والے کی نماز قبول نہیں ہوتی جب تک وہ فرائض کی تکمیل نہ کر لے اسی طرح جو شخص سنت کو ترک کر کے ایسے نوافل میں مشغول ہو جو فرائض کے ساتھ ضروری ہیں اور نہ ہی شارع سے ان کیلئے کوئی تاکید آئی ہے، قبول نہ ہوں گے۔

واضح رہے کہ حرام اشیاء سے پرہیز، اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک سے اجتناب، تقدیر خداوندی پر زبان اعتراض سے احتراز، اجابت خلق اور ان سے روگردانی، احکام الہی پر تسلیم خم اہم ترین فرائض میں سے ہیں، ان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے،
”اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔“

(۴۹) نیند اور بیداری

جس شخص نے بیداری پر جو ہوشیاری اور آگاہی کا سبب ہے خواب کو ترجیح دی اس نے انتہائی ناقص اور کمتر چیز کو پسند کیا، اس نے اپنے آپ کو مردوں کے ساتھ ملا کر بھلائی پر غفلت کو فوقیت دی، اس لیے کہ نیند موت کی مثل ہے اسی لیے نیند کی نسبت باری تعالیٰ کی طرف جائز نہیں، کیونکہ اس کی ذات تمام نقائص سے مبرا اور پاک ہے، چونکہ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل ہے اس لیے وہ بھی نیند سے آزاد ہیں اسی طرح اہل جنت جب وہ انتہائی بلند مقامات، اور پاک و نفیس منازل پر فائز ہوں گے نیند سے بے نیاز ہوں گے، پس حقیقی بھلائی اور کامیابی کا راز جاگنے ہی میں مضمر ہے اور تمام برائیوں اور نقصانات کی جڑ نیند اور نیک کاموں سے غفلت ہے جو شخص جہاں لذت کی خاطر کھائے گا وہ زیادہ کھائے پئے گا، لہذا بہت سوئے گا، چنانچہ بہت ساری نیکیاں ضائع کر بیٹھے گا، اور جس شخص نے حرام میں سے کچھ کھایا اس کی مثال اس شخص کی ہے جس نے محض نفسانی خواہشات سے مباح چیز زیادہ کھائی اس لیے کہ حرام نور ایمان کو اس طرح ڈھانپ لیتا اور تاریک کر دیتا ہے جیسے شراب عقل کو تاریک کر دیتی ہے، اور ڈھانپ لیتی ہے، اور جب ایمان تاریک ہو گیا تو نماز، عبادات اور

لے مصری نسخے میں واللہوق بالموت ہے جبکہ لاہوری نسخے میں واللہوق بالموتی ہے ہم نے موخر الذکر کو ترجیح دی ہے

اخلاص میں سے کوئی چیز بھی نہ بچی، اور جس نے امرِ الہی سے حلال میں سے زیادہ کھالیا، تو وہ اس شخص کے مثل ہوگا جس نے عبادت میں ذوق و سرور اور قوت کی خاطر حلال سے کم کھالیا، پس حلال نور علی نور ہے اور حرام تاریکیوں میں تاریکی حرام میں کوئی بھلائی نہیں ہے، پھر بغیر امرِ الہی اپنی خواہش سے حلال میں سے کھانا گویا ایک طرح سے حرام کھانا ہے جو نیک کا باعث بنتا ہے اور اس میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔

(۵۰) قُرب اور بُعدِ خداوندی

تیرا معاملہ دو حال سے خالی نہیں یا تو قُربِ خداوندی سے دُور ہو گیا یا قُربِ الہی میں داخل ہوا، اگر تو اللہ سے دُور ہے تو آخر اس طرح خاموش بیٹھ رہنے، نعمت اور الطافِ خداوندی کے حصول، پائیدار عزت، نفعِ عظیم، سلامتی اور دولتِ مندی اور دنیا و آخرت میں محبوبیت کے حصول میں سُستی اور کوتاہی کا کیا فائدہ ہے؟ اٹھ! اور دونوں بازوؤں سے اسی بارگاہِ قدس کی طرف پرواز کر، ایک بازو حرام و مباح، لذات و شہوات اور آرام و سکون کا چھوڑنا ہے اور دوسرا تکلیف و کمزوریات کا برداشت کرنا، فرائض کی ادائیگی، عمل میں محنت و ریاضت پر صبر، اور دنیا و آخرت کی خواہشات اور عزائم کے چکر سے نکلنا ہے یہاں تک کہ تو قُرب اور وصولِ الی اللہ کے مقام پر فائز ہو، اس وقت تو جس چیز کی آرزو کرے گا پائے گا، تجھے مراتبِ بلند اور اعزاز سے نوازا جائے گا، اور اگر تو مقربین اور واصِلینِ بارگاہِ میں سے ہے جو عنایتِ الہی سے شاد کام مہرِ ربانی سے معمور، محبتِ حق سے سرشار، اور بخشش و رحمتِ ایزدی کا مضبوط ہیں تو خوب ادب کر! اور اپنے حال پر فخر و غرور نہ کر، کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کی وجہ سے ادائے خدمت میں کمی کرنے لگے، اور آدابِ خدمت پورے نہ کرے اور حقیقی سرکشی جہل و ظلمت اور عجلت کا شکار ہو جائے ارشادِ ربّی ہے:

وَحَمِلْهَا الْاِنْسَانُ اَنفَاكَ اَنْ تَكُنْ ظَلُومًا جَهْلًا

(۵۰) قُرب اور بُعدِ خداوندی

تیرا معاملہ دو حال سے خالی نہیں یا تو قُربِ خداوندی سے دُور ہو گیا یا قُربِ الہی میں داخل
 بالئہ، اگر تو اللہ سے دُور ہے تو آخر اس طرح خاموش بیٹھ رہنے، نعمت اور الطافِ خداوندی
 کے حصول، پائیدار عزت، نفعِ عظیم، سلامتی اور دولتِ مندی اور دنیا و آخرت میں محبوبیت کے
 حصول میں کُستی اور کوتاہی کا کیا فائدہ ہے؟ اٹھ! اور دونوں بازوؤں سے اسی بارگاہِ قدس
 کی طرف پرواز کر، ایک بازو حرام و مباح، لذات و شہوات اور آرام و سکون کا چھوڑنا ہے
 اور دوسرا تکلیف و کمزوریات کا برداشت کرنا، فرائض کی ادائیگی، عمل میں محنت و ریاضت پر
 صبر، اور دنیا و آخرت کی خواہشات اور عزائم کے چکر سے نکلنا ہے یہاں تک کہ تو قُرب اور
 وصول الی اللہ کے مقام پر فائز ہو، اس وقت تو جس چیز کی آرزو کرے گا پاسے گا، تجھے
 مراتبِ بلند اور اعزاز سے نوازا جائے گا، اور اگر تو مقربین اور واصِلینِ بارگاہِ میں سے ہے
 جو عنایتِ الہی سے شاد کام مہرِ ربانی سے معمور، محبتِ حق سے سرشار، اور بخشش و رحمت
 ایزدی کا مہبط ہیں تو خوب ادب کر! اور اپنے حال پر فخر و غرور نہ کر، کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کی
 وجہ سے ادائے خدمت میں کمی کرنے لگے، اور آدابِ خدمت پورے نہ کرے اور حقیقی سرکشی
 جہل و ظلمت اور عجلت کا شکار ہو جائے ارشادِ ربّی ہے:

وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اَنْتَ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا

(اور آدمی نے اٹھالی بے شک وہ اپنی جان کو مشقت میں ڈالنے والا بڑا

نادان ہے)

دوسری جگہ ارشاد ہے:

وكان الانسان عجولا

(اور آدمی بڑا جلد باز ہے)

اور خواہشات نفس، حُب دنیا اور ارادہ و عزائم ایسی چیزیں جنہیں تو ترک کر چکا ہے اسی طرح مصائب و آزمائش کے وقت صبر و رضا کا دامن چھوٹنے پر دل کی حفاظت و نگرانی کر! اللہ جل مجدہ کے سامنے اپنے آپ کو گیند کی طرح جسے سوار چوگان سے پھرتا ہے یا غفل دینے والے کے سامنے میت کی طرح، یا ماں کی گود میں شیر خوار بچے کی طرح ڈال دے اس کے غیر سے اندھا ہو جا، اس کے وجود حقیقی کے سوا کوئی وجود دیکھ اور نہ ہی اس کے علاوہ سے نفع و نقصان، منع و عطا کی امید رکھ!

مخلوق اور اسباب دنیا کو تکلیف و آزمائش کے وقت ایسا تازیانہ سمجھ جس سے اللہ تعالیٰ تجھے تنبیہ کرتا ہے اور نعمت و عطا کے وقت قدرت کی طرف سے اسے ایسا دستِ رحمت سمجھ جو تیری پرورش کرتا ہے۔

(۵۱) مقام زہد

زاہد کو دو گنا ثواب ملتا ہے، ایک ترک دنیا کی وجہ سے، کیونکہ زاہد دنیا میں اپنی خواہش اور اتباع نفس کے طور پر نہیں بلکہ محض امرِ خداوندی کے تحت دخل دیتا ہے، جس وقت زاہد اپنے نفس اور خواہشات کی مخالفت پر تیار ہو جاتا ہے تو وہ محققین اور اہل ولایت میں شامل ہو جاتا ہے اور عرفاء اور ابدالوں کی جماعت میں اُسے داخل کیا جاتا ہے، اس وقت زاہد کو ان حصوں کے لینے اور ان سے تعلق قائم کرنے کا حکم ہوتا ہے کیونکہ یہ حصے اصل میں

اسی کے لیے بنائے گئے ہیں اور اسی کے ہیں، غیر کا ان کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ تقدیرِ خداوندی اور علمِ الہی میں یہی مقدر ہو چکا ہے، پھر حیبِ زادِ حکمِ خداوندی بجا لاتا ہے یا اس کے بارے میں علمِ الہی سے مطلع ہو جاتا ہے اور اپنی شان میں تقدیر اور فعلِ الہی کے جاری ہونے کے سبب بغیر اس بات کے کہ وہ اس میں ہو خواہش اور ارادہ و ہمت کے بغیر اس سے ملتا ہے تو اسے دواہرِ ثواب دیا جاتا ہے، کیونکہ وہ علی طور پر فعلِ خداوندی کی موافقت اور اس کے حکم کی بجا آوری کرتا ہے اگر یہاں پر اعتراض کیا جائے کہ تم نے اپنی تقریر میں ایک ایسے شخص کے لیے جو انتہائی بلند مرتبہ پر فائز ہے ثواب کا اطلاق کس طرح کیا ہے، جبکہ وہ ابدالوں اور عارفین کی جماعت کا فرد ہے اور اس مبارک گروہ سے تعلق رکھتا ہے جو مخلوق کے علاوہ نفس اور خواہشاتِ ارادہ و حقد، اور اپنے اعمال کی جزا سے بھی بے نیاز اور فنا فی الحق ہے! اور یہی وہ گروہ ہے جو اپنی جملہ عبادات اور نیکیوں کو فعلِ الہی رحمت و نعمتِ ایزدی اور ہر توفیق و سہولت کو اسی بلند و بالا ذات کی کرم گسری سمجھتا ہے، ان کا اعتقاد ہے کہ ہم خدا کے بندے ہیں اور بندہ اپنے مولیٰ پر کوئی حق نہیں رکھتا، کیونکہ بندہ اپنی ذات، حرکات و سکنات اور کسب و ہنر سمیت اپنے مولیٰ کی ملکیت ہے، تو تم نے کس طرح یہ کہہ دیا کہ اسے دو گنا ثواب ملتا ہے حالانکہ اسے ثواب کی طلب ہے اور نہ اپنے عمل کے بدلے کی ضرورت! بلکہ اسے تو اپنی ذات میں کوئی عمل و کمائی ہی نہیں دیتا، عمل کے اعتبار سے وہ اپنے آپ کو انتہائی بے کار اور مفلس سمجھتا ہے۔ اس شبہ کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ آپ کی ساری بات اپنی جگہ پر صحیح ہے، لیکن اللہ تعالیٰ اپنی رحمتِ کاملہ سے اسے ثواب عطا کرتا ہے ناز و نعمت میں اس کی پرورش کرتا ہے اور خصوصی لطف و عنایت اور احسان و عطا سے اس کی تواضع کرتا ہے، کیونکہ اس نے دنیا میں اپنی مصلحتوں اور لذتوں اور اسی طرح دفع نقصان سے اپنا ہاتھ اس طرح اٹھایا ہے جس طرح ایک شہیر غوازی بچہ اپنے نفس کے مفادات سے بالکل بے نیاز ہو کر محض فضل و رحمتِ خداوندی کے زیر سایہ اپنے والدین کی کفالت میں پرورش حاصل کرتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ اس سے اپنے نفس کے مفادات اور مصالح کی خواہش اٹھالیتا ہے تو مخلوق کے دلوں کو اس حد تک مہربان کر دیتا ہے کہ ہر شخص اس کے ساتھ مہربانی، حسن سلوک اور احسان کے ساتھ پیش آتا ہے، پس جو شخص ماسوی اللہ سے مزہ موڑ کر فنا فی الحق ہو جاتا ہے اور اسے امر و فعلِ الہی

کے بغیر کوئی چیز جنبش نہیں دے سکتی تو دنیا و آخرت میں فضل ایزدی اس پر سایہ کر لیتا ہے،
ناز و نعمت سے اس کی پرورش ہوتی ہے اور اس سے ہر قسم کی تکلیف اٹھالی جاتی ہے۔ فرمان
خداوندی ہے،

ان ولی اللہ الذی نزل الکتاب وهو یتولی الصالحین
(بے شک میرا ولی اللہ ہے جس نے کتاب اتاری اور وہ نیکوں کو دوست
رکھتا ہے)

(۵۲) نزدیکیاں را بیش بود حیرانی

اللہ تعالیٰ مومنین میں سے ایک ایسے گروہ کو جو اس کا دوست اور اہل معرفت و ولایت
ہوتا ہے آزمائش میں ڈال دیتا ہے، تاکہ اس آزمائش اور مصیبت کی وجہ سے وہ بارگاہِ خداوندی
میں سوال کرے اللہ تعالیٰ اس کی دعا اور اپنی بارگاہ میں سوال کو بہت ہی پسند فرماتا ہے چنانچہ
جب یہ لوگ دعا کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اسے جلدی قبول فرما لیتا ہے تاکہ انھیں جود و کرم اور بخشش
و عطا کا حصہ وافر عنایت فرما دے کیونکہ جود و کرم سوال کے وقت بارگاہِ الہی میں قبولیت دعا کا
سبب بنتے ہیں، کبھی دعا جلد مقبول ہو جاتی ہے اور بعض اوقات نہیں ہوتی، مگر خیال رہے کہ
اس کی وجہ محض عدم مقبولیت یا بد قسمتی اور محرومی نہیں، بلکہ اس کا سبب دعا کی قبولیت کے
مقررہ وقت میں مقدر تاخیر ہوتی ہے لہذا مناسب ہے کہ آزمائش اور مصیبت کے وقت بندہ
صبر اختیار کرے، احکامِ الہی کی خلاف ورزی نہ کرے اور غم و غصہ باطنی اور تقدیرِ خداوندی پر اعتراض اور
چوٹ و چرا کے متعلق اپنے کردہ گناہوں کا جائزہ لے کیونکہ بسا اوقات اپنے ان گناہوں ہی کی
وجہ سے آزمائش میں ڈالا جاتا ہے، پھر اگر یہ آزمائش ٹل گئی تو درست اور نہ مناسب ہے کہ
ہمیشہ عاجزی و زاری کے ساتھ دعا اور معذرت میں مشغول رہے اور اسے اپنا وظیفہ بنائے،
ممکن ہے کہ اس کی یہ آزمائش سرے سے ہو ہی اسی لیے کہ وہ خدا سے سوال و دعا کرتا ہے

اگر قبولیت میں تاخیر ہو جائے تو اللہ رب العزت پر کسی قسم کی تہمت نہ لگا دے جیسا کہ ہم مفصل بیان کر چکے ہیں۔

(۵۳) رضا و فنا

اللہ تعالیٰ سے اس کی تقدیر پر رضا مندی اور اس کی حکمتوں میں فنا ہو جانے کی نعمت طلب کر! کیونکہ یہ اطمینان و شادمانی کا باعث دنیا کی جنت، تقرب الہی کا دروازہ اور محبت الہی کا سبب ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنا دوست بنا لیتا ہے تو دنیا و آخرت میں اسے کوئی تکلیف نہیں پہنچے دیتا، رضا اور فنا ہی وہ بلند مراتب ہیں جن کے ذریعے وصالِ ربی، قربِ خداوندی اور اس کی ذات سے محبت ایسی لازوال نعمتیں نصیب ہوتی ہیں، مال و رزق کی ایسی اقسام کے پیچھے نہ پڑو! جو خدا جانے تمہاری قسمت میں ہیں بھی سہی یا نہیں؟ جو تمہارا حقہ اور مقدر ہے اس کی طلب میں (خواہ مخواہ) ہرگز انی پرلے درجے کی بے وقوفی، جہالت، سرکشی اور بدترین عذاب ہے۔ مشہور مثل ہے کہ ایسی چیز کی طلب جو مقسوم میں ہی نہیں ہے خطرناک عذاب ہے اور اگر مقسوم میں ہے تو اس کی طلب، لالچ، حرص اور مرتبہ عبودیت اور محبت و حقیقت میں شریک ہے اپنے حصے کا تلاشی محبت الہی میں مخلص نہیں ہو سکتا، کیونکہ جس نے اللہ کے ساتھ غیر اللہ کو معمولی سی اہمیت بھی دی وہ انتہائی جھوٹا اور اپنے عمل کے بدلے کا تلاشی ہے ایسا شخص مخلص نہیں، مخلص تو وہ ہے جس نے اللہ کی صدقِ دل سے عبادت کی تاکہ وہ حقِ ربوبیت ادا کر دے اللہ تعالیٰ کے مالک اور مستحقِ عبادت ہونے کی وجہ سے اس کی عبادت کی، کیونکہ اللہ تعالیٰ بندے کا مالک ہے اور بندے پر اس کی عبادت و طاعت لازم ہے۔ بندہ اپنے وجود، حرکات و سکنات اور کسب و ہنر سمیت اللہ ہی کی ملک ہے۔ اسی طرح بندہ اور اس کی ساری ملکیت کا مالک حقیقی بھی اللہ ہے۔ تمام عبادات اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندے پر فضل و نعمت ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی کی مہربانی و عنایت سے بندے کو ادائے عبادات کی توفیق نصیب ہوئی۔ لہذا بندے کا اپنی عبادت و طاعت کا بدلہ طلب کرنے کی نسبت بہتر ہے کہ وہ ان عبادات کی توفیق بخشنے والے پروردگار کے احسان و شکر میں مشغول رہے تو دنیا میں نفس کی پسندیدہ اشیاء کی طلب

اگر قبولیت میں تاخیر ہو جائے تو اللہ رب العزت پر کسی قسم کی تہمت نہ لگا دے جیسا کہ ہم مفصل بیان کر چکے ہیں۔

(۵۳) رضا و فنا

اللہ تعالیٰ سے اس کی تقدیر پر رضا مندی اور اس کی حکمتوں میں فنا ہو جانے کی نعمت طلب کر! کیونکہ یہ اطمینان و شادمانی کا باعث دنیا کی جنت، تقرب الہی کا دروازہ اور محبت الہی کا سبب ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنا دوست بنا لیتا ہے تو دنیا و آخرت میں اسے کوئی تکلیف نہیں پہنچے دیتا، رضا اور فنا ہی وہ بلند مراتب ہیں جن کے ذریعے وصالِ ربی، قربِ خداوندی اور اس کی ذات سے محبت ایسی لازوال نعمتیں نصیب ہوتی ہیں، مال و رزق کی ایسی اقسام کے پیچھے نہ پڑو! جو خدا جانے تمہاری قسمت میں ہیں بھی سہی یا نہیں؟ جو تمہارا حقہ اور مقدر ہے اس کی طلب میں (خواہ مخواہ) ہرگز انی پرلے درجے کی بے وقوفی، جہالت، سرکشی اور بدترین عذاب ہے۔ مشہور مثل ہے کہ ایسی چیز کی طلب جو مقسوم میں ہی نہیں ہے خطرناک عذاب ہے اور اگر مقسوم میں ہے تو اس کی طلب، لالچ، حرص اور مرتبہ عبودیت اور محبت و حقیقت میں شرک ہے اپنے حصے کا تلاشی محبت الہی میں مخلص نہیں ہو سکتا، کیونکہ جس نے اللہ کے ساتھ غیر اللہ کو معمولی سی اہمیت بھی دی وہ انتہائی جھوٹا اور اپنے عمل کے بدلے کا تلاشی ہے ایسا شخص مخلص نہیں، مخلص تو وہ ہے جس نے اللہ کی صدقِ دل سے عبادت کی تاکہ وہ حقِ ربوبیت ادا کر دے اللہ تعالیٰ کے مالک اور مستحقِ عبادت ہونے کی وجہ سے اس کی عبادت کی، کیونکہ اللہ تعالیٰ بندے کا مالک ہے اور بندے پر اس کی عبادت و طاعت لازم ہے۔ بندہ اپنے وجود، حرکات و سکنات اور کسب و ہنر سمیت اللہ ہی کی ملک ہے۔ اسی طرح بندہ اور اس کی ساری ملکیت کا مالک حقیقی بھی اللہ ہے۔ تمام عبادات اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندے پر فضل و نعمت ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی کی مہربانی و عنایت سے بندے کو ادائے عبادت کی توفیق نصیب ہوئی۔ لہذا بندے کا اپنی عبادت و طاعت کا بدلہ طلب کرنے کی نسبت بہتر ہے کہ وہ (ان عبادات کی توفیق بخشنے والے) پروردگار کے احسان و شکر میں مشغول رہے تو دنیا میں نفس کی پسندیدہ اشیاء کی طلب

میں کس طرح مصروف ہو جاتا ہے جبکہ مخلوق میں سے اکثر لوگوں کا سال تیرے سامنے ہے کہ جب ان کے پاس دنیوی ساز و سامان کی کثرت اور لذات و متاع دنیا کی فراوانی ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ سے کفرانِ نعمت اور تقدیرِ خداوندی پر ان کی ناراضگی اور برہمی بڑھ جاتی ہے اپنی قسمت پر صبر و شکر کے برعکس جو چیز سرے سے مقسوم میں ہی نہیں ہوتی اس سے محرومی اور اسے حاصل کرنے کی تڑپ میں اُن کا رنج و غم زیادہ ہو جاتا ہے اپنے مال و رزق کے حصے کو معمولی اور حقیر اور دوسروں کے رزق کو زیادہ اور کشیدہ سمجھ کر اسے طلب کرنے لگتے ہیں لیکن غیروں کا حصہ طلب کرتے کرتے ان کی زندگیاں ختم ہو جاتی ہیں، قویٰ مضحل اور ضعیف ہو جاتے ہیں۔ جسمانی طاقت جواب دے جاتی ہے پشیمانیوں طویل زندگی کا بوجھ اٹھانے کی وجہ سے پسینہ پسینہ ہو جاتی ہیں، کثرتِ گناہ اور غیروں کے مقسوم کی طلب میں بڑے بڑے گناہوں کے ارتکاب اور احکامِ الہی میں غفلت کی وجہ سے ان کے نام نہائے اعمال سیاہ ہو جاتے ہیں، مگر دوسروں کا حصہ (مقسوم) نہیں ملتا، وہ دنیا سے خالی ہاتھ چلے جاتے ہیں۔ اس وقت ان کی حالت یہ ہوتی ہے کہ

نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

دنیا و آخرت برباد کر بیٹھے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ نہ تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ مقسوم کا شکر ادا کر کے انہیں عبادتِ الہی کا ذریعہ بنایا، اور نہ ہی وہ دوسروں کا حصہ حاصل کر سکے! اور اپنی دنیا و عاقبت تباہ کر ڈالی، یہی وہ لوگ ہیں جو مخلوق میں سے قتل و شہور کے اعتبار سے بدترین احمق اور بیوقوف واقع ہوئے ہیں، اگر وہ تقدیرِ الہی پر راضی و شاکر رہتے ہوئے عطائے مولیٰ پر قناعت کرتے اور اپنے رب کی عبادت میں مشغول رہتے تو کسی محنت و طلب کے بغیر دنیا بھر کی نعمتیں اور قسمیں ان کے پاس کھینچی چلی آتیں، انہیں قربِ خداوندی نصیب ہوتا اور اپنی بہرہ اور تمنا میں کامیابی حاصل کر لیتے، اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو ان لوگوں میں سے بنائے جو اس کی تقدیر پر راضی ہو گئے، اور جن کی دعائیں رضا اور قناعتِ حال اور اس چیز پر جو بارگاہِ خداوندی میں مقبول و محبوب ہے میں منحصر ہیں۔

(۵۴) وصول الی اللہ کا طریق

جو شخص آخرت کی بھلائی چاہتا ہے اسے چاہیے کہ دنیا میں زہد اختیار کرے اور جس کا مقصود منہستی ذات باری ہے اس کے لیے مناسب ہے کہ وہ آخرت سے کنارہ کش ہو جائے دنیا کو آخرت کے لیے اور آخرت کو خدا کے لیے چھوڑ دے جب تک خواہشات دنیا میں سے کوئی خواہش اور لذت میں سے کوئی لذت یا راحتوں میں سے کوئی راحت مثلاً کھانے، پینے، پہننے، نکاح کرنے، مکان و سواری، حکومت و ریاست، ترقی فنون اور علم فقہ میں سوائے ارکان خمسہ یا مختلف سنتات سے روایت حدیث یا علم قرأت سب سے قرآن، نحو، لغت، فصاحت بلاغت کے اسی طرح تنگ دستی کے زائل ہونے اور تو نگری و دو تہندی کے حصول، آزمائش و مصیبت کے ٹپنے اور عافیت و سکون، دفع ضرر اور اکتساب نفع میں سے کوئی معمولی سی چیز بھی دل میں باقی ہے تو وہ زائد صادق نہیں ہے کیونکہ ان تمام چیزوں میں لذت نفس، موافقت خواہش اور آرام طبع ہے یہ ساری دنیوی چیزیں جن کا حصول وہ ہمیشہ کے لیے چاہتا ہے اور دنیا میں ان سے آرام و سکون حاصل کرتا ہے دل کو ان سے آزاد اور مستغنی کرنے کی کوشش کرے اور اپنے نفس کو انہیں دور کرنے، بڑے اکھاڑ پھینکے اور نیستی و تنگ دستی اور ہمیشہ کی محتاجی پر راضی رہنے پر آمادہ رکھے مذکورہ اشیاء میں سے کسی چیز کی کھجور کی گٹھلی چوسنے اتنی آرزو و خواہش بھی باقی نہ رہے تاکہ دنیا سے اس کا زہد خالص ہو جائے جب زہد میں کامل ہو جائے گا تو دل سے ہر قسم کی پریشانی و رنج اور باطن کی سختی نکل جائے گی اور اس کے بدلے میں راحت و سرور تعلق باللہ کی کیفیت پیدا ہو جائے گی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے،

”زہد دنیا میں قلب اور جسم دونوں کے لیے راحت اور خوشی کا موجب ہے۔“

جب تک دل میں ان چیزوں میں سے کوئی چیز باقی رہے گی تو پریشانی، رنج اور غم موجود رہے گا۔ وقت اور اللہ تعالیٰ اور اس کے قرب سے حجاب کشیدہ موجود رہے گا لیکن جس وقت دنیا کی محبت دور ہو جائے گی اور تمام دنیوی رشتے منقطع ہو جائیں گے تو وہ تمام حجابات اٹھ جائیں گے، اس کے بعد آخرت سے زہد اختیار کرے، اور یہ مراتب بلند، حور و غلمان، بلند و بالا محلات

باغات، سواریاں، لباس، زیورات، طعام اور اپنے خاص بندوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی ہر عمدہ کردہ نعمت کی طلب و امید سے سکوت اور خاموشی سے حاصل ہوگا، اسی طرح دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ سے اپنے عمل کا اجر و ثواب بھی ہرگز نہ مانگے اس طرح وہ دیکھے گا کہ اللہ جل مجدہ اپنی رحمت و بخشش سے اسے مکمل جزا عنایت فرمائے گا اور اُسے گوناگوں الطاف و احسانات سے نوازے گا جس طرح اپنے رسل، انبیاء، اولیاء، خواص، اصحاب اور عرفاء کے ساتھ اس کا طریقہ ہے، اس مقام پر پہنچ کر بندہ دم واپس تک ہر روز ترقی میں ہوگا اور آخرت میں اس پر وہ وہ نوازشیں کی جائیں گی جنہیں کسی آنکھ نے دیکھا ہے اور نہ کسی کان نے سنا ہے اور دہی کسی دل پر ان کا وہم و گمان گزرا ہے۔ وہ ایسی نعمتیں ہیں جن کے اور اک سے عقیدیں عاجز اور جن کے بیان کی تاب الفاظ نہیں لاسکتے۔

(۵۵) ترک لذات

۱/ خواہشات دنیوی تین مواقع پر ترک کی جاتی ہیں، پہلا جس وقت بندہ اپنی جہالت کے اندھیروں میں بھٹک رہا ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے وہ تمام حالات میں (علم الہی کے عکس) اپنی خواہش پر عمل کرتا ہے اس وقت بندہ اپنے رب کی عبادت اور شریعت نبوی کا لحاظ کیے بغیر مصروف عمل ہوتا ہے۔ ان حالات میں اللہ تعالیٰ اس پر رحمت کی نگاہ ڈالتا ہے اور اپنے نیک بندوں میں سے ایک ناصح اور واعظ اس کے پاس بھیج دیتا ہے، جبکہ اس سے پہلے ایک واعظ اور ناصح تو خود اس کی ذات میں (اس کا ضمیر) موجود ہوتا ہے، چنانچہ یہ دونوں ناصح مل کر اس کے نفس اور طبیعت پر قابو پا لیتے ہیں، اور ان کی نصیحت کارگر ہوتی ہے۔ اس وقت نفس حق کی مخالفت کی اس بے راہ و سواروی کے نقصانات سے آگاہی حاصل کر کے اپنے تمام تصرفات میں اتباع شریعت کی طرف پھر جاتا ہے، اور بندہ حقیقی مسلمان اور عامل شریعت بن کر اپنی طبیعت کو اس کا خوگر بنا لیتا ہے، اور دنیا کی تمام حرام اور مشتبہ اشیاء ترک کر کے مخلوق کے احسانات سے بھی سبکدوش ہو جاتا ہے، اپنے لباس و طعام، نکاح اور مکان بلکہ اپنی ہر حالت اور تمام ضروری امور میں مباح اور حلال اشیاء اختیار کرتا ہے تاکہ ان سے جسم کے لیے

ضروری غذا حاصل کر کے اُسے اپنے رب کی عبادت و طاعت میں قوت و طاقت کا سبب بنائے اور اپنے لئے مقدر حصہ مکمل طور حاصل کر لے، حقیقت یہ ہے کہ بندے کا اس دنیا کو چھوڑنا اس وقت تک ممکن ہی نہیں، جب تک کہ وہ دنیا میں سے اپنے حصے کو حاصل کر کے اس سے مکمل استفادہ نہ کر لے، الغرض وہ مباح اور حلال کی سواری پر سوار ہو کر سیر کرتے ہوئے ان لوگوں کی جماعت میں داخل ہو جائے جو محقق، خواص، صاحب عزیمت اور محب صادق ہیں۔ اس وقت وہ امیر خداوندی سے تناول کرتا ہے، اور اسے باطنی طور پر بارگاہِ الہی سے ندا کی جاتی ہے: "اپنے نفس کو چھوڑ دے اور آجا، اگر اپنے خالق کا وصال چاہتا ہے تو مخلوق اور خواہشات کو ترک کر دے، دنیا اور آخرت کے تمام تلاوے اپنی گردن سے اتار پھینک! کائنات کی ہر چیز اور ارادہ و خواہشات سے خالی ہو جا! تمام موجودات سے علیحدہ اور بے تعلق ہو جا! توحید پر شاداں و فرحاں اور شرک سے مجتنب ہو جا! اس کے بعد اندر داخل ہو اور ادب سے گردن جھکا کر چلا آ! دائیں بائیں دنیا کی دل لُجھانے والی چیزوں پر نظر نہ کر! جب انسان اس مقام پر پہنچ جاتا ہے تو بارگاہِ الہی سے اُسے خلتیں عطا ہوتی ہیں اور علوم و معارف کے انوار اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا نزول ہوتا ہے، اس وقت اسے کہا جاتا ہے کہ نعمت اور فضل خداوندی سے اپنا دامن بھر لو! ان کی قدر نہ کر کے بے ادبی کا ارتکاب نہ کر! کیونکہ شاہی نعمتوں سے منہ موڑنا اس بارگاہِ قدس کی توہین اور سبکی ہے، یہاں اپنے نفس کو فنا کر کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ بقا باللہ کے مرتبے پر فائز ہو کر اس کی رحمت و عنایت حاصل کرے، خلاصہ کلام یہ کہ حفظ اور انکی اقسام کے لینے میں چار حالتیں ہیں:

- (۱) صرف خواہش نفس کی بنا پر اور یہ حرام ہے۔
- (۲) شریعت کی بنا پر اور یہ مباح ہے۔
- (۳) امرِ باطنی کے طور پر اور یہ ولایت اور خواہشات کے ترک کی صورت ہے۔
- (۴) از روئے فضل و مہبتِ الہی اور یہ ارادہ و خواہش کی شکستگی اور ابدانیت کے مقام کا حصول ہے۔

اصل میں جو شخص اس مقام پر فائز ہو جاتا ہے اسی کو صالح کے لقب سے نوازا جاتا ہے۔
ارشادِ باری ہے: **ان ولی اللہ الذی نزل الکتاب و هو یتولی الصالحین**

(بے شک میرا ولی اللہ ہے جس نے کتاب اتاری اور وہ نیکیوں کو دوست رکھتا ہے) اور یہ اس بندے کی شان میں ہے جس نے اپنی مصلحتوں اور مفادات اور اسی طرح نقصان و ضرر کے دفع کرنے سے مکمل طور پر اپنا ہاتھ ایسے کھینچ لیا ہے جیسے شیر خوار بچہ دایہ کے ہاتھوں میں اور میت غسل دینے والے کے سامنے خود سپردگی کا منظر ہوتے ہیں، ٹھیک اسی طرح بندے کی اپنی تدبیر اور اختیار کے بغیر دستِ ربوبیت اس کی پرورش کرتا ہے، وہ حال ہو یا مقام و ارادہ سب سے خالی ہو کر تقدیر میں فنا ہو جاتا ہے کبھی تو اسے وہ مرفہ الحال کر دیتی ہے اور کبھی تنگ دست، کبھی غنی اور دولت مند بنا دیتی ہے اور کبھی محتاج و مفلس، لیکن وہ نہ تو ان میں سے اپنے طور پر کسی چیز کو پسند کرتا ہے اور نہ کسی سے نفرت کرتا ہے بلکہ انس کا مشرب ہر چیز پر دائمی رضا مندی اور کُلّی موافقت بن جاتا ہے اور رضا و موافقت ہی وہ بلند مقام ہے جو اولیاء اللہ کے مقامات و احوال میں سے بلند ترین مرتبہ ہے۔

(۵۶) مراتبِ فناء

دنیا کی ہر شے سے آنکھیں بند کر لے! اور کسی چیز کی طرف نہ دیکھ جب تک تو کسی حسینہ (غیر اللہ) کی طرف متوجہ رہے گا۔ قُرب اور فضلِ خداوندی کی راہ تجھ پر نہیں کھلے گی۔ توحید، فنائے نفس، محویت ذات، اور نفی علم کے ذریعے دوسرے تمام راستے بند کر دے! چنانچہ تیرے دل میں اللہ کے فضلِ عظیم کا درِ رحمت کھل جائے گا اور تو اسے ظاہری آنکھوں سے قلب و ایمان اور یقین کے نور سے مشاہدہ کرے گا، اس وقت اس شمع کے نور کی طرح جو سخت تاریک اور کالی رات میں مکان کے روشندانوں اور کھڑکیوں سے چھن کر صحن کو منور کر رہا ہوتا ہے وہ نور تیرے باطن کو جگمگا کر تیرے ظاہر کو بھی روشن کر دے گا، تیرا نفس اور اعضا کسی ماسوی اللہ کی عطا اور وعدے سے نہیں بلکہ عطا اور وعدہ الہی سے سکون حاصل کریں گے، اپنے آپ پر رحم کر ظلم نہ کر! اپنی جان کو جہالت و رعونت کی تاریکیوں میں نہ ڈال، پھر جس وقت تو مخلوق اور قوت و کسب اور اسباب پر تکیہ کر کے ان پر بھروسہ کر بیٹھے گا تو تجھ سے یہ ساری چیزیں

لے یہ مقالہ لاہوری نسخے میں بالکل مختصر ہے ہم نے مصری نسخے کے مطابق مفصل مقالے کا ترجمہ کر دیا ہے۔

پھر جائیں گی، غیر اللہ کی طرف متوجہ ہونے کے شرک پر عذاب میں مبتلا ہوگا اور رحمت خداوندی منہ موڑ لے گی، پھر جب تو دوبارہ توحید پر قائم ہوگا اس کی عنایت پر نظر اور اس کی رحمت کا امیدوار بنے گا، ماسوی اللہ سے آنکھیں بند کر لے گا، تو اللہ تعالیٰ تجھے اپنا مقرب بنالے گا، اور زیادہ قرب بخشے گا، تجھ پر رحمت نازل فرمائے گا اور تیری پرورش اس طرح کرنے کا کہ تجھے کھلائے گا پلائے گا، دوا کرے گا عافیت اور سکون عطا فرمائے گا اور اپنی عطا و بخشش کے ذریعے تجھے بنے نیاز کر دے گا، تیری مدد کرے گا، عزت بخشے گا، اس مقام پر بندہ ایسے مقام پر فائز ہو جاتا ہے کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ اور اُس کے قُرب کا خواہاں ہوتا ہے، اس وقت اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل اس پر سایہ فگن ہو جاتا ہے اس کی نعمتوں سے شاد کام اور اس کی بے پایاں رحمت سے مستفید ہوتا ہے، اس سے وعدہ کیا جاتا ہے کہ رحمت ایزدی کے یہ دروازے اس پر کبھی بند نہیں ہوں گے، اس مقام پر بندہ اللہ ہی کا ہو کر رہ جاتا ہے، اس کا ارادہ مشیت ایزدی میں فنا اور اس کی تدبیر تقدیر الہی کے تابع ہو جاتی ہے چنانچہ بندہ مشیت الہی سے چاہتا اور اس کی رضا پر راضی رہتا ہے، صرف اللہ تعالیٰ کے حکم کی پابندی کرتا ہے وجود اور فعل دونوں میں غیر اللہ کو نہیں دیکھتا، اس وقت اگر اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کا ایفا اس پر ظاہر نہ کرے اور بندہ نے جو جو توقعات وابستہ کر رکھی ہیں وہ پوری نہ ہوں، تو ایسا ممکن ہے کیوں کہ خواہش و ارادہ اور خواہشات نفس کی طلب کے زائل ہونے کے ساتھ غیریت ختم ہو گئی، اور دراصل یہ سب کچھ حق سبحانہ و تعالیٰ کا فعل و ارادہ اور مراد بن جاتی ہے، اس مقام پر اس کی طرف وعدہ یا وعدہ خلافی کی نسبت ہی سرے سے غلط ہے، کیونکہ یہ نسبت اس کے بارے میں درست ہوگی، جس کے ہاں ابھی تک ارادہ اور خواہش باقی ہے، اللہ تعالیٰ کا اپنے بندے کے ساتھ وعدہ ان حالات میں اس شخص کی طرح ہے جو اپنے دل میں کسی کام کرنے کا ارادہ کرتا ہے اس کی نیت کر لیتا ہے لیکن پھر یہ ارادہ کسی دوسرے کام سے تبدیل کر لیتا ہے، جیسے ناسخ و منسوخ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اُن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس وحی بھیجی:

ما نَسَخَ مِنْ آيَةٍ أَوْ نَسَبَهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِنْهَا أَوْ مِثْلِهَا اللَّهُ تَعْلَمُ

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

(جب کوئی آیت ہم منسوخ فرمائیں یا مٹلا دیں تو اس سے بہتر یا اُس جیسی لے آئیں گے کیا تجھے خبر نہیں کہ اللہ سب کچھ کر سکتا ہے)

اُن حضور صلی اللہ علیہ وسلم سوائے چند مقامات کے جو غزوہ بدر کے قیدیوں سے متعلق ہیں تریدون عرض الدنيا واللہ یريد الاخرہ لولا کتاب من اللہ سبق لمکم فیما اخذتہ عذاب عظیم۔ ارادہ و خواہشات سے پاک تھے، آپ محبوب حق اور مراد الہی تھے، اس لیے آپ کو ایک حالت ایک وعدے اور ایک مقام پر نہیں چھوڑا گیا بلکہ آپ کو تقدیر کی طرف لے جایا گیا اور تقدیر کی عنان آپ کے سپرد کر دی گئی، اور تقدیر میں آپ کو محو کر دیا گیا، اور آپ کو اطلاع دی گئی الع تلعون اللہ علی کل شیء قدیر۔

یعنی آپ تقدیر الہی کے سمندر میں ہیں اور اس کی موجوں میں ادھر سے ادھر تیر رہے ہیں خوب سمجھ لیجئے کہ ولی کے مراتب کی انتہائی کے مدارج کا آغاز ہے ولایت و ابدایت سے اوپر نبوت ہی کا درجہ ہے!

(۵۷) قبض و بسط

سب احوال قبض میں کیونکہ ولی ان کی حفاظت پر مامور ہوتا ہے اور جس چیز کی حفاظت کا حکم ہو وہ قبض ہے البتہ تقدیر خداوندی پر رضا مندی سرِ پا بسط ہے، اس لیے کہ تقدیر پر صبر و رضا کے علاوہ وہاں کوئی دوسری ایسی چیز ہے ہی نہیں جس کی حفاظت کا حکم دیا جائے، لہذا ولی کو چاہیے کہ وہ تقدیر کے متعلق کسی قسم کی بے صبری کا مظاہرہ نہ کرے بلکہ اس کی موافقت کرے اور ہر قسم کے حالات چاہے وہ موافق ہوں یا مخالفت، ان پر کسی قسم کا اعتراض نہ کرے، تمام احوال محدود ہیں اس لیے ان کے حدود کی حفاظت کا حکم دیا گیا ہے اور فعل الہی جو تقدیر ہے اس کی تو کوئی حد نہیں جس کی حفاظت کی جائے، اور مقامِ قدر و فعل و بسط میں بندے کے داخل ہونے کی علامت یہ ہے کہ نفس کی لذتوں کے ترک کر دینے کے حکم کے بعد اسے ان کے سوال کرنے کا حکم دیا جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جب اس کا باطن مخلوط سے خالی ہوا تو

اس میں رب کے سوا کچھ باقی نہ رہا، اس وقت بندہ حالت لبسٹ میں ہوتا ہے اور جو چیزیں اس کی قسمت میں ہیں یا سوال و دعا کے ذریعے جو چیزیں اُسے ملنی ہیں، ان کے متعلق سوال اور خواہش کا اُسے حکم دیا جاتا ہے تاکہ بارگاہ الہی میں اس کی قدر و منزلت اور اس کی دعا کی قبولیت پر اللہ تعالیٰ کا احسان ثابت ہو جائے قسمت کی عطا کے سوال کے متعلق زبان کھولنا زیادہ تر قبض کے بعد لبسٹ اور احوال سے حاصل کرے، کیونکہ وہ اپنے حصے سے تجاوز نہیں کر سکتا، اور نہ ہی اپنے حصے کے حصول سے پہلے اس دنیا سے رخصت ہو سکتا ہے چنانچہ وہ تمام حالات میں مباح اور حلال کی سواری پر سیر کرتا ہے یہاں تک کہ اس کے ذریعے وہ آستانِ ولایت تک پہنچ جاتا ہے اور وہ محققین، اصحابِ عزیمت اور مہمانِ خدا کے پاکیزہ گروہ میں شامل ہو جاتا ہے اس وقت وہ اپنے باطن میں خدا کی طرف سے آواز سُنتا ہے کہ اپنے نفس کو چھوڑا اور آجا! اگر خالق کا طلبگار ہے تو خواہشاتِ نفس اور مخلوق کو چھوڑ دے اور دنیا و آخرت کے تلاء دے اتار بھینک، اور تمام ہستی اور موجودات اور آئندہ پیدا ہونے والی ساری چیزوں سے بے نیاز ہو جا! اپنی تمام خواہشات اور علائق سے بے نیاز اور ہر چیز سے نیست ہو جا! شرک سے بچ کر توحید اور ارادہ خالص پر قناعت کر! پھر خاموشی سے ادب کے ساتھ سر جھکا کر منازلِ قرب میں آجا! دائیں طرف یعنی آخرت کی جانب اور بائیں طرف یعنی مخلوقِ دنیا اور خواہشاتِ نفس کی جانب ہرگز نہ دیکھ، جب بندہ اس مقام پر پہنچ کر قرار حاصل کر لیتا ہے، تو اس کے پاس اللہ کی طرف سے خلعتیں نازل ہوں گی، جو علوم و معرفت کے انوار اور قسم قسم کے فضل و نعمتوں سے اسے ڈھانک لیں گی! اس وقت اُسے کہا جائے گا کہ اللہ کی نعمت و فضل سے بہرہ ور ہو! اُسے رد کرنے اور اس کی قدر دانی نہ کرنے کی وجہ سے بے ادبی نہ کر! کیونکہ شاہی نعمت کے رد کرنے میں بادشاہ کی توہین اور اس کی حکومت کا استغفاف ہے اس مقام پر بندہ اپنے آپ کو فنا کر کے فضل اور قسمتِ خداوندی سے واصل ہو جاتا ہے، اس سے پہلے بندہ اپنی خواہشِ نفس کے پکر میں پھنسا رہتا تھا، چنانچہ اس وقت اسے کہا جاتا ہے کہ نعمت اور فضلِ خداوندی سے اپنا حصہ لے لو! پھر قسمت اور مقدر کے حاصل کرنے میں بندے کی چار حالتیں ہیں، پہلی طبیعت کی خواہش سے لے اور یہ حرام ہے دوسری شریعت کے حکم سے لے

یہ مباح اور حلال ہے، تیسری باطنی حکم سے لے، یہ جاہلیت و ولایت اور ترکِ خواہش کی صورت ہے، چوتھی فضلِ الہی سے لے اور یہ ارادے کے زوال، ابدانیت کے حصول، بندے کے مقامِ محبوبیت پر فائز ہونے اور تقدیر جو فعلِ حق ہے کے ساتھ قائم رہنے کی حالت ہے، اور یہی علم اور نیکی سے متصف ہونے کی حالت ہے پس درحقیقت جس کی رسائی اس مقام تک ہو جائے وہی صالح قرار پاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس قول کا بھی یہی معنی ہے کہ:

ان ولی اللہ الذی نزل الکتاب وهو یتولی الصالحین ۛ

(بے شک میرا ولی اللہ ہے جس نے کتاب اتاری اور وہ نیکوں کو دوست

رکھتا ہے)

ثابت ہوا کہ صالح وہی شخص ہے جس کا ہاتھ اپنی مصلحت و منفعت کے حاصل کرنے اور ضرر و نقصان کے دفع کرنے سے اس طرح رک گیا، جیسے دایہ کے ہاتھ میں شیر خوار بچے اور غسال کے ہاتھوں میں مُردے کا ہاتھ بند ہوتا ہے، اس مقام پر بندے کی تدبیر و اختیار کے بغیر خود دستِ قدرت اس کی پرورش کا ذمہ دار ہو جاتا ہے، وہ تمام چیزوں سے بے نیاز ہوتا ہے، اس لیے اس کا کوئی حال ہوتا ہے اور نہ مقام اور نہ ارادہ بلکہ وہ اپنے آپ کو تقدیر کے سپرد کر دیتا ہے جو کبھی اسے بسط اور قبض میں اور کبھی دولت مندی اور محتاجی میں پھراتی رہتی ہے، وہ ان حالات کے زوال یا ان میں کسی قسم کے تغیر کی آرزو تک نہیں کرتا، بلکہ تقدیر کے ساتھ دائمی رضا مندی اور ابدی موافقت کے رتبے پر فائز ہوتا ہے اور یہ اولیاء اور ابدالوں کے مقامات میں سے بلند ترین درجہ ہے۔

(۵۸) تمام اطراف سے صرف نظر

جب بندہ مخلوق، خواہشاتِ نفس اور دنیا و آخرت کی خواہشات سے مبرا ہو جاتا ہے اور خدا نے بزرگ و برتر کے سوا اس کا کوئی مقصود نہیں ہوتا، ہر ساری چیزیں اس کے دل سے نکل جاتی ہیں تو وہ اللہ سے مواصل ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے مقبول اور برگزیدہ بنا لیتا ہے اور مخلوق کے دل میں اس کی محبت پیدا کر دیتا ہے چنانچہ وہ تمام مخلوق کے علاوہ خود اپنی ذات سے

بھی مستغنی ہو جاتا ہے اس مقام پر وہ محتاجی اور توکمری کو بھی کوئی اہمیت نہیں دیتا۔

(۵۹) مصائب پر صبر اور نعمت پر شکر

تو دو صورتوں سے خالی نہیں یا مصیبت و آزمائش کی حالت میں ہوگا یا نعمت کی حالت میں! اگر مصیبت و آزمائش کی حالت ہے تو نتیجہ سے اگرچہ بہ تکلف ہی کیوں نہ ہو صبر کا مطالبہ کیا جائے گا، مگر یاد رہے کہ یہ ادنیٰ اور معمولی بات ہے صبر کرنا اس سے بلند مرتبہ ہے۔ اس کے بعد موافقت اور پھر فنایت ابدالوں، عرفا اور علما کا حال ہے اور اگر نعمت کی حالت ہے تو اس پر شکر ادا کرنا ضروری ہے اور شکر زبان، دل اور اعضا و جوارح تمام سے ادا ہوتا ہے زبان کے ساتھ شکر ادا کرنے کے معنی یہ ہیں کہ تو دل سے اس بات کا اعتراف کرے کہ نعمت خدا ہی کی طرف سے ہے اور اس میں اپنی ذات اور مخلوق، کسب و ہنر اور قوت و طاقت کا کوئی تعلق نہیں، کیونکہ تو خود اور یہ ساری چیزیں نعمت کے اسباب اور وسائل ہیں، نعمت کو پیدا کرنے والا اسے تقسیم کرنے والا، اور اس کا مسبب وہی خدا ہے بزرگ و برتر ہے، جب تقسیم اور پیدائش اسی کے ہاتھ میں ہے تو اس کے علاوہ کوئی دوسرا کس طرح شکر اور حمد کے لائق ہو سکتا ہے، ظاہر بات ہے کہ بدیر لانے والے غلام کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی بلکہ ہمیشہ بدیر بھیجنے والے مالک پر ہی نظر کی جاتی ہے، جنہیں یہ بصیرت حاصل نہیں ہے ان کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

يَعْلَمُونَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ عَنِ الْآخِرَةِ غٰفِلُونَ۔^۱

(جانتے ہیں آنکھوں کے سامنے کی دنیوی زندگی اور وہ آخرت سے پورے

بے خبر ہیں)

جس شخص کی نظر صرف ظاہر اور اسباب پر ٹپک گئی اور اس کی حقیقت و معرفت پر وہ بیان نہ دیا وہ جاہل، بے وقوف اور نالائق ہے۔ مقل کو مقل اسی لیے کہا جاتا ہے کہ اس کی نظر ہمیشہ انجام کار پر ہوتی ہے، دل سے شکر ادا کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ پختہ دلی کے ساتھ

اس بات کا ہمیشہ یقین اور اعتماد رکھے کہ میری ہر موجود چیز، ظاہری و باطنی نعمتیں، لذات اور منفعتیں اور تمام حرکات و سکنات اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہیں، زبان سے شکر دراصل دل کی ترجمانی کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا بِكُمْ مِنْ نِعْمَةٍ فَمِنَ اللَّهِ ۚ

”اور تمہارے پاس جو نعمت ہے سب اللہ کی طرف سے ہے۔“

ایک اور مقام پر فرمایا:

وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهُ ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً۔

(اور تمہیں بھرپور دین اپنی نعمتیں ظاہر اور چھپی) ۱۷

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَأَنْ تَعْدُوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تَحْصُوهَا۔ ۱۸

(اور اگر اللہ کی نعمتیں گنو تو شمار نہ کر سکو)

ان دلائل سے ثابت ہوا کہ کسی مومن کے لیے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نعمت عطا کر نیوالا نہیں ہے، رہا اعضا و جوارح سے شکر! تو یہ اس طرح ادا ہو گا کہ اعضا و جوارح کی ہر حرکت اطاعت الہی کے تحت ہو، اس میں غیر اللہ کا کوئی دخل نہ ہو، جس چیز میں اللہ تعالیٰ کی معصیت اور نافرمانی ہو اس میں مخلوق کو کوئی وقعت نہ دے اور یہ قاعدہ نفس، خواہشات، ارادہ و آرزو اور تمام مخلوق سب کے لیے ہے، اطاعت الہی کو اصل، اساس اور منزل قرار دے اور دوسری باتوں کو فروعی، عارضی اور ثانوی حیثیت دے، اچھی طرح جان لے کہ اس کی مخالفت سے تو ظلم، راہ ہدایت سے دور، اور اللہ کے احکام جو اس نے اپنے نیک بندوں کے لیے مقرر فرمائے ہیں، کی خلاف ورزی کرنے والوں میں شامل ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ومن لم يحكم بما انزل الله فاولئك هم الكافرون يٰ

(اور جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کرے وہی لوگ کافر ہیں)

ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

ومن لم يحكم بما انزل الله فاولئك هم الظالمون يٰ

(اور جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کرے تو وہی لوگ ظالم ہیں)

ایک اور آیت میں فاولئك هم الفاسقون فرمایا گیا ہے۔

اس وقت تیرا انجام دوزخ ہو گا جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں، حالانکہ تو دنیا میں معمولی سے بھار اور آگ کی ذرا سی چٹکاری کی پیش برداشت نہیں کر سکتا، پھر آخر دوزخ میں ہمیشہ کے لیے کس طرح صبر کر سکے گا، بچ بچ! خبردار! دونوں حالتوں اور ان کی شرائط کی حفاظت کر! کیونکہ ساری زندگی ان دو حالتوں بلا یا نعمت میں سے ایک کے ساتھ ضرورتاً واسطہ رہے گا، جس طرح میں نے ہر حالت تفصیل کے ساتھ تیرے سامنے بیان کر دی ہے تو صبر و شکر کے ساتھ ان کی تکمیل کر! خیال رہے کہ آزمائش اور مصیبت کی حالت میں مخلوق کے سامنے کوئی شکوہ ہو اور نہ کسی قسم کی بے قراری کا اظہار! اور اپنے دل میں بھی اپنے رب پر تہمت نہ دھر! اس کی حکمت اور دنیا و آخرت میں تیرے لیے بھلائی جو انس کی سنت ہے اس میں شک شبہ کو راہ نہ دے، اسی طرح ضرر و نقصان سے بچنے کے لیے بھی غیر کی طرف نہ دیکھ! کیونکہ اللہ کے ساتھ شرک ہے، اللہ تعالیٰ کے ملک میں کوئی شخص کسی چیز کا مالک نہیں ہے، اور نہ ہی ذات باری کے سوا کوئی نفع و نقصان، بیماری و تندرستی اور خوشی و غمی کا مالک ہے، مخلوق سے ظاہری اور باطنی دونوں طرح سے بے نیاز ہو جا! کیونکہ مخلوق تجھے راہِ خدا میں کوئی فائدہ نہ دے گی، صبر و رضا، موافقت اور تقدیرِ خداوندی کے سامنے تسلیمِ خم ہونے کی عادت اختیار کر! اگر تجھے یہ چیزیں نصیب نہ ہو سکیں تو پھر بارگاہِ خداوندی میں عاجزی و زاری، گناہوں کے

۱۷۱ ایضاً، آیت: ۴۵

۱۷۲ سورۃ المائدہ: ۵، آیت: ۴۴

۱۷۳ ایضاً، آیت: ۴۴

اعتراف ، اور نفس کی برائی کی جزا کے لیے اپنے آپ کو تیار کر! اللہ تعالیٰ کی نعمت پر اس کی تقدیس اور توحید کا اقرار شرک سے اجتناب ، صبر و رضا اور طلب موافقت کو ضروری جان ! یہاں تک کہ نوشتہ تقدیر مکمل ہو جائے ، مصیبت ٹل جائے اور نعمت و فرحت ، مسرت اور خوشی کا دور دورہ ہو جائے ، جیسے حضرت ایوب علیہ السلام کے ساتھ ہوا تھا ! یا جس طرح رات کی تاریکی کے بعد دن کی روشنی اور سردی کی ٹھنڈک کے بعد بہار آتی ہے ، کیونکہ ہر چیز کی ایک ضد ، عکس ، غایت ، انتہا اور مقررہ مدت ہے ، پس صبر اس کی کنجی اور ابتداء و انتہا اور کمال ہے ، حدیث میں آیا ہے :

”ایمان میں صبر کا وہی درجہ ہے جو جسم میں سر کا ہوتا ہے“

اور ایک حدیث میں ہے کہ : ”صبر ہی مکمل ایمان ہے“

اور کبھی شکر اخلاطِ نعمت سے ہوتا ہے۔ یہ نعمتیں اللہ تعالیٰ کی عنایات ہیں ، جو تیری قسمت میں مقدر ہیں ، شریعت کی پابندی اور حفاظت ، اور خواہشاتِ نفس کے مٹانے اور اپنی قسمت پر قانع ہونے ہی کا نام شکر ہے ، یہ ابدالوں کا مرتبہ ہے اور بلند ترین مقام ہے ، جو کچھ میں نے بیان کیا اس سے نصیحت حاصل کر ، ان شاء اللہ تجھے راہِ ہدایت نصیب ہوگی۔

(۶۰) ابتداء و انتہاء

راہِ سلوک کی ابتداء ، بندے کا طبعی عادات سے نکل مشروع چیزوں کی طرف آنا ہے ، پھر مقدور الہی کی طرف پھرنا اور اس کے بعد شریعت کی حدود کی حفاظت کے ساتھ طبعی عادت کی طرف لوٹنا ہے ، اس کا مقصد یہ ہے کہ تو اپنی طبعی عادتوں مثلاً کھانے پینے ، لباس و نکاح اور دوسری طبعی خواہشات سے شرع کے احکام کی طرف نکل آئے ، کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کا پیروکار بن جائے ، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

وَمَا تَكْمَلُ الْإِسْلَامَ فَخُذْهُ وَمَا نَهَكَ عَنْهُ فَأَنْتَهُ

(اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو)

دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله ۞

(اے محبوب! تم فرما دو کہ لوگو! اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا)

اس کے بعد تو اپنے ظاہر و باطن میں خواہشاتِ نفس اور اس کی سرکشی سے بے نیاز کر دیا جائیگا۔ اس وقت تیرا باطن توحیدِ الہی سے سرشار اور تیرا ظاہر عبادت و طاعتِ الہی سے آراستہ و پیراستہ ہوگا، اور یہ ہر حرکت و سکون، سختی و نرمی، سفر و حضر، صحت و بیماری، رات اور دن الغرض ہر حال میں تیرا طریقہ، مسلک اور اندر و باہر کا جامہ بن جائے گا، اس مقام پر تجھے میدانِ قدر کی طرف اٹھایا جائے گا، اور قضا و قدر کا تجھ میں تصرف ہو جائے گا اور یہاں تیری جدوجہد اور کسب و قوت فنا ہو کر رہ جائے گی، اور تجھے وہ حصّے بھی عطا ہوں گے جو علمِ الہی کے مطابق ازل سے تیرا مقدر ہیں، تو ان حصّوں سے بہرہ ور ہوگا اور تجھے حفظ و سلامتی عطا کی جائے گی، اور حدود و شریعت کی نگہبانی ہوگی، فعلِ الہی میں موافقت نصیب ہوگی، زندہ، حرام کو جائز سمجھنے اور حکمِ خداوندی کی پروا نہ کرنے ایسے گناہ کا صدور تجھ سے نہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

انا نحن نزلنا الذکر وانا للہ لحافظون ۞

(بے شک ہم نے انا را ہے یہ قرآن اور بے شک ہم خود اس کے نگہبان ہیں)

دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

کذٰلک لتصرف عنه السوء والفحشاء انه من عبادنا المخلصین ۞

(ہم نے یوں ہی کیا کہ اس سے بُرائی اور بے حیائی کو پھیر دیں بے شک وہ

ہمارے چنے ہوئے بندوں میں سے ہے)

اللہ تعالیٰ کی رحمت سے آخر دم تک حمیت اور حفاظت کا دامن تیرے ہاتھ سے نہ چھوٹے گا تیرے جو حقے مقرر ہیں وہ طبیعت کے میدانوں، خواہشات و عادات کے بیابانوں اور راہِ خدا میں تیرے سیر و سفر کے دوران تجھ سے روک لیے گئے ہیں کیونکہ وہ بارگراں ہیں، اس لیے تجھ سے دُور کر دیئے گئے ہیں تاکہ وہ تجھے بوجھل اور شست نہ کر دیں! اور فنا کے آستان تک پہنچتے پہنچتے یہ بوجھل تجھے تیرے مقصود و مطلوب سے ہلکا نہ دے اور یہ فنا ہی قربِ الہی کا موجب، اس کی معرفت کا باعث اور اس کے اسرار اور علوم لدنیہ کے حصول کا سبب ہے، اور یہ ایک ایسا نورانی سمندر ہے کہ طبیعت کی تاریکی جس کے انوار کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی، پھر جب تک رُوح جسم سے جدا نہیں ہو جاتی طبیعت اپنا حصہ لینے کے لیے مضطرب باقی رہتی ہے کیوں کہ اگر طبعی تقاضے انسان میں باقی نہ رہیں تو وہ فرشتوں میں شامل ہو جائے، سارا نظام درجہ برہم اور حکمتِ الہی باطل ہو جائے، اس لیے طبعی تقاضے تیرے اندر باقی رہے تاکہ اپنے حصول اور خواہشات کو حاصل کرے، البتہ اس مقام پر طبعی تقاضوں کا باقی رہنا حقیقتاً نہیں بلکہ محض وظیفہ کے طور پر ہوگا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: تمہاری دنیا میں سے تین چیزوں کی محبت میرے دل میں ڈالی گئی ہے، خوشبو، نساء اور نماز جو میری آنکھوں کا سرور اور ٹھنڈک ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو گئے تو راہِ خدا کی سیر میں آپ کو وہ وہ مقامات عطا کیے گئے جو آپ کے لیے ابھی تک باقی تھے، چنانچہ فعلِ حق پر رضا مندی، حق کی موافقت اور احکامِ الہی کے امتثال کے تحت آپ نے یہ مقامات حاصل کر لیے، اللہ تعالیٰ کے نام پاک اور اس کی رحمتیں عام ہیں، اس کا فضل تمام انبیاء و اولیاء کو شامل ہے۔ اس بارے میں ولی کا بھی یہی حال ہے کہ فائیت (استغناء) کے بعد اس کے حقے شرع کی حدود کی حفاظت کے ساتھ عطا کیے جاتے ہیں، واضح رہے کہ اتنا سے آغاز کی طرف رجوع کے یہی معنی ہیں۔

(۶۱) مراتبِ ورع و تقویٰ

ہر مومن اپنے مقدر کا حصہ لینے اور اسے قبول کرنے کے سلسلے میں توقف اور تحقیق کا پابند ہے یہاں تک کہ شریعتِ مطہرہ اس کے جائز اور علم اس کے متعلق اسی کا نصیب اور

مقسوم ہونے کی گواہی دے دے، جیسا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مومن کی شان یہ ہے کہ وہ ہر آنے والی چیز (جائز یا ناجائز ہونے) کے متعلق کھوج لگاتا ہے، لیکن منافق اسے فوراً قبول کر لیتا ہے، اسی طرح آپ کا فرمان ہے کہ مومن (کسی بھی چیز کے لینے میں) توقف کرتا ہے۔ ایک دوسری حدیث میں آپ کا ارشاد ہے کہ جو چیز تجھے شک میں ڈالے اسے چھوڑ دے اور جو شک و شبہ سے پاک و صاف ہو اسے قبول کر! مومن اپنے مقسوم کی ہر چیز یا کول و مشروب، لباس و نکاح تک کے قبول کرنے میں بھی توقف کرتا ہے، اگر مومن تقویٰ کے مقام پر فائز ہے تو جب تک ظاہر شریعت ان چیزوں کے قبول کر لینے کا اسے حکم نہ دے وہ ہرگز نہیں لیتا، اور اگر مومن مقام ولایت میں ہے تو اس بارے میں وہ باطنی حکم اور اشارے کے مطابق فیصلہ کرتا ہے اور اگر وہ اس سے ورے مقام غوثیت و ابدالیت میں ہے تو وہ ان چیزوں کے متعلق علم یا فعل الہی یعنی تقدیر محض کے حکم کے مطابق چلے، واضح رہے کہ حالت ابدالیت و غوثیت حالت فنا ہے، پھر اس پر دوسری حالت آتی ہے اس میں اس کا مقسوم کھل جاتا ہے اور اسے ملنے لگتا ہے تو جب تک شریعت یا باطنی حکم یا علم اسے نہ روکے وہ لیتا رہتا ہے، اور اگر ان میں سے کوئی چیز اسے ان کے قبول کرنے سے روکتی ہے تو وہ رُک جاتا ہے اور اسے چھوڑ دیتا ہے، یہ صورت پہلی کے برعکس ہے، پہلی حالت میں توقف اور انتظار کا غلبہ تھا جبکہ دوسری میں اسے قبول کر لینا اور لے لینا غالب ہے۔ اس کے بعد تیسری حالت آتی ہے اس میں مذکورہ تینوں چیزوں میں سے کسی قسم کا اعتراض کیے بغیر، مقسوم میں آنے والی چیزوں کا قبول کرنا اور لے لینا ہے اور یہی حقیقت فنا ہے، مومن اس حالت میں سب اُفات سے محفوظ رہتا ہے اور حدود شریعت سے تجاوز سے بھی بچ جاتا ہے اور ہر قسم کی برائیوں سے محفوظ و مصئون ہو جاتا ہے جیسے فرمانِ خداوندی ہے:

كَذَلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوءَ وَالْفَحْشَاءَ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِينَ

(ہم نے یوں ہی کیا کہ اس سے بُرائی اور بے حیائی کو پھیر دیں بے شک

وہ ہمارے چُنے ہوئے بندوں میں سے ہے)

اس وقت بندہ حدود شریعت کی حفاظت کی وجہ سے اس غلام کی طرح ہو جاتا ہے جسے مالک اپنی اجازت سے تمام امور سونپ دیتا ہے اور وہ مباحات میں مطلق العنان ہو جاتا ہے اور جہلائیوں اسے گھیر لیتی ہیں اور اسے اس کا مقسم دنیا و آخرت میں آفات اور کدورتوں سے پاک اور ہر قسم کی آلائشوں سے صاف اور ارادہ و رضا اور فعل الہی کے موافق ہو کر ملتا ہے، اولیاء اللہ کیلئے اس سے بلند تر کوئی مرتبہ نہیں، یہ آخری مقام ہے، اور یہی وہ مقام ہے جس میں اولیاء میں سے معزز ترین خالص مخلص اور صاحب اسرار لوگ فائز ہیں، گویا اس مقام پر یہ لوگ انبیاء علیہم السلام کے مراتب و منازل کے استافوں تک پہنچ گئے۔ ان سب پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوں۔

(۶۲) محبت اور اس کے آداب

تعجب ہے تو اکثر کہتا ہے کہ فلاں شخص مقرب ہو گیا اور میں دور ہوں، اسے عطا و بخشش سے نوازا گیا ہے اور میں محروم ہوں، فلاں شخص دولت مند ہے اور میں محتاج ہوں، فلاں تندرست ہے اور میں بیمار ہوں، فلاں معزز ہے اور میں حقیر ہوں، فلاں شخص کی نیک شہرت ہے اور میری مذمت اور برائی کی دھوم ہے، فلاں راست باز ہے اور مجھے دروغ گو خیال کیا جاتا ہے۔ تجھے معلوم نہیں کہ اللہ واحد ہے اور وہ محبت میں یکتا ہی کو پسند کرتا ہے، جو اس کی محبت میں منفرد ہو اسے دوست رکھتا ہے، اگر اللہ تعالیٰ غیر کے ذریعے اپنے فضل و نعمت کی توفیق ارزانی کرے تو اس سے تیری محبت کم ہو کر بٹ جائے گی، کیونکہ جس شخص کے ہاتھ سے کوئی نعمت ملتی ہے بسا اوقات دل میں اس کی محبت پیدا ہو جاتی ہے، اس طرح محبت الہی میں کمزوری پیدا ہوگی، اور اللہ تعالیٰ تو ایسا غیور ہے جو کسی شریک کو پسند کرتا ہے اور نہ غیر کے ہاتھوں کو تیری ادا دیا اس کی زبان کو تیری تعریف و توصیف یا اس کے پاؤں کو تیری طرف آنے کو پسند کرتا ہے، تاکہ اس کے باعث تو خدا سے منہ نہ پھیرے، کیا تونے آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نہیں سنا کہ :

”دل طبعاً اس طرح ہیں کہ اپنے محسن کو دوست اور بُرائی کرنے والوں کو دشمن رکھیں۔“

اس لیے اللہ تعالیٰ مخلوق کو تجھ پر ہر قسم کے احسان سے باز رکھتا ہے، یہاں تک کہ تو دل سے اس کی وحدانیت کا قائل ہو کر اس سے محبت کرنے لگے، اور اپنے ظاہر و باطن، حرکات و سکنات میں اللہ ہی کا ہو کر رہ جائے، ہر قسم کی بھلائی اور بُرائی کا سرچشمہ اسی کی قدرت کو خیال کرے، اور مخلوق و نفس، خواہش و ارادہ بلکہ تمام ماسوی اللہ سے فانی ہو جائے، پھر تیرے لیے بخشش و عطا اور وسعت و فراوانی اور تعریف و توصیف کی زبانیں کھول دی جاتی ہیں، اس مقام پر تو ہمیشہ ناز و نعمت میں رہے گا، بس! بے ادبی سے بچ! اسی ذات کی طرف دیکھ جس کی نظر رحمت تجھے سایہ کیے ہوئے ہے، اسی کی طرف توجہ کر جس کا فضل تیری جانب متوجہ ہے، اسی کے ساتھ دوستی کا ہاتھ بڑھا جو تجھے دوست رکھتا ہے، اُسے جواب دے جو تجھے بلاتا ہے، اور اپنا ہاتھ اس کے دستِ قدرت میں دے جو تجھے کرنے سے تھامنے کے لیے بے تاب ہے، اور تجھے جہل کی تاریکیوں اور ہلاکت کے اندھیروں سے نکالنے کی فکر میں ہے، نجاست اور آلائش سے پاک کرتا ہے، نفس اور اس کی خواہشات نفسِ امارہ کی برائیوں راہِ ہدایت سے گراہ کر نیوالے ساتھیوں، جاہل دوستوں، راہِ حق کے لٹیروں، اور ہر بہتر اور پاکیزہ چیز سے رکاوٹ کا باعث بننے والے شیاطین سے رہائی دیتا ہے، آخر کب تک طبعی عادات، مخلوق، خواہشات اور ماسوی اللہ کے چکر میں پھنسا رہے گا، کائنات کے خالق اور ہر شے کو وجود عطا کرنے والی ذات سے کب تک گریزاں رہے گا؟ اول و آخر، ظاہر و باطن، مرجع و ماویٰ اسی کی ذاتِ قدس ہے۔ قلوب و ارواح کی طمانیت و سکون، ہر قسم کے باریکی و مرداری، اور احسان و عطا بخشش و فضل سب اسی ذاتِ یکتا سے وابستہ ہیں۔

(۶۳) معرفت کی ایک قسم

میں نے خواب میں دیکھا گویا میں کہہ رہا ہوں اے باطن میں اپنے نفس، ظاہر میں مخلوق اور عمل میں اپنے ارادے کے ذریعے خدا کے ساتھ شرک کرنے والے! ایک شخص جو میرے نزدیک موجود تھا کہنے لگا، یہ کیا بات ہے؟ میں نے کہا یہ معرفت کی ایک قسم ہے۔

(۶۴) زندگی جسے موت نہیں

ایک دن مجھے ایک امر نے تنگ کیا اور نفس اس کے دباؤ میں ہل گیا، آرام و سکون طلب کرنے اور اس تنگی سے بچھا پھڑانے کی خواہش کرنے لگا، مجھے کہا گیا تو کیا چاہتا ہے؟ میں نے کہا ایسی موت چاہتا ہوں جس کے بعد زندگی نہ ہو، اور ایسی زندگی چاہتا ہوں جس میں موت نہ ہو مجھے کہا گیا وہ کون سی موت ہے جس کے بعد زندگی، اور وہ کون سی زندگی ہے جس کے بعد موت نہیں، میں نے جواب دیا کہ وہ موت جس کے بعد زندگی نہیں اپنی ہم جنس مخلوق سے اس طرح مرجانا ہے کہ ان سے کسی قسم کے نفع و نقصان کا خیال نہ ہو، اور انسان دنیا و آخرت میں اپنے ارادہ و خواہشات سے اس طرح نکل آئے گویا وہ ان کے لیے مر گیا ہے، یہی وہ زندگی جس میں موت نہیں تو یہ دائمی حیات ہے جس میں وجود تو باقی نہیں رہتا البتہ فضل خداوندی میں فنا ہو کر انسان حیاتِ سرمدی حاصل کر لیتا ہے، فعل خداوندی میں فنا ثبوت کی موت ہی درحقیقت زندگی ہے، جب سے میں نے ہوش سنبھالی ہے میری سب سے اہم خواہش اور تمنا یہی تھی۔

(۶۵) قبولیتِ دعا میں تاخیر کی حکمتیں

دعا کی قبولیت میں تاخیر پر اپنے پروردگار پر کیوں برہمی کا اظہار کرتا ہے؟ کہتا ہے کہ مخلوق سے سوال کرنا بھی حرام قرار دیا گیا ہے، اللہ سے سوال کرتا ہوں تو وہ قبول نہیں کرتا! ہم تجھ سے پوچھتے ہیں کہ تو آزاد ہے یا غلام؟ اگر کہے کہ میں آزاد ہوں تو یہ کفر ہے! اور اگر کہے کہ میں غلام ہوں تو پھر اجابتِ دعا میں تاخیر کی وجہ سے اپنے مالک پر تہمت کیوں لگا رہا ہے؟ اس کا مقصد یہ ہے کہ تُو نے اس کی رحمت اور حکمت جو تجھ سمیت ساری مخلوق پر جاری و ساری ہے اور اس کے لیے ان تمام کے احوال کے علم میں شک کیا ہے؟ دوسری صورت یہ ہے کہ تو اپنے مالک پر کسی قسم کی تہمت کا ارتکاب نہیں کر رہا بلکہ اس تاخیر میں اس کی حکمت اور مصلحت کو مضمر سمجھ رہا ہے، تو تیرے لیے اس کا شک واجب ہے، کیونکہ آخر اس تاخیر کے سبب اس نے تیرے حسبِ حال تجھ سے فساد و ذکر کے نعمت اور بہتری پسند کی ہے، اس کے باوجود اگر تو

اس پر تہمت لگا رہا ہے تو تو کافر ہے! کیونکہ اس اتہام کی وجہ سے تو نے اس کی طرف ظلم کی نسبت کی ہے، حالانکہ وہ اپنے بندوں پر ظالم ہے اور ظلم کو پسند کرتا ہے بلکہ اللہ کے لیے ظلم کرنا محال ہے کیونکہ وہ تیرا اور تیرے علاوہ ہر شے کا مالک ہے اور مالک کو اختیار ہے کہ وہ جس طرح چاہے اپنی ملکیت میں تصرف کرے، اسے کسی صورت میں بھی ظلم نہیں کہا جاسکتا، الغرض ظالم وہ ہے جو دوسرے کی ملکیت میں اس کی اجازت کے بغیر تصرف کرے، لہذا اللہ تعالیٰ جو کچھ کرتا ہے اگرچہ وہ بظاہر تیری مصلحت، طبیعت اور خواہش نفس کے خلاف بھی کیوں نہیں تجھے اس پر برہمی اور چون و چرا کی اجازت نہیں ہے، صبر و شکر اور موافقت و رضا اختیار کر، اور الزام تراشی، سرکشی، برہمی اور خواہش جو راہ خدا سے گمراہ کرتی ہے، سے کنارہ کشی کر! ہمیشہ دعا اور صدق دل سے التجا میں مصروف رہ! اللہ سے نیک گمان اور کشود کار کی امید رکھ! اس کا وعدہ سچا سمجھ اور اس سے شرم کر! اس کی تابعداری کر! اور اس کی توحید کی حفاظت کر، اس کے احکام کی بجا آوری میں جلدی کر! اور اس کی ممنوعات سے پرہیز کر! اور اس کی قدر و فعل کے جاری ہونے کے وقت اپنے آپ کو مڑوہ سمجھ، اور اگر تہمت اور بدگمانی کے بغیر چارہ نہیں، تو پھر نفس پر تہمت لگانا زیادہ مناسب ہے جو رب کا نافرمان اور بُرائی پر اُکساتا ہے، اسی طرح پروردگار کی طرف ظلم کی نسبت کرنے سے نفس کی طرف ظلم کا انتساب کہیں زیادہ موزوں ہے، پھر ہر حال میں نفس کی تابعداری، دوستی اور اس کے قول و فعل پر راضی رہنے سے بچ! کیونکہ نفس اطاعت الہی کا مخالف اور خود تیرا دشمن ہے اور اللہ کے باغی اور تیرے دشمن شیطان مردود ملعون کا خاص دوست، نائب و جاسوس ہے اللہ سے ڈر! اللہ سے ڈر! اللہ سے ڈر! پرہیز کر! پرہیز کر! جلدی کر! جلدی کر! نفس پر تہمت دھرو اور ظلم کی نسبت بھی اسی کی طرف کر، اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان یاد رکھ:

مَا يَفْعَلُ اللَّهُ بِعَذَابِكُمْ إِنْ شَكَرْتُمْ وَآمَنْتُمْ بِهِ

(اور اللہ تمہیں عذاب دے گا اگر تم حق مانو اور ایمان لاؤ)

اور یہ ارشاد باری سامنے رکھ:

ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمْت اَيْدِيَكُمْ وَاِنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلّٰمٍ لِّلْعٰبِدِيْنَ
(یہ بدلہ ہے اس کا جو تمہارے ہاتھوں نے آگے بھیجا اور اللہ بندوں پر ظلم
نہیں کرتا)

اسی طرح یہ فرمانِ خداوندی بھی ملحوظ رہے :

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا وَلٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ
دبے جبکہ اللہ لوگوں پر کچھ ظلم نہیں کرتا، ہاں لوگ ہی اپنی جانوں پر ظلم
کرتے ہیں)

ان کے علاوہ دوسری بے شمار آیات اور احادیث ہیں جو سامنے رکھنی چاہئیں، اللہ کی
خاطر خواہشاتِ نفس کا دشمن، مخالف، اس پر حاوی اور صاحبِ حُثمت و لشکر ہو جا ! کیوں کہ
نفس اللہ تعالیٰ کے دشمنوں میں سب سے بڑا دشمن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام
سے فرمایا ہے : داؤد ! اپنی خواہشات ترک کر دے، کیونکہ میرے ملک میں خواہشات کے سوا
مجھ سے کوئی جھگڑا کرنے والا نہیں ہے۔

(۶۶) کثرتِ دُعا باعثِ رحمت ہے

یہ نہ کہہ کر میں اللہ سے دُعا نہیں کروں گا ! کیونکہ جس چیز کے بارے میں سوال کروں گا اگر وہ
میری قسمت میں ہے تو خواہ سوال کروں یا نہ کروں، وہ مجھے مل جائے گی اور اگر سرے سے وہ چیز
میری قسمت میں ہی نہیں تو وہ دُعا سے بھی مجھے نہیں ملنے کی، بلکہ دنیا و آخرت کی ہر وہ بہتر چیز جس کی
تجھے ضرورت ہے بشرطیکہ وہ حرام یا فساد کا موجب نہ ہو اللہ تعالیٰ سے طلب کر ! کیونکہ اللہ تعالیٰ
نے تجھے سوال کرنے کا حکم اور اس کی ترغیب دی ہے، فرمایا :

ادْعُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ

(مجھ سے دعا کرو، میں قبول کروں گا)

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَأَسْأَلُ اللَّهَ مِنْ فَضْلِهِ ۖ

(اور اللہ سے اس کا فضل مانگو)

آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

”قبولیت کا یقین رکھتے ہوئے اللہ سے دعا کرو۔“

ایک اور حدیث میں آپ کا فرمان ہے کہ:

”دعا کے لیے بارگاہِ خداوندی میں دستِ دعا دراز کرو۔“

ان کے علاوہ اور بھی اسی مضمون کی کئی احادیث ہیں، کبھی یہ خیال نہ کر کہ چونکہ میرا سوال شرفِ قبولیت حاصل نہیں کرتا اس لیے میں سوال بھی نہیں کروں گا بلکہ ہمیشہ اس سے مانگتا رہا! اس لیے کہ وہ چیز اگر تیرا مقصود ہے تو تیری دعا کے بعد تجھے عطا کر دی جائے گی، اس وقت یہ عطا تیری توحید میں استقامت، مخلوق سے بے نیازی، ہر حال میں بارگاہِ خداوندی کی طرف رجوع اور اسی ذاتِ قدس سے تمام حاجات کی روائی کا باعث بن کر ایمان و یقین میں اضافہ کرے گی، اور اگر وہ چیز تیرا مقصود نہیں ہے تو اس سے بے نیازی اور حالتِ فقر میں رضامندی کی دولت عطا کرے گا، اور اگر محتاجی اور مرض ہے تو تجھے اس میں بھی خوش رکھے گا، اگر قرض ہے تو قرض خواہ کو سختی سے نرمی اختیار کرنے یا تیری سہولت تک تاخیر کرنے یا معاف کرنے یا کم کر دینے پر مائل کر دے گا، ہاں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دنیا میں تو قرض تجھ سے ساقط نہ کیا جائے، لیکن تیرا سوال پورا نہ ہونے کی بنا پر آخرت میں تجھے ثوابِ عظیم عطا کر دے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نہایت کریم، بے نیاز اور رحمت والا ہے اپنے سائل کو دنیا و آخرت میں ناامید نہیں کرتا، اس کا فائدہ انسان کو ضرور پہنچتا ہے دنیا میں لے چاہے عقبیٰ میں، حدیث میں آیا ہے کہ مومن قیامت کے روز اپنے نامہ اعمال میں ایسی نیکیاں دیکھے گا جنہیں اس نے دنیا میں کیا ہی نہیں تھا، بلکہ اسے ان کا علم

لے نثار: ۳۲

لے مصری نسخے میں یہاں بالقصص ہے جو بالکل غلط ہے صحیح بالفقر ہے۔

تک نہ ہوگا، اس وقت اس سے پوچھا جائے گا کہ ان نیکیوں کے بارے میں تجھے کوئی علم ہے؟ تو وہ انکار کرے گا! چنانچہ اسے بتایا جائے گا کہ یہ نیکیاں تیری ان دعاؤں کا بدلہ ہیں جو دنیا میں تو مانگتا رہا ہے! خیال رہے کہ یہ نیکیاں کیوں بن جاتی ہیں، اس کی چند وجوہ ہیں، سوال میں بندہ اللہ کو یاد کرتا ہے، اس وقت خدا کی توحید کا تصور نکھر کر اُس کے سامنے ہوتا ہے، بندہ اس وقت مستحق دعا کے حقوق کی ادائیگی کر کے ایک چیز کو اپنے دائرہ کار میں ادا کر رہا ہوتا ہے، اور اپنی قوت و طاقت اور تکبر و بڑائی اور شرم کے مصنوعی پردوں سے نکل آتا ہے، یہ ساری باتیں نیک عمل ہیں، جن کا اللہ کے ہاں اجر و ثواب ہے۔

(۶۷) جہاد بالنفس

جس وقت تو نے نفس سے جہاد کیا، اور مخالفت کی تلوار سے قتل کر کے اس پر غلبہ حاصل کر لیا تو اللہ تعالیٰ اسے زندہ کر دے گا، چنانچہ وہ حرام و حلال چیزوں میں سے اپنی خواہشات کے مطابق پسندیدہ چیزیں طلب کرنے لگے گا اس وقت تجھے نفس کے ساتھ مجاہدہ کر کے اس پر غلبہ حاصل کرنا پڑے گا، تاکہ اللہ کے ہاں اس جدوجہد کا تجھے بہترین اجر دیا جائے، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے یہی معنی ہیں کہ رجعنا من الجہاد الا صغر الی الجہاد الا کبر (جہاد اصغر سے ہم اب جہاد اکبر کی طرف لوٹے ہیں)۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں لذات و شہوات اور گناہوں میں نفس کے انہماک کے سبب اس سے مجاہدے کو جہاد اکبر قرار دیا! فرمان خداوندی واعبدوا ربکم وحده لا شریک لہ (اور مرتے دم تک اپنے رب کی عبادت میں رہو) سے بھی یہی مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عبادت کا حکم دیا، اور عبادت بجائے خود مخالفت نفس ہے کیونکہ نفس جملہ عبادات کا مخالفت اور ان سے بچھا چھڑانے پر مہم رہتا ہے، اگر یہاں شبہ پیدا ہو کہ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نفس مبارک کیونکر کسرشی کر سکتا ہے؟ حالانکہ آپ میں کوئی خواہش تک باقی نہیں تھی ما یمنطق عن السہوی

ان هو الا دحی یوحیؑ۔ (اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے) تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو مخاطب فرما کر روز قیامت تک آپ کی امت کے لیے اس حکم کو عام کر دیا اور حضور سے خطاب کر کے اسے ایک شرعی حکم کا درجہ عطا فرمادیا! اللہ تعالیٰ نے نفس اور خواہشات آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محکوم بنا دیے، تاکہ یہ آپ کو کوئی ضرر نہ پہنچا سکیں، اور عام لوگوں کی طرح آپ کو مجاہدے کی ضرورت بھی باقی نہ رہے جب مومن آخر دم تک نفس کے ساتھ مجاہدہ باقی رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے اس سال میں ہا کر ملتا ہے کہ نفس و خواہش کو قتل کرنے والی خون آلود تلوار اس کے ہاتھ میں ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ جنت میں اسے وہ ساری نعمتیں عطا فرماتا ہے جن کا وہ وعدہ فرما چکا ہے، ارشاد خداوندی ہے:

واقامن خاف مقام ربہ ونہی النفس عن الہوی فان الجنة ہی الماوی۔

(اور وہ جو اپنے رب کے حضور کھڑا ہونے سے ڈرا، اور نفس کو خواہش سے روکا تو بے شک جنت ہی ٹھکانہ ہے)

جب اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا تو جنت اس کا گھر، قرار گاہ اور ٹھکانہ بنا دے گا، اور یہاں مومن جنت سے باہر نکلنے، کسی دوسری جگہ منتقل ہونے اور دنیا کی طرف لوٹنے سے محفوظ ہو جائے گا، جس طرح مومن دنیا میں ہر روز اور ہر ساعت نفس اور خواہشات سے نئے نئے مجاہدے کیا کرتا تھا، اسی طرح اللہ تعالیٰ ہر روز اور ہر ساعت، قسم قسم کی تازہ نعمتیں اور طرح طرح کے لباس اور بے شمار خوب صورت آراستگی کے سامان عنایت فرمائے گا، البتہ منافق، کافر، گنہگار، جس طرح دنیا میں نفس و خواہشات کی اتباع اور شیطان کی پیروی میں مصروف تھے، اور کفر و شرک کے علاوہ طرح طرح کے گناہوں میں ملوث تھے اور اسی حالت کفر ہی میں بلا توبہ رخصت ہو گئے تو اللہ تعالیٰ انہیں اس آگ میں ڈالے گا جو کفار کے لیے تیار کی گئی ہے جس کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے:

وَاتَّقُوا النَّاسَ الَّتِي أُعْذِتْ لَكُمْ فَزِينَ ۚ

(اس آگ سے بچو جو کافروں کے لیے تیار رکھی ہے)

جس وقت یہ لوگ آگ میں داخل ہو جائیں گے تو آگ ان کا ٹھکانہ، مستقر اور گھر بن جائے گی۔ یہ نار ووزخ ان کے گوشت پوست کو جلا کر رکھ دے گی! پھر انہیں نیا گوشت پوست ملے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

كَلَّمَافضجت جلودهم بجلوداغيرها۔ ۛ

(اور جب کبھی ان کی کھالیں پک جائیں گی ہم ان کے سوا اور کھالیں انہیں بدل دیں گے)

اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور نفس وخواہشات کی اتباع کی وجہ سے ان لوگوں کے ساتھ یہ حشر ہوا، اہل ووزخ کو تازہ عذاب اور تکلیف دینے کی خاطر ہر وقت نیا گوشت پوست ملے گا اور اہل جنت ہر آن نئی نعمتوں سے شاد کام ہو رہے ہوں گے، تاکہ اس مقام پر وہ اچھی طرح لطف اٹھائیں، یہ انعامات دنیا میں جہاد بالنفس اور اسے مغلوب کرنے کی وجہ سے ان لوگوں کو عطا ہوں گے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کہ ”دنیا آخرت کی کھیتی ہے“ کے یہی معنی ہیں۔

(۶۸) کلّ یوم ہو فی شان

جب اللہ بندے کی دعا قبول کرتا ہے اور جو چیز وہ طلب کرے اسے عطا کرتا ہے تو اس سے ارادہ الہی میں کوئی فرق آتا ہے اور نہ نوشتہ تقدیر لوٹتا ہے چونکہ اس کا سوال اپنے وقت پر اور مراد الہی کے مطابق ہوتا ہے، اس لیے قبول ہو جاتا ہے اور وقت مقدر میں جو چیز اس کے لیے ازل سے مقرر ہے، وقت آنے پر وہ پوری ہو کر دہتی ہے جیسا کہ اہل علم نے اللہ کے فرمان کلّ یوم ہو فی شان کے بارے میں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ مقدرات کو اوقات مقررہ کے مطابق چلاتا ہے اور دنیا میں کسی کو صرف دعا سے کوئی چیز دیتا ہے اور نہ کوئی چیز لوٹاتا ہے،

اور یہ جو حدیث شریف میں آیا ہے کہ :

”تقدیر کو دُعا کے سوا کوئی چیز نہیں بدلاتی۔“

اس سے مراد بھی وہی تقدیر ہے جسے اس دُعا سے تبدیل ہونے کا حکم ہے، اور آخرت میں کوئی شخص صرف اپنے اعمال کی وجہ سے جنت میں داخل نہ ہوگا بلکہ اللہ کی رحمت ہی اسے جنت کا مستحق بنا دے گی، البتہ جنت میں اعمال و درجات کی کمی بیشی کا سبب ضرور بنیں گے، حدیث میں آیا ہے کہ ائمہ المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آن حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ”کیا کوئی شخص محض اپنے عمل کی بدولت جنت میں داخل ہوگا؟“

آپؐ نے فرمایا: نہیں بلکہ خدا کی رحمت سے جنت میں داخل ہوگا۔

اس پر انہوں نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! آپؐ بھی نہیں؟

فرمایا: ”میں بھی نہیں، مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رحمت میں ڈھانپ لے۔“ یہ فرما کر آپؐ نے اپنا ہاتھ مبارک سر پر رکھ لیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کسی کا کوئی حق نہیں ہے، اور وہ اپنے وعدے کے ایفا کا پابند ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے جسے چاہے گا عذاب دے گا، اور جسے چاہے گا بخش دے گا، جس پر چاہے گا رحم کرے گا، اور جسے چاہے گا نعمتوں سے نوازے گا، وہ جو کچھ چاہتا ہے کرتا ہے، اس سے کوئی پرسش نہیں جبکہ مخلوق اس کے سامنے جواب دہ ہے، جسے چاہتا ہے اپنی نوازش و احسان سے بے پایاں رزق عطا کرتا ہے، اور جسے چاہتا ہے اپنے عدل و انصاف کا مظاہرہ کرتے ہوئے حسبِ حال دیتا ہے، اور ایسا کیوں نہ ہو؟ عرشِ عِلا سے تختِ الشریٰ تک جو زمین کے ساتویں طبقے سے بھی نیچے ہے ساری مخلوق اسی کی ملک اور اسی کی پیدا کردہ ہے، اس کے علاوہ کوئی اس کا مالک ہے اور نہ خالق، اس کا ارشاد ہے:

﴿اللہ مع اللہ﴾

(کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا ہے) اور

هل من خالق غیر اللہ

(کیا اللہ کے سوا کوئی بھی خالق ہے) اور

هل تعلم له سمياً

(کیا اس کے نام کا دوسرا جانتے ہو)

ایک اور مقام پر ارشاد باری ہے :

قل اللهم مالك الملك تؤتي الملك من تشاء وتنزع الملك ممن تشاء وتقرن من تشاء وتذل من تشاء بيدك الخير اناك على كل شيء قدير تولى الليل في النهار وتولى النهار في الليل وتخرج الحي من الميت وتخرج الميت من الحي وترزق من تشاء بغير حساب

(یوں عرض کر اے اللہ ملک کے مالک ! تو جسے چاہے سلطنت دے اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے، اور جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے ساری بھلائی تیرے ہی ہاتھ ہے بے شک تو سب کچھ کر سکتا ہے تو دن کا حقہ رات میں ڈالے اور رات کا حقہ دن میں ڈالے اور مردہ سے زندہ نکالے اور زندہ سے مردہ نکالے، اور جسے چاہے بے گنتی دے)

(۶۹) بارگاہِ خداوندی سے سوال کے آداب

سابقہ گناہوں کی مغفرت اور حال و مستقبل میں گناہوں سے عصمت کے سوا اللہ سے کچھ نہ مانگ، حسنِ طاعت، احکامِ الہی کی بجا آوری، نافرمانی سے بچنے، قضا و قدر کی سختیوں پر رضا مندی، آزمائش میں صبر، نعمت و بخشش کی زیادتی میں شکر، خاتمہ بالخیر، اور انبیاء و صدیقین اور شہداء و صالحین ایسے بہترین رفقاء کی رفاقت کی توفیق طلب کر ! اور اللہ تعالیٰ سے دنیا طلب کر اور نہ آزمائش و تنگ دستی کی بجائے تو نگری و دو تمنہ مندی مانگ بلکہ تقدیر اور تدبیر الہی پر رضا مندی کی دولت کا سوال کر ! اور جس حال میں خدا نے تجھے رکھا ہے اس کی دائمی حفاظت

کی دُعا کر! کیوں کہ تجھے پتہ نہیں کہ ان میں سے تیری بھلائی کس چیز میں ہے؛ محتاجی اور تنگدستی میں یا دولت مندی اور تو نگری میں؛ آزمائش میں یا عافیت میں؛ علمِ اشیاء اللہ نے تجھ سے معنی رکھا ہے، ان کے مفاسد اور مصالح کے علم میں وہ یگانہ ہے، حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ نے فرمایا: مجھے اس بات کی کوئی پروا نہیں کہ میں کس حال میں صبح کروں گا کیا اس حال پر جسے میری طبیعت بُرا جانتی ہے یا اس حال پر جسے میری طبیعت اچھا سمجھتی ہے کیونکہ مجھے پتہ نہیں کہ میری بھلائی اور بہتری کس میں ہے؛ آپ نے یہ بات تدبیرِ خداوندی پر رضا مندی کے اعلیٰ مقام کے حصول اور اللہ تعالیٰ کے اختیار اور حکم پر اطمینان و سکون نصیب ہونے کے سبب فرمائی، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

کُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كَرْهٌ لَّكُمْ وَعُسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعُسَىٰ أَنْ تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝
(تم پر فرض ہوا خدا کی راہ میں لڑنا اور وہ تمہیں ناگوار ہے اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں بُری لگے اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو، اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں پسند آئے اور وہ تمہارے حق میں بُری ہو، اور اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے)

اس حالت پر اس وقت تک رہ کہ تیری خواہش مٹ جائے اور نفسِ منکسر ذلیل مغلوب اور تیرا فرمانبردار ہو جائے تیری آرزو اور ارادے ختم ہو جائیں، تیرا دل تمام علالتی سے خالی ہو جائے اور دل میں اللہ کے سوا کچھ باقی نہ رہے، تیرا دل محبتِ الہی سے معمور ہو جائے اور اللہ کی طلب میں تیرا ارادہ صادق ہو جائے اس وقت اذنِ الہی کے ساتھ دونوں جہان کی قسمت کے حصول کی طرف تیرا ارادہ پلٹے گا، اور تو اللہ سے اپنا حق طلب کرے گا، اور یہ بھی حکمِ خداوندی کے امتثال اور اس کی موافقت میں ہوگا، اگر وہ عطا و بخشش کرے گا، تو تو شکر ادا کرے گا اور اسے قبول کرے گا، اور اگر وہ کچھ نہ دے تو اس پر برہمی کا اظہار کرے گا اور نہ دل میں کسی رنج و غصے کو



سراج ہونے کے باوصف آزمائش و ابتلا کے اعتبار سے بھی سب سے سخت مقام پر تھے، چنانچہ آپ کا فرمان ہے کہ:

”خوفِ خدا کے اعتبار سے میں تم سب سے بڑھا ہوا ہوں اور راہِ خدا میں کسی کو اتنی تکلیف نہیں دی گئی جس قدر تکلیف مجھے اٹھانا پڑی ہے، ایک مہینہ کے شب و روز میں نے اس طرح گزارے کہ ہمارے پاس اس قدر کھانا بھی نہیں تھا جو بلالؓ کی نعل میں چھپ جاتا۔“

اسی طرح آپ کا فرمان ہے کہ:

”ہم گروہِ انبیاء آزمائش و ابتلا کے اعتبار سے اور لوگوں سے زیادہ سخت ہیں، پھر اسی طرح درجہ بدرجہ!“

ایک اور حدیث میں آپ کا ارشاد ہے:

”میں تم سب سے زیادہ عارف باللہ ہوں لیکن سب سے زیادہ اس سے ڈرتا ہوں۔“

دیکھیے یہاں محبوب و مراد کس طرح آزمائش و ابتلا اور خوف کی حالت میں ہے، ظاہر بات ہے کہ یہ سب کچھ جنت کے بلند ترین مراتب کے حصول کی خاطر تھا جیسا کہ ہم اس کی طرف اشارہ کر آئے ہیں کہ جنت میں اعمال ہی کی بدولت مراتب و درجات عطا کیے جائیں گے، دنیا آخرت کی کھیتی ہے واضح رہے کہ احکام کی ادائیگی اور منیات سے پرہیز کے بعد انبیاء اور اولیاء کے بہترین معمولات صبر و رضا اور ابتلا و آزمائش میں تقدیر کی موافقت ہیں، آخر کار ابتلا و آزمائش ان سے اٹھا لی جاتی ہے اور وہ ابد الابد تک ناز و نعمت اور فضل و عنایت کی وجہ سے بارگاہِ الوہیت کی تجلیات کے مشاہدے میں مستغرق رہتے ہیں۔

(۷۲) بازار میں داخل ہونے کے آداب

دیندار اور متقی لوگوں میں سے جو نماز پیکانہ اور حجیرا اپنی دوسری ضروریات کی بنا پر بازاروں میں نکلتے ہیں چند اقسام کے لوگ ہیں، ان میں سے بعض وہ لوگ ہیں جو بازار میں مختلف

شہوات اور لذات کے اسباب کو دیکھ کر ان میں پھنس جاتے ہیں، یہ چیزیں ان کے دلوں میں کھب جاتی ہیں اور اس فتنے میں مبتلا ہو کر خواہش اور پیروی نفس کا شکار ہو جاتے ہیں اور دین و عبادت کو چھوڑ کر اپنی بربادی کا سامان پیدا کر لیتے ہیں، ہاں یہ علیحدہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت و حفاظت کے صدقے انہیں ان سے باز رکھ لے تو البتہ وہ بچ جاتے ہیں، اور بعض وہ ہیں، جو ان لذات اور خواہشات کی وجہ سے قعر ہلاکت کے کنارے پہنچ جاتے ہیں لیکن اچانک اپنے عقل و شعور اور دین کی طرف لوٹ آتے ہیں اور تہ تکلف صبر کر کے ان لذائذ کے چھوڑنے کی تلخی برداشت کر لیتے ہیں، ان کی مثال مجاہدین کی سی ہے اللہ تعالیٰ اپنے نفس و طبیعت اور خواہش و شہوت پر جہاد طبعی کے ذریعے قابو پانے پر ان کی امداد کرتا ہے، بعض روایات میں آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ شہوت سے عاجزی کے وقت یا شہوت پر قدرت کے وقت دونوں صورتوں میں جب مومن اسے ترک کرتا ہے تو اس کے نامہ اعمال میں کثرت سے نیکیاں لکھی جاتی ہیں، اور بعض ان لوگوں میں سے وہ ہیں جو ان دنیاوی لذائذ کو حاصل کر کے انہیں استعمال میں لاتے ہیں اور دنیا و مال کی نعمتوں میں سے انہیں جو وسعت اور کشادگی نصیب ہوئی ہے اس پر شکر الہی بجالاتے ہیں اور کچھ لوگ ان میں سے وہ ہیں جو ان لذائذ کو خاطر میں لاتے ہیں اور نہ ان کی طرف کوئی التفات کرتے ہیں، ان کی آنکھیں ماسوی اللہ سے بند ہیں، اس کے علاوہ کوئی چیز ان کی نگاہ میں ہی نہیں ٹھہرتی، اور ان کے کان غیر اللہ سے بہرے ہیں، اس کے ماسوی سے وہ کچھ سنتے ہی نہیں، ان کا اپنا ایک مشغلہ (دیدار یار) ہے، محبوب کے علاوہ کسی چیز کو دیکھنے اور چاہنے کی انہیں فرصت ہی کہاں ہے! جس چیز پر ایک دنیا لٹو ہے انہیں اس سے کوئی واسطہ نہیں اگر تو انہیں بازار میں گزرتا دیکھ کر پوچھے کیا چیز دیکھی ہے؟ تو وہ یہی جواب دیں گے کہ ہم نے کچھ نہیں دیکھا، ہاں ہاں انہوں نے بازار کی چیزوں کو دیکھا ہے لیکن سر کی آنکھ سے، چشم دل سے نہیں، اتفاقاً نظر پڑی ہے خواہش سے نہیں دیکھا، صورت میں تو انہیں دیکھا لیکن حقیقت میں نہیں دیکھا، ظاہر میں دیکھا لیکن باطن میں نہیں دیکھا، بازار کے اسباب و سامان کو ظاہر سے دیکھتے ہیں مگر جمال الوہیت کا مشاہدہ تو وہ چشم حقیقت سے کر رہے ہوتے ہیں، وہ ہیں کبھی اس کمال اور گاہے اس کے جلال کا نظارہ کرتے ہیں، اور بعض ان میں سے وہ ہیں کہ جب بازار میں

داخل ہوتے ہیں تو اہل بازار کی چیزوں کی طرف التفات سے انھیں باز رکھتی ہے اور وہ بازار میں داخل ہونے کے وقت سے باہر نکلتے وقت تک ان کے لیے استغفار اور شفاعت کی دعا میں مشغول رہتے ہیں، ان کا دل ان کے نفع و نقصان پر گڑھتا ہے اور آنکھیں روتی ہیں، اور ان کی زبان حمد و ثنا میں مشغول رہتی ہے، پس یہی وہ لوگ ہیں جو مخلوق اور دنیا کے نگران ہیں، اور اگر تو چاہے تو انھیں عارف، ابدال، زاہد، عالم، غائب و حاضر، محبوب و مراد خدا، مخلوق اور دنیا کے خلیفہ، سفیر حق، شیریں بیان، ہادی، مہدی اور رہنما و مرشد، ایسے معزز القابات سے بھی یاد کر سکتا ہے، دراصل یہی لوگ کیمیا ئے اعظم، اور عقیق کے بیضے کی طرح نادر ہیں، ان پر اور اس راہ کے آخری مقام پر پہنچنے والے ہر سالک پر اللہ کی مہربانی و رحمت نازل ہو۔

(۷۳) اولیاء اللہ نباضِ فطرت ہیں

کبھی اللہ تعالیٰ اپنے ولی کو دوسروں کے عیوب، کذب، اقوال و افعال کے شرک، باطنی بُرائی اور نیت پر مطلع کر دیتا ہے اور وہ ولی اللہ اپنے رب، رسول اور دین کی وجہ سے غیرت کا مظاہر کرنے ہوئے سخت غضبناک ہو جاتا ہے، آخر اندرونی تکالیف اور بیماریوں کی موجودگی میں کس طرح ظاہر حال کو دیکھ کر سندرستی و سلامتی کا حکم لگایا جاسکتا ہے؟ اور شرک کی موجودگی میں توحید کا بے بنیاد دعویٰ کیونکر صحیح ہو سکتا ہے، شرک کفر اور قرب خداوندی سے دوری کا باعث ہے، یہ تو شیطان لعین ایسے دشمن اور منافقوں کی صفت ہے جو ہمیشہ کے لیے دوزخ کے سب سے نچلے طبقے میں ٹرتے رہیں گے، پھر اس کے بلند بانگ و عاوی، مقام صدیقیت پر فائز ہونے، مراد الہی ہونے، اور اس کی قدرو فعل میں فنا ثبیت کا مرتبہ پانے والوں کی ہمسری کے چھوٹے دعوؤں کے سبب ولی کی زبان پر اس کے عیوب، افعالِ خبیثہ اور بے حیائی کا ذکر آ جاتا ہے، اور کبھی یہ ذکر غیرت کی وجہ سے اور بسا اوقات اس کے انکار اور نصیحت کے لیے ہوتا ہے اور کبھی اس کذاب اور چھوٹے مدعی پر فعل و ارادہ اور غضب الہی کی شدت کے غالب ہونے کی بنا پر ہوتا ہے، چنانچہ اس ولی اللہ کی طرف بعض لوگ غیبت کا اتساب کر دیتے ہیں، پھر کہتے ہیں کہ کیا ولی بھی غیبت لے مصری نسخے میں عبارت یوں ہے فیضان الی اللہ عزوجل غیبۃً (العیاذ باللہ) یہ بالکل غلط ہے صحیح فیضان الی ولی اللہ ہے۔

کہتا ہے، حالانکہ اس کا کام غیبت سے روکنا ہے، کیا کسی ولی اللہ کے لیے مناسب ہے کہ وہ کسی حاضر یا غائب کو ایسی بُرائی کے ساتھ جو عام و خاص پر ظاہر نہیں، یاد کرے؛ خیال رہے کہ ان لوگوں کی یہ بات اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے ضمن میں آتی ہے،

وَاتَّهِمُوا اكْبَرُ مِنْ نَفْعِهِمَا ۚ

(اور ان کا گناہ ان کے نفع سے بڑا ہے)

اگرچہ بظاہر یہ ایک ولی پر نکیر ہے، لیکن دراصل اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا باعث اور اس پر اعتراض ہے، اور منکر کا حال حیرت کے سوا کچھ نہیں ہوتا، ان حالات میں منکر کے لیے سکوت اختیار کرنا، تسلیم کرنا اور شرع میں اس کی تاویل تلاش کرنا ضروری ہے نہ یہ کہ وہ مجھوٹے و عادی کے مدعی پر طعن کرنے والے ولی پر اعتراض کر کے بالواسطہ اللہ تعالیٰ پر معترض بن بیٹھے، اور کبھی ولی کا کسی شخص کے بارے میں ایسا ذکر اس کی بُرائی کی بیخ کنی، تو بہ کی طرف رغبت دلانے، اور اسے جہل و حیرت کی وادیوں سے نکلنے کے لیے ہوتا ہے اور یہ متکبر کے غرور اور سرکشی سے ہلاک ہونے والے کے فائدے اور نفع کے لیے اللہ کی طرف سے تنبیہ ثابت ہوتی ہے، اور اللہ جسے چاہتا ہے راہِ مستقیم کی طرف ہدایت کرتا ہے۔

(۷۴) کائنات کی ہر شے توحیدِ خداوندی پر دلیل ہے

عقل مند آدمی کو چاہیے کہ پہلے اپنے وجود اور اس کی ترکیب پر غور کرے پھر جمیع مخلوقات اور موجودات پر نگاہ ڈالے اور ان سے ان کے خالق اور عدم سے وجود بخشنے والے پر دلائل پکڑے کیونکہ ہر صنعت صانع کی متقاضی فاعل کی حکمت اور مضبوط قدرت کی نشانی ہے تمام اشیاء اس کی صنعت سے موجود ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے فرمان وسخرکم ما فی السموات وما فی الارض جمیعاً منہ (اور تمہارے کام میں لگائے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے) کی تفسیر میں جو کچھ فرمایا ہے اس سے مراد بھی یہی ہے

آپ نے فرمایا کہ:

”ہر چیز میں اسمائے الہی میں سے ایک اسم ہے اور ہر چیز کا نام اسمائے الہی میں سے کسی نہ کسی اسم کا مظہر ہے، پھر تو اسماء و صفات اور افعالِ حق کے دریاں ہیں وہ اپنی قدرت سے پوشیدہ اور اپنی حکمت سے ظاہر ہے، اپنی صفات کے ذریعے تو وہ عیاں ہے لیکن ذات کے اعتبار سے باطن ہے اس نے اپنی ذات کو صفات کا اور صفات کو افعال کا حجاب دے رکھا ہے، اور علم کو ارادے اور ارادے کو حرکات کے ساتھ ظاہر کرتا ہے، اپنے کمال اور صنعت کو مخفی کر رکھا ہے، بلکہ صنعت کو ارادے سے ظاہر کرتا ہے اور وہ اپنے غیب میں باطن اور اپنی حکمت و قدرت میں ظاہر ہے، کوئی شے اس کی مثال نہیں وہ سمیع و بصیر ہے۔“

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اپنی اس بات میں معرفت کے وہ اسرار و رموز بیان کیے ہیں جو صرف انہی سینوں میں محفوظ ہوتے ہیں جو نورِ توحید کا مضبوط ہونے کی وجہ سے جگمگ جگمگ کر رہے ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو یہ مقام اس لیے ملا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک ان کے لیے بلند ہوئے تھے کہ اے اللہ! اسے دین کی سمجھ عطا کر! اور اسے تاویل (تفسیر) کا علم عطا کر! اللہ تعالیٰ ہمیں ان کی برکات سے مستفید فرمائے، اور اس مبارک گروہ میں شامل کرے۔

(۷۵) حقیقت فقر و تصوف

میں تجھے وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈر! اس کی فرمانبرداری اختیار کر! ظاہرِ شرع کی پابندی کر! سینے کو پاک اور چہرہ تروتازہ اور مسرور رکھ! ضروری امور بجالا اور ضرر رساں باتوں سے پرہیز کر! فقر و فاقہ اور تکالیف برداشت کر! بزرگوں کی عزت و احترام کا خیال رکھ! بھائیوں کے ساتھ حسن سلوک اور اپنے سے کم عمر والوں کے ساتھ خیر خواہی و نصیحت کے جذبہ سے مہین! دنیوی امور میں جھگڑا اور لالچ چھوڑ دے اور قربانی و ایثار کا جذبہ اپنا! کسی بھی چیز کی

ذخیرہ اندوزی سے بچ! جو لوگ گروہِ اصفیاء سے دور ہیں ان کی صحبت و مجالست سے پرہیز کر! اور دین و دنیا کے امور میں تعاون کا جذبہ اختیار کر! اور فقر کی حقیقت یہ ہے کہ اپنے ہم مثل لوگوں کے سامنے دستِ ضرورت دراز نہ کرے اور تو نگری کی اصلیت یہ ہے کہ اپنے ایسوں سے بے نیاز ہو جائے تصوف خالی قیل و قال سے نہیں بلکہ مجھوک اور نفس کی پسندیدہ اشیاء کے ترک کرنے سے حاصل ہوتا ہے، فقیر کے ساتھ پہلے پہل علم سے نہیں بلکہ نرمی و محبت سے پیش آنا چاہئے! کیونکہ علم اسے وحشت و نفرت دلائے گا اور نرمی محبت و الفت! واضح رہے کہ تصوف کی بنا آٹھ خصلتوں پر ہے۔ سخاوت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح، رضا حضرت اسحق علیہ السلام کی طرح، صبر حضرت ایوب علیہ السلام کی طرح، مناجات حضرت زکریا علیہ السلام کی طرح، سیر و سفر حضرت یحییٰ علیہ السلام کی طرح، باس تصوف حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح، سیاحت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح، فقر ہمارے آقا مولیٰ حضرت مستدر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح، ان سب پر سلام ہوں۔

(۷۶) وصیتِ غوثیہ

میں تجھے وصیت کرتا ہوں کہ اُمراء سے باوقار طریقے سے مل! اور فقراء کی بارگاہ میں عاجزی سے حاضر ہو، اور تواضع اور خلوص اختیار کر! خلوص وہ اعلیٰ صفت ہے جس پر ہر وقت خالق کی نگاہ عنایت ہے، اسباب میں اللہ پر تہمت نہ لگا، اپنے تمام حالات میں اسی کی ذات سے سکون و اطمینان کی دولت طلب کر! اپنے بھائی کے حقوق اس بنا پر کہ اس کے اور تیرے درمیان یک جہتی سے پامال نہ کر، فقراء کی صحبت تواضع، حسنِ ادب اور سخاوت سے اختیار کر، اپنے نفس کو مار کر حیاتِ حقیقی حاصل کر! وسیع الاخلاق شخص اللہ سے بہت زیادہ نزدیک ہوتا ہے اور سب سے اچھا عمل اپنے باطن کو غیر اللہ کی طرف التفات کرنے سے بچانا ہے

لے لاہوری فننے کی عبارت یوں ہے ان تستغنی عما هو مثلك جبکہ مصری نسخے میں ان تستغنی عن
هو مثلك ہے ہم نے مؤخر الذکر کو ترجیح دی ہے۔

لوگوں کو حق اور صبر کی وصیت کر اور تیرے لیے فقیہ کی صحبت اور ولی کی خدمت ہی کافی ہے ، اور فقروں ہے جو اللہ کے علاوہ ہر شے سے بے نیاز ہے ، اپنے سے کم عمر والے پر حملہ کرنا نامردی ، اپنے برابر والے پر بدخلقی اور اپنے سے بڑے پر بے شرمی ہے ۔

فقر و تصوف جہد و جہد کا نام ہے اس میں کسی پیسہ کی کمیزش نہ کر ! اللہ ہیں اور تجھے اس کی توفیق ارزانی کرے ، اے ولی ! ہر حال میں تیرے لیے ذکر الہی لازم ہے کیونکہ ذکر تمام نیکیوں کا جامع ہے ، اللہ کے عہد و پیمان کی رستی مضبوطی سے پکڑ ! کیونکہ ہر ضرر و سزاں چیز کا دافع وہی ہے تجھے قضا و قدر کے ہر فیصلے کے لیے تیار رہنا چاہیے ، کیونکہ یہ واقع ہو کر رہیں گے ، اور واضح رہے کہ تیری تمام حرکات و سکنات کی پرکاش ہوگی ، لہذا وقت کی مناسبت سے اچھے سے اچھے امور کی بجا آوری میں مشغول رہ ! اپنے اعضاء و جوارح کو فضول کاموں سے بچا ! اللہ و رسول اور حاکم (شرع) کی اطاعت کر ! حاکم وقت کے حقوق کی نگہبانی کر ! اور اپنے اس پر چھوڑ دے ان کا مطالبہ نہ کر ! اور ہر حال میں اس کے لیے دعا کر ۔

مسلمانوں کے بارے میں اپنی تیت صاف اور گمان نیک رکھ ! اور ان کے لیے ہر ممکن سہلائی اور بہتری اختیار کر ! اپنی رات اس حال میں نہ گزار کہ تیرے دل میں کسی کی بُرائی یا کینہ و دشمنی بھری ہوئی ہو ، جو تجھ پر زیادتی کرے اس کے حق میں دُعاٹے نہ کر ! اپنا دھیان ہر آن اللہ کی طرف رکھ ! رزق حلال فرض شریعت و طریقت ہے جس چیز کے متعلق تجھے علم نہیں وہ اس راہ کے علماء سے حاصل کر ! اللہ سے جیاد و شرم کر ! اللہ کی صحبت اختیار کر ! اور غیر اللہ سے صحبت الہی کی رعایت سے مل ! اپنی صبح کا آغاز صدقہ و خیرات سے کر ! اور اپنی ہر شام اس روز فوت ہونے والے مسلمانوں کی نماز جنازہ میں گزار ، نماز مغرب کے بعد نماز استخارہ ادا کر ! اور صبح و شام سات مرتبہ اس دعا کا ورد رکھ :

اللہم احبرنا من النار۔

لے مصری نسخے میں علیک بالحق ہے جبکہ لاہوری نسخے میں علیک بالتواصی بالحق والصبر ہے ۔

لے مصری نسخے میں و علی من ہو فوقک فخر ہے جو بالکل غلط ہے ۔

اور قرآن مجید کی یہ آیات اپنا وظیفہ بنا:

اعوذ باللہ العلیم من الشیطان الرجیم ھو اللہ الذی لا الہ الا ھو

عالم الغیب والشہادۃ ھو الرحمن الرحیم (آخر سورت تک)

اللہ ہی توفیق دینے والا اور مددگار ہے کیونکہ ساری قوت و طاقت خدائے بزرگ و برتر ہی کی ذات سے عطا ہوتی ہے۔

(۷) تعلق باللہ اور تعلق بالخلق

اللہ کا اس طرح ہو جا کر یا مخلوق موجود ہی نہیں اور مخلوق کے ساتھ یوں رہا گویا نفس ہے ہی نہیں، جب تو مخلوق کا حجاب اٹھا کر اللہ کی طرف بڑھے گا، تو اسے پالے گا، اور دوسری کل موجودات سے بے نیاز ہو جانے کا، اور جب نفس کے بغیر مخلوق کے ساتھ رہے گا تو عدل و تقویٰ کرے گا، اور ہر قسم کی تکلیفوں سے محفوظ رہے گا، ان تمام کو دروازے پر چھوڑ کر اپنی خلوت گاہ میں تنہا داخل ہو، پس خلوت ہی میں چشم حقیقت سے تجھے اپنے مونس کا دیدار، اور موجودات کے ماسوائی کا مشاہدہ ہوگا، نفس ختم ہو جانے کا، اور اس کی جگہ قرب خداوندی اور امر الہی نصیب ہوگا۔ اس وقت تیرا جہل علم، تیرا بعد قرب، تیری خاموشی ذکر، اور تیری وحشت موانعت میں بدل جائے گی، اے ساکبِ طریقت! مقام عبودیت میں خالق اور مخلوق کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اگر تو خالق کو پسند کرتا ہے تو اعلان کر دے کہ پروردگار عالم کے علاوہ باقی سب میرے دشمن ہیں، جس نے اُسے چکھا اس نے جانا، کسی نے پوچھا حضور! جس پر صفرا کی تلخی غالب ہے وہ شیرینی کا ذائقہ کیونکر پاسکتا ہے؟ فرمایا: بہ تکلف و قصد خواہشات کے مٹانے اور ختم کرنے کا عمل کرے، اے ساکبِ طریقت! مومن جب نیک عمل کرتا ہے تو اس کا نفس قلب کے حکم میں ہو جاتا ہے اور نفس قلب کے معارف جان لینا ہے، پھر قلب اس کا بستر ہو جاتا ہے اور بستر دوسرے حال کی طرف لوٹ جاتا ہے فنا بقا بن جاتی ہے۔

اس کے بعد آپ (حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ) نے فرمایا دوستوں کے لیے ہر دروازے میں پذیرائی ہے فنا مخلوق کو نیست کر دینا اور اپنی طبیعت کو ملائکہ کی خاصیت سے

بدل دینا ہے، پھر خاصیت ملائکہ سے فنا ہو کر پہلی حالت پر آجانا ہے، اس وقت اللہ تعالیٰ شراب معرفت سے حسبِ نشاء سیراب کرتا ہے، اور جس قدر چاہتا ہے تجھ میں انوار و رحمت پیدا کر دیتا ہے، اگر تو یہ مقام و مرتبہ چاہتا ہے تو تیرے لیے (عملی طور پر) مسلمان ہونا قضاء و قدر کا ماننا، اللہ کو جانتا اور اس کا عرفان حاصل کرنا اور ذاتِ حق کے ساتھ موجود رہنا ضروری ہے جب تیرا وجود ذاتِ حق میں فنا ہو جائے گا تو تیرا سب کچھ اسی لمحے لیے ہوگا، زُبد ایک گھڑی اور تقویٰ دو ساعتوں کا کام ہے لیکن معرفتِ الہی تو ایک ابدی حقیقت ہے۔

(۷۸) طریقت کے اصولِ عشرہ

اہلِ مجاہدہ و محاسبہ اور اولو العزم لوگوں کی دس معروف خصلتیں ہیں، جن پر وہ ہمیشہ عمل کرتے ہیں، جب اللہ کے حکم سے وہ انہیں مضبوطی سے قائم کر لیتے ہیں، تو بلند مراتب پر پہنچ جاتے ہیں، پہلی خصلت یہ ہے کہ انسان عمدً یا سہواً جھوٹ سچ پر اللہ کی قسم نہ اٹھائے جب یہ بات اس کی طبیعت میں راسخ ہو جائے گی اور اپنی زبان کو مادی بنائے گا تو سہواً قصداً قسم کھانے سے محفوظ ہو جائے گا، جب اسے اپنی عادتِ ثانیہ بنائے گا تو اللہ تعالیٰ اپنے انوار و تجلیات میں سے اس کے لیے ایک دروازہ کھول دے گا، اور وہ اپنے دل میں اس کے فائدے کا احساس کرنے لگتا ہے، اپنے عزم اور صبر میں ثبات اور پختگی اور مقام و مرتبے کی رفعت کا احساس کرتا ہے، اپنے بھائیوں اور پڑوسیوں میں عزت اور تعظیم کی نگاہ سے دیکھا جائے گا، جو اسے پہچان لے گا وہ اس کی بزرگی کا معترف اور اس کا تابع بن جائے گا، اور جو اسے دیکھے وہ ڈرے گا! دوسری خصلت یہ ہے کہ قصداً یا مذاقاً جھوٹ سے بچے، اس لیے کہ جب جھوٹ سے بچے گا اور اس صفت کو اپنی ذات و زبان میں مضبوط کر لے گا تو اللہ اس کا سینہ کھول دے گا، اور اسے وہ نورِ علم عطا کرے گا جس کے ذریعے وہ اس مقام پر پہنچ جائے گا جیسے جھوٹ کو جانتا ہی نہیں اور جب دوسروں سے جھوٹ سنے گا تو معیوب سمجھے گا اور اسے

لے لاہوری نسخے میں لاجل المجاہدۃ و المحاسبۃ ہے۔

دل میں انتہائی بُرا جانے لگا، اور اس کے لیے اس بُری عادت سے بچنے کی دُعا کر کے ثواب کا مستحق بنے گا، تیسری صفت یہ ہے کہ پہلے کسی چیز کا وعدہ نہ کرے، اور اگر کر چکا ہے تو وعدہ خلافی ہرگز نہ ہو کیونکہ اس کے لیے سلامتی اور میانہ روی کا راستہ یہی ہے، واضح رہے کہ وعدہ خلافی بھی جھوٹ ہی کی قسم ہے، اگر وہ وعدہ خلافی سے اپنے آپ کو بچائے گا تو اس کے لیے سخاوت کا دروازہ کھول دیا جائے گا، مقامِ جہا پر اسے فائز کیا جائے گا، گروہِ صادقین میں اس کی محبت پیدا ہوگی اور بارگاہِ خداوندی میں بلند مراتب کا مستحق بنے گا، چوتھی خصلت یہ ہے کہ مخلوق میں سے کسی چیز پر لعنت نہ کرے اور نہ کسی کو معمولی سی ایذا پہنچائے، یہ صفت ابرار اور صدیقین کے اخلاق میں سے ہے اور دنیا میں حفاظتِ الہی میں رہنے کی وجہ سے اس کے لیے بلند مراتب اور درجات کی حسنِ عاقبت ہے اسے ہلاکت سے بچاتا ہے اور مخلوق سے اس کی حفاظت کرتا ہے، اسے اپنا قرب اور اپنی مخلوق پر شفقت و رحمت کی دولت عطا کرتا ہے، پانچویں خصلت یہ ہے کہ کسی مخلوق پر بددعا کرنے سے پرہیز کرے، اگرچہ اس نے زیادتی کا ارتکاب کیا ہو، اپنی زبان اور فعل سے اس کے کردار کا بدلہ نہ لے، اور اللہ کے لیے سب کچھ برداشت کر لے! یہ خصلت بلند مراتب کے حصول کا باعث بنتی ہے جب انسان اس پر کاربند ہو جاتا ہے تو دنیا و آخرت میں بلند مقام، ساری مخلوق میں مقبولیت اور محبت و دوستی، اہمیت دُعا، بھلائی اور بہتری میں سبقت، اور مسلمانوں کے دلوں میں دنیاوی عزت و احترام حاصل کر لیتا ہے، چھٹی خصلت یہ ہے کہ اہل قبلہ میں سے کسی شخص پر حتمی طور پر کفر و شرک یا نفاق کا فتویٰ نہ لگائے، یہ خصلت بذاتِ خود بہت اعلیٰ اور رحمتِ خداوندی سے قریب ہے، اور اتباعِ سنت میں کمال کی دلیل ہے، علمِ الہی میں دخل اندازی سے اجتناب، غضبِ الہی سے بچاؤ اور رحمت و رضامندیِ مولیٰ کا باعث ہے اللہ کے ہاں یہ ایک بہت بلند اور بڑا دروازہ ہے اور اس کے سبب بندہ مومن کو ساری مخلوق کے ساتھ مہر و محبت کا جذبہ عطا ہوتا ہے، ساتویں خصلت یہ ہے کہ ظاہری اور باطنی طور پر اسبابِ گناہ سے دُور رہے، اور اپنے اعضا و جوارح کو گناہوں سے بچائے کیونکہ اس عمل کے طفیل مومن کے قلب و اعضا اس دنیا میں نیکی اور ثواب کے عادی بن جاتے ہیں اور آخرت میں اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے جوارِ مقرر کر رکھا ہے اس کا حقدار بن جاتا ہے، ہم اللہ سے دُعا کرتے ہیں کہ ان اوصافِ حمیدہ پر عمل کی توفیق ارزانی کرے، اور خواہشاتِ نفس ہمارے دلوں سے

مثلاً وہ! آٹھویں خصلت یہ ہے کہ مخلوق میں سے کسی شخص پر تھوڑا یا زیادہ کسی قسم کا کوئی بار نہ ڈالے بلکہ مخلوق سے اپنی تمام ضروریات اٹھالے، متقی اور عابد حضرات کے لیے یہ کمال شرافت اور اعزاز ہے، اسی فضیلت کے باعث انسان امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ صحیح طور پر انجام دے سکتا ہے، اور اس مقام پر ساری مخلوق اس کے لیے برابر ہو جاتی ہے، جب مومن یہ مرتبہ حاصل کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے غنا و یقین اور اپنی ذات پر توکل ایسی نعمتیں عطا فرماتا ہے اور اللہ کسی کو خواہشات نفس کی پیروی کے سبب بلند نہیں کرتا، یہ بات یقینی ہے کہ یہ دروازہ تمام مومنوں کی عزت متقیوں کی فضیلت کا باعث اور اخلاص سے بہت نزدیک ہے، نویں خصلت یہ ہے کہ ہر مومن مخلوق سے کسی قسم کا طمع نہ رکھے، اور جو چیزیں مخلوق کے پاس ہیں ان کی تمنا و آرزو نہ کرے، بلاشبہ یہ مقام بہت بڑے اعزاز، استغنا، بادشاہی، یقین کامل اور توکل عظیم کا حامل ہے اور یہ زہد کے دروازوں میں سے اللہ پر اعتماد رکھنے کا ایک بڑا دروازہ ہے جہاں پر ہیزگاری اور کامل عبادت نصیب ہوتی ہے اور یہ اللہ والوں کی نشانی ہے، دسویں خصلت تواضع ہے تواضع ہی سے عابد کا محل بلند اور مرتبہ بڑھا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے ہاں اسے عزت اور رفعت نصیب ہوتی ہے، اور دنیا و آخرت کی ہر وہ چیز جو وہ پسند کرتا ہے اسے عطا کی جاتی ہے، شجر عبادات کی جڑ، شاخ اور ٹہنیاں تواضع ہی ہے اس کی بدولت بندہ خوشی و تکلیف میں راضی رہنے والوں کا مرتبہ حاصل کرتا ہے، اور تواضع ہی کمال تقویٰ ہے اور تواضع یہ ہے کہ بندہ جس شخص سے ملے اسے اپنے آپ سے بہتر سمجھے اور یہ سوچے کہ ممکن ہے یہ شخص اللہ کے ہاں مقام و مرتبے میں مجھ سے زیادہ بلند ہو، جو شخص اسے ملتا ہے اگر وہ عمر میں اس سے بڑا ہے تو سمجھے کہ اس نے مجھ سے پہلے اللہ کی عبادت کی ہے اگر وہ عالم ہے تو دیکھے کہ اسے وہ چیز عطا ہوئی ہے جو مجھے نہیں ملی، اس نے وہ چیز حاصل کی ہے جس سے میں محروم ہوں، وہ چیز جانتا ہے جو میں نہیں جانتا، طرہ یہ کہ وہ عالم باعمل ہے، اور اگر وہ جاہل ہے تو اس بات کا خیال کرے کہ اس نے جہالت اور نادانی کی بنا پر اللہ کی نافرمانی کی ہے، مگر میں تو علم کے ہوتے ہوئے جان بوجھ کر گناہوں کا ارتکاب کر رہا ہوں، اور مجھے معلوم نہیں کہ ہم دونوں میں سے کس کا ناتھہ کیا ہوگا؟ اور اگر وہ کافر ہے تو دیکھے کہ میں نہیں جانتا شاید یہ مسلمان ہو جائے

اور نیک اعمال پر اس کا خاتمہ ہو اور ممکن ہے کہ میں کافر ہو جاؤں اور میرا خاتمہ بالآخر ہو (معاذ اللہ) یہ دروازہ شفقت اور اپنے نفس پر خوف کا ہے، مناسب ہے کہ اس پر مداومت کی جائے، اور یہی وہ آخری چیز ہے جو بندوں پر باقی رہے گی، جب بندہ اس مقام پر پہنچ جائے گا تو اللہ تعالیٰ اسے ہر قسم کی آفتوں سے محفوظ رکھے گا، اور بندہ بارگاہ الوہیت کی صحبت نشینی کا خوف حاصل کر کے مقبول و منظور بارگاہ ہو جائے گا اور راندہ بارگاہ شیطان مردود کا دشمن بن جائے گا، یہ درجہ رحمت ہے اور اسی کے ساتھ کبر کا دروازہ بند ہو جائے گا، خود پسندی کی رسیاں کٹ جائیں گی اور دین کے علاوہ دنیا و آخرت میں نفس سے ہر قسم کا غرور اور نخوت نکل جائے گی، یہ جانِ عبادت ہے زاہدوں کی فضیلت اور عابدین کی علامت ہے، کوئی دوسری چیز اس سے بہتر نہیں، اس کے ساتھ ہی انسان جہان دنیا کی بے فائدہ اور فضول باتوں سے اجتناب کرے، اس کے بغیر اس کا کوئی عمل مکمل نہیں ہوگا، یہ عمل اس کے دل سے کینہ و کبر اور ہر قسم کے افراط کو نکال دیتا ہے اور اس کی زبان اور ارادہ ظاہر و باطن میں متحد ہو جاتے ہیں نصیحت کے معاملے میں مخلوق اس کے لیے برابر ہو جاتی ہے، وہ کسی شخص کو نامعقول طریق پر نصیحت کرتا ہے اور نہ کسی کے فعل پر مصلحت کے خلاف سرزنش کرتا ہے، اگر اس کے سامنے کسی کی بُرائی بیان کی جائے تو وہ رنجیدہ خاطر ہوتا ہے، غیر معقول طریقے سے نصیحت کسی کی بُرائی اور کبر و غرور وہ باتیں ہیں، جو عابدوں کے لیے آفت اور زاہدوں کے لیے باعث ہلاکت ہیں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کاملہ سے کسی کے قلب و زبان کو بچالے !

(۷۹) آخری حکمت امیر نصیحتیں

مرض وصال میں آپ کے صاحبزادے شیخ عبدالوہاب قدس سرہ نے عرض کی میرے آقا! مجھے ایسی وصیت کیجئے جس پر آپ کے بعد میں عمل کروں گا، آپ نے فرمایا:

”اللہ سے ڈرو! اللہ کے سوا کسی کا خوف کرو اور نہ کسی سے اپنی کوئی امید والبتہ رکھو! اپنے تمام امور اسی کو سونپ دو! اللہ کے سوا کسی پر بھروسہ نہ کرو، اپنی تمام حاجتیں اسی سے طلب کرو! اور ذات باری کے علاوہ

کسی پر کامل اعتماد نہ کرو! توحید کی حفاظت کرو! توحید متفق علیہ مسئلہ ہے۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا:

”جب دل اللہ تعالیٰ کے ساتھ صحیح تعلق قائم کر لیتا ہے، تو اس سے کوئی شے خالی اور جدا نہیں ہوتی۔“

پھر آپ نے فرمایا: ”میں مغرب بے پوست ہوں۔“

پھر آپ نے اپنی اولاد سے ارشاد فرمایا:

”مجھ سے پرے بٹ جاؤ! ظاہر تو میں تمہارے ساتھ ہوں لیکن باطن میں

کسی دوسرے کی آغوشِ رحمت میں ہوں۔“

اس کے بعد ارشاد ہوا:

”تمہارے علاوہ میرے پاس کچھ اور لوگ آئے ہیں، انہیں جگہ دو! اور ان کا

ادب کرو! اس جگہ بڑی رحمت ہے، ان پر جگہ تنگ نہ کرو!“

اس کے بعد آپ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ غفر اللہ لی ولکم وتاب اللہ علی

وعلیکم لبسم اللہ غیر موسوٰۃ عین (تم پر اللہ کی سلامتی اور رحمت و برکت نازل ہو، اور

اللہ ہماری تمہاری مغفرت فرمائے اور متوجہ ہو، بسم اللہ بلا رخصت کیے ہوئے آئے) کا پورا

ایک شب درود ورد کرتے رہے!

(۸۰) وصالِ مبارک

پھر فرمایا،

”مجھے کسی شے، فرشتے اور ملک الموت کا خوف نہیں! اے ملک الموت!

تیرے سوا جس نے میں دوست بنایا، اس نے میں عطا کیا۔“

اس کے بعد آپ نے بلند آواز سے ایک نعرہ لگایا، یہ اس دن کا واقعہ ہے جس کی شام کو آپ نے

وصال فرمایا، میں آپ کے صاحبزادگان شیخ عبد الرزاق اور شیخ موسیٰ نے بتایا کہ آپ اپنے

دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے اور دراز فرماتے تھے اور فرماتے تھے: وعلیکم السلام ورحمۃ

اللہ وبرکاتہ توبہ کرو! اور صف (اصفیا) میں داخل ہو جاؤ، اب میں تمہاری طرف آتا ہوں

اور فرماتے تھے: ٹھہرو! اس کے بعد آپ پر وصال کے اٹھارہ نموار ہونا شروع ہو گئے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا:

”میرے اور تمہارے اور تمام مخلوق کے درمیان زمین و آسمان کا فرق ہے مجھے کسی پر قیاس کرو اور نہ کسی کو مجھ پر۔“

آپ کے صاحبزادے عبدالعزیزؑ نے آپ سے درد و تکلیف کا حال پوچھا، آپ نے فرمایا:

”مجھ سے کوئی شخص کچھ نہ پوچھے میں علم الہی میں ایک حال سے دوسرے حال کی طرف پلٹا جا رہا ہوں۔“

راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد آپ کے صاحبزادے شیخ عبدالعزیزؑ نے آپ سے مرض کے متعلق سوال کیا، آپ نے فرمایا جنات، انسانوں اور فرشتوں میں سے کوئی میرا مرض بانٹا ہے اور نہ سمجھتا ہے اللہ کے حکم سے اللہ کا علم نہیں بدلتا، حکم تبدیل ہوتا ہے علم تبدیل نہیں ہوتا، حکم منسوخ ہوتا ہے علم منسوخ نہیں ہوتا، یدحو اللہ ما یشاء و یتبیت و عندہ ام الکتاب ولا یسئل عتا یفعل وہم یسئلون لہ (اللہ جو چاہے مٹاتا اور ثابت کرتا ہے اور اصل لکھا ہوا اسی کے پاس ہے) صفات کے بارے میں جس طرح بتایا گیا ہے وہ جاری ہو کر رہیں گی۔

آپ کے صاحبزادے عبدالجبارؑ نے دریافت کیا کہ جسم کے کون سے حصے میں زیادہ تکلیف محسوس ہوتی ہے؟ فرمایا: ”میرے دل کے بغیر جو اللہ کے ساتھ شامل ہے، سب اعضاء مجھے تکلیف دے رہے ہیں۔“ اس کے بعد وصال بہت قریب آ گیا۔

اس وقت آپ یہ الفاظ دہرا رہے تھے:

استعنت بلا اللہ الا اللہ سبحانہ و تعالیٰ والحمی الذی لا ینحشی

الفوت سبحان من تعزز بالقدرۃ وقهر العباد بالموت لا الہ الا اللہ

محَمَّد و رسول اللہ۔

دیہیں لا الہ الا اللہ کے ساتھ اس ذات سرمدی سے مدد پتا ہوتا ہے موت
کا کوئی خوف نہیں، پاک ہے وہ ذات جو اپنی قدرت کے ساتھ غالب ہے
اور جس نے بندوں کو موت سے مغلوب کر رکھا ہے لا الہ الا اللہ محمد
رسول اللہ)

ہمیں آپ کے صاحبزادے شیخ موسیٰ نے بتایا کہ وصال کے وقت آپ کی زبان مبارک
لفظ تعزیز کا صحیح تلفظ ادا نہیں کر سکتی تھی، آپ بار بار یہ لفظ ادا کرنے کی کوشش کرنے لگے
بالآخر اسے ادا فرمایا، البتہ ذرا کھینچ کر اور لمبا کر کے زبان مبارک سے اس لفظ کا صحیح تلفظ فرمایا
پھر فرمایا اللہ، اللہ، اللہ، اس کے بعد آواز نرم ہو گئی اور زبان مبارک تائوس سے مل گئی اور
یہ شہبازِ قدس اپنی منزل کی طرف پرواز کر گیا، رضوان اللہ علیہ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کی برکت
سے مستفید ہونے کی توفیق ارزانی کرے۔

ترجمہ ختم ہوا

کتبہ محمد شریف گل

کلاسیک کتب تصوف کے مستند اردو تراجم

| | | |
|----------------|---------------------------------|--|
| طواسین | مصنف: ابن حلاج | ۲۳۳-۳۰۹ (مترجم: عتیق الرحمن عثمانی) |
| کتاب اللمع | مصنف: ابو نصر سراج | ۳۴۸- (مترجم: سید اسرار بخاری) |
| آفتاب | مصنف: امام ابو یوسف کلاباذی | ۳۸۵- (مترجم: ڈاکٹر سید محمد حسن) |
| کشف المحجوب | مصنف: سید علی ہجویری | ۳۰۰-۳۶۵ (مترجم: سید محمد فاروق قادری) |
| سید میدان | مصنف: نواب عبداللہ نصاریٰ | ۳۹۶-۳۸۱ (مترجم: حافظ محمد فضل فیض) |
| فتوح الغیب | مصنف: فخر الدین محمد قادری بلخی | ۳۶۰-۳۶۲ (مترجم: سید محمد فاروق قادری) |
| آداب المریدین | مصنف: ضیاء الدین سہروردی | ۳۹۰-۳۶۳ (مترجم: محمد عبد الباقی) |
| فتوحات مکیہ | مصنف: شیخ اکبر ابن عربی | ۵۶۰-۵۶۸ (مترجم: مولوی محمد فضل خان) |
| فصوص الحکم | مصنف: شیخ اکبر ابن عربی | ۵۶۰-۵۶۸ (مترجم: بکرت اللہ فرنگی علی) |
| الادوار | مصنف: بہاء الدین زکریا ملتانی | ۵۶۶-۵۶۶ (مترجم: ڈاکٹر محمد میاں صدیقی) |
| لوائح | مصنف: مولانا عبدالرحمن جامی | ۸۱۴-۵۸۹۸ (مترجم: سید فیض الحسن فیضی) |
| انصار العارفین | مصنف: شاہ ولی اللہ دہلوی | ۱۱۱۳-۱۱۴۹ (مترجم: سید محمد فاروق قادری) |
| الطاف القدس | مصنف: شاہ ولی اللہ دہلوی | ۱۱۱۳-۱۱۴۹ (مترجم: سید محمد فاروق قادری) |
| رسائل تصوف | مصنف: شاہ ولی اللہ دہلوی | ۱۱۱۳-۱۱۴۹ (مترجم: سید محمد فاروق قادری) |
| مرآت العاشقین | مصنف: سید محمد سعید زنجانی | ۱۲۵۱-۱۳۲۱ (مترجم: غلام نظام الدین دہلوی) |

اہم کتب تصوف اور تذکرے

| | | | |
|------------------------------|----------------------|--|---------------------------|
| کشف المحجوب | فارسی (نسخہ تہران) | مصنف: شیخ علی بن عثمان ہجویری | تصنیف: علی قویم |
| کشف المحجوب | انگریزی (نسخہ لاہور) | مصنف: شیخ علی بن عثمان ہجویری | مترجم: آراء نکلسن |
| تصوف اسلام | | مصنف: عبدالماجد دہلوی | |
| ارمغان ابن عربی | | مصنف: مولانا محمد اشرف علی تھانوی | |
| آئینہ تصوف | | مصنف: ضیاء الحسن فاروقی | |
| دعوت ارواح | | مصنف: محمد ارشد قادری | |
| شمال رسول (اردو ترجمہ) | | مصنف: شیخ یوسف بن اسماعیل نبہانی | مترجم: محمد میاں صدیقی |
| بیماری اور اس کا روحانی علاج | | مصنف: ڈاکٹر سعید ولی الدین | |
| تذکرہ مشائخ قادریہ فاضلیہ | | مصنف: اسرار الحسن قادری فاضلی | |
| سیرت فخر العارفین | | تذکرہ: شاہ محمد عبدالحمید جامی | مصنف: سید سکندر شاہ |
| چراغ ابوالعلائی | | تذکرہ: صوفی محمد حسن و حضرت نقیث شاہ | مصنف: غلام آسی پیا |
| حدیقۃ الاولیاء | | مصنف: مفتی غلام سرور لاہوری | مترجم: محمد اقبال مجددی |
| انوار الہی | | مصنف: بہاء الدین زکریا ملتانی | مصنف: حمید اللہ شاہ ہاشمی |
| افضل الخواص | | تذکرہ: حضرت فضل شاہ قطب عالم برزائے علیہ | مصنف: نواز رومانی |
| فاضلی انوار الہی | | مطبوعات: حضرت فضل شاہ قطب عالم برزائے علیہ | مترجم: حافظ نذرا الاسلام |